تاریخی ناول
قیس و لُبنیٰ
عرب کے عہدِ صحابہ کا ایک سچا عاشقانہ قصہ
مصنفہ
مولینا مولوی محمد عبد الحلیم صاحب شرر
ملنے کا پتہ
کتابی دنیا۔ بھنڈی بازار
بمبئی نمبر ۳

قیمت

پہلا باب

ایک مہ لقا مہمان نواز

گرمیوں کا موسم ہے اور صحرائے عرب کی گرمیاں، آفتاب آفتاب
قیامت بنا ہوا ہے اور زمین کے تپ اٹھنے سے دنیا گلخن بن گئی ہے۔ بادیہ
عرب کی بھوبھل مسافروں کے پاؤں جھلسائے دیتی ہے۔ باد سموم کے بھون
دینے والے جھونکے چلتے ہیں جن کا سہارا پاتے ہی بگولے دوزخ کے
فرشتوں کی طرح تپی ہوئی بالو کو اچھالتے اور آتشباری کرتے ہوئے چاروں
طرف کھلی فضا میں گھومنے لگتے ہیں۔ لو کے بے قرار جھونکے ریگ کے
تودوں کو ایک حالت پر قرار نہیں لینے دیتے اور دوزخ کے گرفتاران
عذاب کی طرح انھیں سرنہ کے چھیڑتے اور ایک جگہ سے اٹھا کر دوسری
جگہ دے مارتے ہیں۔ ان آوارہ گرد تودہائے ریگ کی قیامت خیز نقل
و حرکت میں ایک طرف کوئی تھکا ماندہ تشنہ لب مسافر ان کے قدموں کے
نیچے زندہ کے زندہ مدفون ہو جاتا ہے تو دوسری طرف گوہ اور ریگ
ماہی جو گرمی سے بچنے کیلئے ان کے دامن کے نیچے پناہ گزین ہوتی تھیں

اپنی بے ستری دیکھتے ہی اِس طرح اُن کے پیچھے دوڑتی ہیں کہ گویا مجنوں کسی بگولے میں محمل لیلےٰ کی خیالی جھلک پا کے دوڑ پڑا ہے۔

اگرچہ یہ حالت ہے کہ گویا خود دنیا ہر زندہ مخلوق کی جان لینے کے لئے تیار ہے۔ اور موسم کی آتشیں چھریاں چل رہی ہیں مگر اب بھی کوئی نہ کوئی مسافر کسی نہ کسی طرف نظر آ ہی جاتا ہے وہ دیکھو برہنہ پہاڑیوں کی اُس تنگ گھاٹی میں دو شتر سوار آ رہے ہیں۔ جنہوں نے درۂ کوہ سے نکل کے بادیہ عرب کی اِس خطرناک حالت کو دیکھا مہاریں کھینچ کے اپنے اونٹ روکے۔ پیشانی پر ہاتھ رکھ کے چاروں طرف نظر دوڑائی اور ایک نے دوسرے سے کہا "اب تو موت کا سامنا ہے"۔

دوسرا:۔ "جو کچھ ہو چلنا ضرور ہے"۔

پہلا:۔ "ہاں اگر موت کے منہ میں چلنا ہو تو مضائقہ نہیں۔ اِس وادیٔ مرگ سے زندہ بچ کے نہیں نکل سکتا"۔

دوسرا:۔ "مگر مجھ میں اب تشنگی کے ضبط کی تاب نہیں۔ اِس وادیٔ پُر ہول سے العطش کی آواز نکل رہی ہے"۔

پہلا:۔ "قیس! ابنائے بادیہ میں پیاس کا ضبط ہونا چاہئے"۔

قیس:۔ "ہم عذری (بن عذرہ والے) لوگ ضبط کے لئے نہیں پیدا ہوئے بے صبری و بے تابی ہمارے خمیر میں ہے"۔ یہ کہہ کے یہ شخص اپنے خشک اور پپڑیاں پڑے ہوئے ہونٹوں سے ذرا مسکرا دیا۔

پہلا:۔ "لیکن یہاں صحرا میں پانی کہاں ملے گا"؟

قیس ـ "ثعلبہ! طلب اور جستجو چاہیے مَنْ طَلَبَ وَجَدَ"
ثعلبہ ـ "مگر مجھے تو قدم آگے بڑھانے کی جرأت نہیں ہوتی"
قیس ـ "تو خدا حافظ"

یہ کہہ کے اونٹ کی مہار چھوڑ دی اور اُسے چلنے کا اشارہ کیا۔

ثعلبہ ـ "قیس! تمہیں حرمت رسول کا واسطہ دلاتا ہوں کہ ٹھہرو"
قیس ـ "نہیں اب مجھ میں اتنی بھی تاب نہیں کہ تم سے باتیں کروں"

ثعلبہ نے جب دیکھا کہ ضدی رفیق سفر ٹھہرتا ہی نہیں تو اُس نے بھی اپنا اونٹ بڑھا دیا۔ اور دونوں صحرا کے کنارے کنارے اور سلسلۂ کوہ سے ملے ہوئے چلے۔ جس پہ ہوا بار بار بالو اور سنگریزے کولا لا کے پٹکتی تھی یہ دونوں مسافر تھوڑے ہی دور گئے ہوں گے ناگہاں ہوا کا ایک تیز جھونکا گرد و غبار و بالو کے تودوں کو لیتا ہوا رحم غول بیابان کی طرح اُن کی طرف لپکا۔ دونوں نے اونٹوں کو بھگا مگر کہاں بچ سکتے تھے؟ گرد و غبار کا طوفان آ ہی پہنچا۔ جلتی ہوئی بالو اپنے آغوش میں لے لیا۔ ہر طرف سے گویا پتھروں کی بوچھار ہونے لگی اور یہ حالت ہوئی کہ نہ کوئی چیز نظر آتی تھی۔ اور نہ کسی کو اپنے تن بدن کا ہوش تھا۔ دونوں بدحواسی کے ساتھ آیات قرآنی پڑھ پڑھ کے درگاہ رب العزت میں نجات کی دعا مانگنے لگے۔ آخر کئی منٹ کے بعد میدان صاف ہوا اور گرد و غبار کا دامن چاک ہوا تو پیاسے عذری بادیہ پیما کے حواس بجا ہوئے۔ اپنے دامن سے چہرے کی گرد جھاڑی۔ اور آنکھوں

غبار سے صاف کر کے دیکھا تو پاس ہی بالو کا ایک زبردست پہاڑ پیدا
ہو گیا تھا۔ اور اُس کے رفیق سفر ثعلبہ کا کہیں پتہ نہ تھا۔ یہ حالت دیکھتے
ہی اُس نے ایک آہ فلک دوز کھینچی اور کہا "افسوس ثعلبہ کی جان میری
وجہ سے گئی۔ وہ نہیں آتا تھا مگر میں اُسے زبردستی لایا۔ آہ اِس بالو کے
نیچے وہ دفن ہے اور باد سموم نے کتنی جلدی اُس کی کیسی خوبصورت اور
عالیشان قبر بنا دی ہے" یہ کہہ کے اُس نے اِس تودے کے آس پاس
پھر کے دیکھا کہ شاید ثعلبہ کا کچھ سراغ لگ جائے۔ اور جب کچھ پتہ نہ
لگا تو اِس تودے کی طرف منہ کر کے دست دعا اُٹھائے اور کہا "بار الٰہا
اُس کی مغفرت کر کیونکہ وہ شہید ہے اور تیری توحید کا کلمہ گو تھا!"

پھر اپنی طرف خطاب کر کے بولا "اور عنقریب میرا بھی یہی حشر
ہوگا۔ کون کہہ سکتا ہے کہ میں گھڑی بھر کا مہمان ہوں۔ پانی ملنے کی تو امید
نہیں مگر ہاں اب شربت مرگ ملے گا۔ جو امید ہے کہ اس پیاس سے
زیادہ آزار دہ نہ ہوگا" یہ کہہ کے اُس نے اپنا اونٹ بڑھا دیا۔ لیکن پیاس
کی یہ حالت ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ سارے جسم میں کہیں نمی کا نام باقی نہیں
پھر اِس پر اِس قاتل ہوا کے جھونکے جو ساعت بہ ساعت آتش
تشنگی کو اور زیادہ بھڑکائے جاتے تھے۔ تھوڑی ہی دور گیا تھا کہ ناگہاں
ایک سلسلہ کوہ میں جو اِس کے داہنے ہاتھ کی طرف سنگی دیوار بنتا چلا جاتا
تھا۔ ایک پتلا درہ نظر آیا۔ جسے دیکھتے ہی اُس نے اپنے اونٹ کی گردن
اُس طرف پھیر دی اور گویا ایک امن و امان کے مقام میں پہنچ گیا۔ لیکن یہ

جیسے حرکات مثلِ اضطراری کے تھے۔ کیونکہ پیاس کی شدت اور دھوپ
کی تپش نے اُسکے ہوش و حواس نہیں بجا رکھے ہیں۔ اب وہ پہاڑوں
کے گھونگھٹ میں چھپتا اور رہوا اور گرد و غبار کے حملوں سے بچتا ہوا
رہا تھا۔ مایوس نگاہیں بار بار اُٹھ کے اور گرد و پیش کی فضا میں دو
کے آبادی یا پانی کو تلاش کر آتی ہیں۔ مگر کہیں پتہ نہیں لگتا۔ اور اس
کی مایوسی اور بڑھ جاتی ہے۔

یکایک ایک پہاڑی کے پہلو میں ایک ببول کا درخت نظر آیا جس
پر ایک چڑیا بیٹھی ہوئی چہچہا رہی تھی۔ فوراً اونٹ سے اُتر کے اُس
درخت کے قریب تک گیا۔ چونکہ وہ بلندی پر تھا اسلئے چاروں طرف
پھر پھر کے دیکھا۔ پھر شاخ جھکا کے ایک ٹہنی توڑنے کا ارادہ کیا
کہ چڑیا اُڑ کے ایک طرف بھاگی اور اُس کی نظر نے نغمہ سنج طائر کا تعاقب
کیا۔ آخر اُسی سیدھ پر جدھر وہ چڑیا جا رہی تھی دور پر اُسے میلی
چیز نظر آئی جو غور کرنے کے بعد کسی بدوی عرب کا خیمہ ثابت ہوئی۔
اس کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی ببول کی ٹہنی توڑ کے چوسنے لگا
کی رطوبت سے حلق تر کرے اور اونٹ پر سوار ہو کے اسی خیمہ کی
راہ لے۔ تقریباً دو گھنٹے کے بعد اِس خیمہ کے قریب پہنچا اور پاس جا
نظر آیا کہ ایک ہی نہیں بہت سے خیمے ہیں جو سلسلہ وار نصب ہیں
کے پہلو میں اراک (پیلو) کے سایہ دار درختوں کا ایک جنگل تھا۔
و فرحت کا یہ سامان دیکھ کے بیچارے جاں بلب مسافر کی جان میں جان

آئی۔ مگر حیرت یہ تھی۔ اگرچہ بہت سے خیمے نظر آرہے تھے مگر انسان کا کہیں پتہ نہ تھا۔ اب اسے پہلو کے جنگل میں دو ایک لڑکے کھیلتے نظر آئے اور یقین ہوا کہ قبیلے کے مرد کہیں گئے ہوئے ہیں اور عورتیں دھوپ کی تپش سے بچنے کے لئے خیموں کے اندر چھپی بیٹھی ہیں۔

یہ خیال آتے ہی اُس کا حوصلہ بڑھا۔ اور جس خیمے کو سب سے زیادہ بلند اور نسبتاً معزز دیکھا اُسکے قریب جاتے ہی اونٹ سے اُتر کر پکارا "العطش العطش" کوئی ہے کہ ایک تشنہ لب مسافر کو پانی پلا دے! آواز سنتے ہی ایک کشیدہ قامت گوری حسین و نازنین لڑکی صحرائے عرب کی چست و چالاک لڑکی ہرنی کی طرح لپک کے خیمے سے باہر نکلی اور پوچھا آپ کس قبیلے سے ہیں؟

قیس۔ "ایک بدنصیب و تشنہ لب عذری[1] ہوں" عذری کا لفظ سن کے وہ دلربا لڑکی کسی قدر مسکرائی اور بے کچھ کہے سنے پانی سے بھرا ہوا ڈول سامنے لا کے رکھ دیا اور بولی "بسم اللہ پیجیے"۔ پانی کی صورت دیکھتے ہی قیس کے چہرے پر تازگی آگئی۔ دونوں ہاتھوں سے اُٹھا کے ڈول منہ سے لگا لیا۔ اور ایک ہی سانس میں آدھا ڈول خالی کر دیا۔ لیکن اب پانی پینے کے بعد ہاتھ پاؤں میں سستی پیدا ہوئی تو گھبرا کے ڈول زمین پر رکھ دیا اور ساتھ ہی قدم کو لغزش ہوئی اور گر پڑنے کے خوف سے بیٹھ گیا۔ یہ حالت دیکھ کے پری وش لڑکی بولی "معلوم ہوتا ہے آپ کو بہت دیر سے پانی نہیں ملا تھا؟

[1] عذری یعنی بنی عذرہ۔ عرب میں بنی عذرہ کے مرد عشق و حسن پرستی میں اور ان کی عورتیں حسن و جمال میں مشہور تھیں۔ اکثر عشاق عرب اسی قبیلے سے ہوتے ہیں۔

قیس۔(دیر سے) "میں دور دور سے پیاسا ہوں اور بادِ سموم کی سختیاں اُٹھا رہا ہوں"

لڑکی "تو آپ کو زیادہ پانی نہ پینا چاہیئے تھا۔ اچھا تو اب ہمارے خیمہ میں چل کے ذرا ٹھنڈے ہو لیجیئے"

قیس "ایک عذری شخص کے لیئے غیر قبیلہ والوں کی عورتوں میں بیٹھنا خصوص جب کہ اُن کے مرد نہ ہوں معیوب ہے"۔

لڑکی "مگر بنو کعب کے دروازے مسافروں اور تھکے ماندے دشت نوردوں کے لیئے ہر وقت کُھلے ہوئے ہیں ان کے مرد شریف و فیاض ہیں اور ان کی لڑکیاں پارسا و باعفت"

قیس۔ مگر آہ اب تو مجھ میں اُٹھنے کی بھی طاقت نہیں" یہ سنتے ہی لڑکی نے اپنے ہاتھو نسے سہارا دے کے اپنے نیمجان مہمان کو اُٹھایا اور اپنے خیمہ میں لے جا کے کملی کے فرش پر بیٹھا دیا مگر اب قیس میں بیٹھنے کی بھی طاقت نہیں تھی بولا اگر اجازت ہو تو لیٹ جاؤں؟

لڑکی "شوق سے اِس خیمہ کو آپ اپنا ہی گھر تصور کیجیئے" لیکن اب قیس میں جواب دینے کی بھی قوت نہ تھی۔ ایک بیہوشی کا سا عالم طاری ہوا اور غافل سو گیا۔ نوخیز مہمان پرست لڑکی نے یہ حالت دیکھی تو بہت گھبرائی اُسے چھوڑ کے قریب کے دوسرے خیمہ میں گئی اور اپنی ماں کو جو پاس کے خیمہ میں تھی اور کئی ہمسن لڑکیوں کو بلا لائی اور نو وارد مہمان کی صورت دیکھ کے بولی مجھ سے بڑی غلطی ہو گئی کہ پانی سے بھرا ہوا ڈول سامنے رکھ دیا

یہ دو دن کا پیاسا تھا اور بے نکان بہت سا پانی پی گیا۔" ماں اور ساتھ والیوں نے قیس کی حالت غور سے دیکھی اس کے سانس لینے پر خیال کیا اور بولیں کوئی اندیشہ کی بات نہیں۔"

لڑکی۔ (ماں سے) اماں جان! اگر یہ مرگیا تو کیا ہوگا؟ مجھے گناہ ہوگا نہ؟

ماں۔ لبنیٰ تجھے بھی وہم ہو جاتا ہے ہمارا مہمان اچھا ہے مجھے یقین ہے مرے گا نہیں"۔

اب لبنیٰ دوڑ کے پنکھا اٹھا لائی قیس کے برابر بیٹھ کے جھلنے لگی۔

اُس کی ماں خیمہ کے دوسرے سرے پر بیٹھ کے اونٹوں کی اون صاف کرنے لگی اور لبنیٰ کی ہمسن لڑکیاں اُس کے پاس بیٹھ کے چپکے چپکے باتیں کرنے لگیں۔ ایک بولی" لبنیٰ کچھ یہ بھی پتہ چلا کہ یہ کون اور کس قبیلے کا ہے؟

لبنیٰ۔" نام تو نہیں معلوم مگر اس نے غافل ہونے سے پہلے مجھے اتنا بتایا تھا کہ بنی عذرہ میں سے ہے"۔

دوسری۔" بنی عذرہ میں سے! تب تو اس کے غافل ہو جانے کا مجھے بھی افسوس ہے۔ لبنیٰ۔" کیوں لیلے؟"

لیلے۔ اِس لئے کہ یہ ہوش میں ہوتا تو ذرا اسے چھیڑتے اور دیکھتے کہ سچ مچ عذری ہے یا خالی نام کے لئے"۔

لبنیٰ۔" یہ بیچارہ اپنی مصیبت میں مبتلا ہے اور تمہیں شرارت سوجھی ہے یہ سن کے ایک تیسری لڑکی جس کا نام سُعدیٰ تھا بولی" اتنا تو میں بھی پوچھتی کہ کیا بنی عذرہ کی لڑکیاں ہم سے زیادہ خوبصورت ہوتی ہیں"۔

لیلے۔ خوبصورتی میں چاہے بڑھ کے ہوں یا نہ ہوں مگر اس میں شک نہیں کہ

اپنے حسن و جمال سے کام لینا خوب جانتی ہیں۔
لبنیٰ ۔ "تمہیں یہ کیونکر معلوم ہوا؟ کیا کسی عذری لڑکی کو کبھی تم نے دیکھا ہے؟"
لیلےٰ ۔ دیکھا نہیں تو کیا انکے حالات بھی نہیں سُنے آخر اس کا سبب کیا نہیں
کو راہ چلتے عاشق مل جاتے ہیں، اور کسی اور کو نہیں ملتے دو ہی باتیں ہیں یا
تو بنی عذری کی لڑکیاں آپ کو سنوارنا اور لوگوں کو فریب دینا خوب جانتی
ہیں یا تو بنی عذری کی لڑکیاں آپ کو سنوارنا اور لوگوں کو فریب دینا خوب
جانتی ہیں اور یا یہ سمجھ لو کے اُن میں عرب اور قبیلے والیوں کی سی عصمت و پاکدامنی نہیں!"
سعدیٰ ۔ "اور یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ سب قبیلہ والیوں سے حسین ہی زیادہ ہوں؟"
لیلےٰ ۔ یہ بات تو میری سمجھ میں نہیں آتی اللہ تعالیٰ نے ہر ملک اور قوم
میں اچھی صورتیں پیدا کی ہیں۔ اب کیا وہ ہماری لبنیٰ سے زیادہ خوبصورت ہونگی؟
سعدیٰ ۔ "اس کا فیصلہ تو یہی شخص کر سکتا ہے۔ خدا کرتا اسے جلدی ہوش
آجاتا!" یہ سن کے لبنیٰ نے چیں بجبیں ہو کے سہیلیوں کو ڈانٹا اور کہا دیکھو
میرے پاس بیٹھ کے ایسی باتیں نہ کیا کرو!"
سعدیٰ ۔ "آخر اس میں برائی ہی کیا ہے؟
لبنیٰ ۔ تمہارے نزدیک نہ ہوگی میرے نزدیک تو ہے!" اتنے میں لبنیٰ
کی ماں نے اُٹھ کے کہا: "لڑکیو! غیر لوگوں کے سامنے ایسی باتیں نہیں کرتے۔
ممکن ہے کہ وہ ہوش میں ہو اور دل میں کہے کہ بنی کعب کی لڑکیاں بڑی
[illegible] شوخ ہوتی ہیں!" یہ کہہ کے لبنیٰ کی ماں تو باہر چلی گئی اور لڑکیاں
[illegible] خاموش رہیں تھوڑی دیر کے بعد لیلیٰ نے لبنیٰ کی طرف دیکھ

کے کہا" بہن پرسوں بنی عامر کے تالاب سے پانی لینے جاؤں گی تم بھی چلنا ایک دن وہاں بڑے مزے میں گزرے گا"

لبنیٰ۔ "میں ضرور وہاں چلوں گی اور سعدیٰ کو بھی ساتھ لے چلوں گی"

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ عذری غریب الوطن نے کروٹ لی اور معلوم ہوا کہ اب ہوش میں آنے کو ہے۔ مہمان میں زندگی اور ہوش و حواس کے علامات دیکھ کے لبنیٰ نے کہا "لیلےٰ" تم ذرا انہیں پکارو۔ شاید جواب دیں"

لیلےٰ۔ اور تم خود کیوں نہیں پکارتیں؟ لیکن تمہاری خاطر ہے کیا یاد کرو گی" یہ کہہ کے بلند آواز سے کہا اے جوان عذری! قیس نے سنتے ہی آنکھیں کھول دیں اور چند نا ہوش تیمار داروں کو اپنے آس پاس اور اپنی خدمت گذاری میں مصروف دیکھ کے ناتوان آواز میں بولا۔ نہایت شکر گذار ہوں تم جنت کی حوریں یا آسمان کے فرشتے ہو جنہیں خدا نے میری بیکسی پر ترس کھا کے بھیجدیا"

لبنیٰ۔ تو اب کچھ کھا بھی لیجیے بغیر اسکے یہ کمزوری اور ناطاقتی نہ جائے گی"

قیس۔ (شکر گذار ہو کے) "ابھی نہیں"

سعدیٰ۔ "اچھا تو اب بیٹھیے"

قیس۔ طاقت تو نہیں ہے مگر تمہارے حکم سے انکار نہیں کر سکتا" یہ کہہ کے ناتوانی کے ساتھ اٹھا اور لبنیٰ کے ہاتھ سے پنکھا لے کے خود جھلنے لگا اور کہا۔ ان نازک ہاتھوں کو زیادہ تکلیف دینا گناہ ہے"

اب سہ پہر کا وقت ہو چلا تھا۔ آفتاب غروب کے قریب تھا گرمی کی حدت کم ہو گئی تھی اور سامنے کی وادی ارک میں ٹھیک تا ...... جنگلی کبوتر

جو یہاں بسیرا لیا کرتے تھے دن بھر کی گشت سے واپس آ آ کے درختوں کی ٹہنیوں پر بیٹھنے اور گونج گونج کے بادیہ نشینان عرب کو اپنا نغمۂ تہنیت و تشکر سنا نے لگے تھے گو ہنوز بالو کے دامن سے نکلی تھیں اور بعض عورتوں نے انہیں کھیر گھیر کے کرنا شروع کیا تھا۔ افق مشرق پر تیرگی کے آثار نمایاں ہونے شروع ہوتے تھے کہ سامنے سے ایک گرد اڑی اور بنی کعب کے چھوٹے بچے خیموں سے نکل کے خوشی سے اُچھلنے کودنے لگے تھے کہ بہادران قبیلہ آ رہے ہیں۔ آخر دامان گرد چاک ہوا اور زبردست سواروں کا غول نظر آیا جو کچھ رات رہے سے عورتوں کو چھوڑ کے چلے گئے تھے تاکہ بنی عامر کے بازار میں کچھ خرید و فروخت کریں۔ اپنی عورتوں کا کاتا ہوا سوت اپنے اونٹوں کا اون اور ان کا دودھ اور پنیر بیچیں اور اپنی ضروریات کی چیزیں خرید لائیں۔ تھوڑی ہی دیر میں یہ لوگ اپنے خیموں کے پاس آ گئے اپنے بچوں اور بیبیوں سے مل کر کے خوش ہونے لگے۔ اور سب تو گھوڑے سے اُتر اُتر کر مختلف خیموں میں چلے گئے مگر ایک توانا و تندرست شہسوار جس کے بشرے سے وقار و تمکنت اور بہادری و فیاضی کے آثار نمودار تھے۔ لبنیٰ کے خیمے کے پاس آ کے گھوڑے سے اُترا اور لڑکیوں کے ساتھ قیس کو دیکھ کے جو اس کے استقبال کے لئے باہر نکل آیا تھا کسی قدر چیں بہ جبیں ہوا۔ اور اُس کے چہرے اور اوضاع و اطوار کو غور و خوض کی گہری نظروں سے دیکھنے لگا۔ ساتھ ہی لبنیٰ نے بڑھ کے گھوڑے کا دہانہ پکڑ لیا اور بولی۔ "ابا جان! آج خوش نصیبی سے ہمیں ایک تشنہ لب مہمان مل گیا۔ یہ اگر ہم تک نہ پہنچ جاتے تو مر ہی چکا تھا ان الفاظ کو اس شہسوار عرب نے کانوں سے سنا مگر بغیر اسکے کہ قیس کے چہرے پر سے نظر

بٹا نے اُسکے قریب آ کے پوچھا" تم کس قبیلے سے ہو؟"
قیس۔ بنی عذرہ میں سے"
شہسوار۔ بنی عذرہ! مگر بنی کعب کے خیمے عذرہ والوں کے لئے نہیں ہیں
پھر پوچھا تمہارا نام؟
قیس۔ قیس بن ضریح بن منذا اور میرا نسب بکر بن عبد مناۃ سے بھی ملتا ہے
اس کے ساتھ ہی قیس نے پوچھا" کیا عذری مہمان باوجود اسکے کہ کیسے ہی پا
شکستہ اور مصیبت زدہ ہوں بنی کعب کی زمین سے نکال دئے جاتے ہیں؟
شہسوار:۔ بنی کعب ایسے بیرحم اور بد خلق نہیں مگر اسکے ساتھ ہی ان کی لڑکیاں
بنی عذرہ کی سی نہیں"
لبنیٰ۔ "ابا جان" یہ بادیہ عرب کی گرمی اور باد سموم کی مار کھا کے بڑی مصیبت
سے ہم تک پہنچا ہے ہمارے خباء (خیمے) کے دروازے پر پہنچ کر پانی مانگا۔
میں نے بے سمجھے سوچے ڈول سامنے رکھ دیا تو یہ منہ لگا کے اسطرح بے تکان
پانی پی گیا کہ پیتے ہی بیہوش ہو گیا۔ اس وقت سے پڑے پڑے اس وقت آپ
کے آنے سے تھوڑی دیر پہلے ہوش میں آیا ہے"
شہسوار۔ بیٹی تیری فیاضی اور مہمان نوازی سن کے میں خوش ہوں یہ بنی
کعب کا جوہر ہے" پھر قیس کی طرف دیکھ کے" تمہارے خدو خال پر غور کر کے
میں سمجھ گیا کہ شریف ہو پاک باطن ہو ایسے شریف مہمان کیلئے میں خلوص دل سے مرحبا
کہتا ہوں اور افسوس اسوقت تک تمہارے کھانے کا کچھ بندوبست نہیں ہوا۔
قیس۔ افسوس کریں اس مہمان نواز قبیلے میں اور ایسے فیاض میزبان

کے دروازے پر موت کے پنجے سے چھوٹ کے پہنچا ہوں جبکہ میرا ایک رفیق سفر ثعلبہ بادِ سموم کی نظر ہوگیا اور میرے ساتھ آتے آتے یکایک ریگ رواں میں پڑ کے زندہ درگور ہو گیا۔"

شہسوار۔" یہ کب؟"

قیس۔ آج ہی آنے سے چند ساعت پہلے اور اسکا زیادہ صدمہ مجھے اسلئے ہے کہ وہ پہاڑوں کی پناہ سے باہر نہ نکلنا چاہتا تھا اور پیاس کو ضبط کئے ہوئے تھا۔ مگر مجھے تشنگی کی شدت نے ایسا بے صبر کیا کہ اسے مجبور کر کے کھلے میدان اور ریگ کی جولانگاہ میں نکال لے گیا جس میدان جہنم سے میں تو بہزار خرابی جان بر ہو کے نکل آیا لیکن ثعلبہ کی زندگی پوری ہو گئی تھی۔"

شہسوار۔" تو اب اس غم کو بھلا دو ثعلبہ شہید ہوا۔ اللہ جل شانہ اسکی مغفرت کرے گا اور مجھے اجازت دو کہ تمہاری دعوت کا انتظام کروں۔"

قیس۔ پہلے مجھے اپنے معزز میزبان کا نام معلوم ہونا چاہئے۔"

شہسوار۔ میں بنی کعب کا شیخ (سردار) حباب ہوں اور یہ لڑکی جس نے آپ کو پانی پلایا اور خیمے میں پناہ دی میری بیٹی لبنیٰ ہے۔"

قیس۔ بے شک یہ کریم النفسی ایک عربی سردار قبیلہ ہی کا حصہ ہے۔ اسکے بعد حباب اپنے مہمان قیس سے اجازت لے کے حوائج ضروریہ میں مشغول ہوا۔ اور لبنیٰ پھر اسی طرح اسکی خدمت میں مصروف ہو کے مہمان نوازی کا جوہر دکھانے لگی۔

دوسرا باب

دعوتِ اہلِ بادیہ

اب شام کا وقت تھا اور بنی کعب کے خیموں کے آس پاس عجیب چہل پہل تھی گھوڑے جو منزل کے آئے تھے چھوڑ دیئے گئے تھے اور قبیلے کے لڑکوں اور لڑکیوں اور رات کو پہرہ دینے والے کتوں کے ساتھ آسانی سے کھیلتے پھرتے تھے بہت سے لوگ وادی اراک میں جا کے بیٹھے تھے جا بجا آگ روشن کی گئی تھی اور عورتیں اُسکے گرد بیٹھی کھانا پکا رہی تھیں۔ اس قومی سرگرمی و زندہ دلی کی حالت میں حباب نے حوائج ضروریہ سے فراغت کر کے اپنی بی بی خولہ سے کہا "ہمیں اپنے مہمان کی ضیافت کا انتظام کرنا چاہیئے"

خولہ۔ میں بھی یہی کہنے کو تھی جو کہو کیا جائے۔"

حباب۔ ہمارا گلہ تو چراگاہ میں ہے یہاں جو بکریاں موجود ہوں انمیں سے دو تین کو لے آؤ۔

لبنیٰ کھڑی سن رہی تھی اشارہ پاتے ہی دوڑ کے تین بکریاں پکڑ لائی جنہیں حباب نے ذبح کیا اور خولہ و لبنیٰ اور قبیلہ کی چند اور عورتوں نے انہیں کھال اُتار کے صاف کیا پھر خیمہ کے پاس ہی آگ روشن کیگئی قبیلہ کے کئی اور زن و مرد جو پاس خیموں میں رہتے تھے دعوت میں شریک کئے گئے نمک پیس کے لایا گیا اور گوشت سکنے کو سیخ لگے حباب نے اپنے عزیز مہمان قیس کو دیگر مہمانانِ قبیلہ سے ملایا اور سب بیٹھے ہوئے گرم گرم گوشت کو بسم اللہ کر کے کھانے لگے۔ یہ ساری دعوت نہایت ہی پر لطف تھی گوشت پوری طرح بھننے اور گلنے بھی نہ پایا تھا کہ اُٹھا کے کھا لیا جاتا یہ تکلفات نہ تھے کہ آپ نوش فرمایئے اور پہلے آپ کھائیں" بلکہ

یہاں نعمت الٰہی سے لطف و فیض اٹھانے کے لیے ہر ہاتھ دوسرے سے سبقت کرتا تھا۔ میزبان اور مہمان میں فرق نہ تھا قبیلے کی جو عورتیں شریک تھیں وہ بے تکلف تھیں اور خوش مذاقی و زندہ دلی کے ساتھ کھڑی تھیں۔

حباب۔ (اپنے عزیز مہمان سے) اگر گوشت سے جی سیر ہو گیا ہو تو پنیر اور روٹیاں بھی موجود ہیں اور ہماری اونٹنی کا دودھ بھی ساری قبیلے کی اونٹنیوں سے زیادہ خوش مزہ ہے۔"

قیس۔ میں آپ کا نہایت شکر گزار ہوں۔ لیکن اچھا ہوتا اگر اس دعوت میں حضرت رسول اللہ روحی فداہ کے مذاق و سنت کا بھی لحاظ کیا جاتا۔"

حباب۔ (ہمہ تن متوجہ ہو کے) وہ کیا؟

قیس۔ مجھے ثرید* نہایت پسند ہے اور فخر کرتا ہوں کہ حضرت رسالت نے اس غذا کو سب غذاؤں سے افضل فرمایا ہے۔"

حباب۔ (ابھی خولہ سے) جلدی سے پتیلی لاؤ اور تھوڑا سا گوشت ابال کے تیار کرو۔ روٹیاں بھی اچھی ہوں۔ دیکھوں تمہارے ہاتھ کی روٹیاں آج کیسا لطف دیتی ہیں۔ خولہ پھرتی کے ساتھ جا کے پتیلی لائی اور گوشت کے اچھے اچھے ٹکڑے ڈال کے اسے چڑھا دیے اتنی دیر میں لبنیٰ نے ایک کٹھلے میں آٹا گوندھا۔ خولہ نے موٹی موٹی روٹیاں پکائیں اور انہیں شوربے میں توڑ کے دم دے دیا۔ اس لطیف اور عرب کی پر تکلف غذا کے تیار ہونے میں تھوڑی بہت دیر لگی لیکن وقت نہایت ہی لطف میں بسر ہوا کیونکہ لوگ آہستہ آہستہ گوشت بھون بھون کے کھاتے جاتے تھے اور بنی کعب کا ایک فصیح البیان داستان گو جو شریک

---

* شوربے میں روٹی توڑ کے دم دی جاتی ہے اسے ثرید کہتے ہیں۔ یہ عرب کی بہت لذیذ غذا ہے آنحضرت صلعم کو مرغوب تھی چنانچہ ارشاد فرمایا تھا کہ "سب عورتوں سے ویسی ہی افضل ہے جیسے ثرید تمام غذاؤں میں۔"

صحبت تھا بامذاق اور دلچسپ کہانیاں ایسی دلفریبی کی شان سے سنا رہا تھا کہ سننے والے کو حیرت ہو کے کھانا بھول جاتے تھے۔

آخر ثرید ایک بڑے کٹھلے میں انڈیل کے یاران صحبت کے حلقے میں رکھ دی گئی اور بے تکلفی کے ہاتھ پڑنے لگے۔ اور لوگ آدھے سے زیادہ پیٹ بھنے ہوئے گوشت سے بھر چکے تھے مگر پرشوق ہاتھوں نے ثرید کے کٹھلے کو دم بھر میں خالی کر دیا۔ اور تلوؤں میں ہاتھ پونچھ پونچھ کے پھر داستان سننے کی طرف متوجہ ہو گئے۔

اب دعوت ختم ہو چکی تھی اور وقت تھا کہ قیس اپنے فیاض میزبانوں سے رخصت ہو۔ کیونکہ دیگر ممالک کی طرح ارض عرب اور خاص کر ابنائے بادیہ میں رات قیام کرنے اور جہاں ہوں وہیں ٹھہر جانے کے لئے نہیں بلکہ سفر پر قدم رکھنے اور دوسری منزل کا ارادہ کرنے کے لئے تھی قیس کا دل یہاں اس قدر لگ گیا تھا کہ کسی طرح یہ دلفریب صحبت چھوڑنے کو جی نہ چاہتا تھا بار بار اٹھنے اور رخصت ہونے کا قصد کرتا مگر قبیلۂ بنی کعب کی کشش دامن پکڑ لیتی تھی۔

قیس کی اس دل گرفتگی کا سبب یہ دعوت یہ صحبت لطیف اور یہاں کے داستان گو کی معجز بیانی نہ تھی بلکہ اصلی سبب یہ تھا کہ اس کا دل لبنیٰ کی زلف گرہ گیر میں اسیر ہو گیا تھا وہ بنی عذرہ میں سے تھا۔ اور بنی عذرہ کے لئے عشق معیوب نہ تھا۔ کیونکہ ان کے نوجوان اور ان کے شعرا کا یہ عام مشغلہ تھا۔ بلکہ اپنے ان دلی جذبات پر وہ فخر و ناز کرتے تھے۔ مگر خرابی یہ تھی کہ لبنیٰ کوئی بنی عذرہ کی لڑکی نہ تھی اور بنی کعب عذریوں کی عشق بازی کو بری نگاہ سے دیکھتے تھے۔ چنانچہ آج

ــــ عرب، خصوصاً عرب بادیہ میں ہاتھ دھونے کا رواج نہ تھا جس کا بڑا سبب غالباً پانی کی قلت

ہی کئی بار بنی عذرہ کے اس قومی عیب پر طعن کیا جا چکا تھا۔ اور بڑی مشکلوں سے اس کا اعتبار کیا گیا تھا۔ انھیں امور کا لحاظ کر کے وہ بار بار لبنیٰ کے خیال کو بھلاتا مگر یہ امر اس کے اختیار سے باہر تھا۔ ہر بار ایسا معلوم ہوتا کہ جیسے نازک بدن لبنیٰ اسکے دل میں آبیٹھی اور معشوقانہ شوخ اداؤں سے چٹکیاں لے رہی ہے ان دلی خیالات سے پیچھا چھڑانے کے لئے وہ گرد کے منظر پر نظر دوڑاتا تو ریگستان کے اُجلے فرش پر نگاہ پڑتی اور وہاں سے دوڑ کے چاند کے گول چہرے پر جا پہنچتی۔ پھر ماہتاب کی کرنوں کے ساتھ اتر کے لبنیٰ کے جبین نازکی طرف توجہ کرتی جو سادگی کے ساتھ چاند کے سامنے بیٹھی ہوئی داستان گو کہانی سُن رہی تھی اور فرشتۂ عشق چپکے سے اس کے کان میں کہہ دیتا کہ "دیکھو چاند کا چہرہ اس دل ربا نازنیں کے چہرے کے آگے ماند پڑ گیا ہے"۔ اسی طرح جب وہ اپنے خیالات کو لبنیٰ کے حسن وجمال کیطرف سے ہٹاتا اور باتوں میں مصروف کرنا چاہتا تو عشق کا گورکھ دھندا ہیر پھیر کے پھر انھیں لبنیٰ ہی کی دل ربائیوں پر ٹکاتا۔ اور وہ پریشان ہو جاتا۔ آخر ان حالتوں سے اکتا کر دل میں کہنے لگتا "اب میں کیا کروں۔ اس قبیلے میں پہنچنا اپنی خوش نصیبی سمجھتا تھا مگر اب معلوم ہوتا ہے کہ نہایت ہی بدنصیب ہوں۔ کاش بنی عذرہ میں سے ہوتی کہ بے تکلف شاعری اور تشبیب[1] شروع کر دیتا لیکن وہ اس قبیلے سے ہے جو شاعرانہ تشبیب کو بھی ناشکری ہی نہیں بلکہ اپنی توہین خیال کرینگے دل! کمبخت اور بدنصیب دل! بیوقوف اور احمق دل! تجھے بنی کعب ہی کی ایک پر جمال لڑکی پسند آنا تھا۔ دنیا میں کوئی اور حسینہ نہ تھی۔ افسوس میں کہاں کا

---

[1] نظم میں کسی پر اظہار عشق کو تشبیب کہتے ہیں شعرائے عرب کسی عورت کو اس کا نام لے کے اپنے کلام میں معشوقانہ بنایا کرتے تھے ان کا معشوق شعرائے فارس کا سا عام معشوق نہ ہوتا تھا۔

ان خیالات میں محو تھا کہ قصہ گو نے کوئی ایسا لطیفہ بیان کیا کہ سب لوگ ہنسنے اور واہ واکرنے لگے۔ مگر قیس کو خبر نہ تھی کہ اس نے کیا کہا۔ حباب نے اس کے دل کو کسی اور خیال میں مصروف دیکھ کے کہا "قیس" اگر قصہ خوانی میں دل نہ لگتا ہو تو موقوف کرادی جائے؟"

قیس:۔ "نہیں نہیں کہنے دیجئے"۔

حباب:۔ "تو پھر آپ کو کس بات کی فکر تھی؟"

قیس:۔ "کچھ نہیں۔ اپنی مصیبتوں اور بدنصیبیوں کو یاد کررہا تھا"۔

حباب:۔ "تو شاید آپ کا دل اس میں زیادہ بہلے گا کہ اس کہانی کے عوض آپ اپنی سرگزشت سنائیے"۔

قیس:۔ (گھبرا کے) میری سرگزشت ہی کیا ہے۔ کچھ نہیں۔ گھر سے نکلا۔ بادیۂ عرب کی تپش اور لوؤں کی مصیبت جھیلی اور خوش نصیبی سے تمہارے جوار عافیت میں آپہنچا۔ بس (قصہ گو سے) آپ اپنی داستان کہے جائیے اور میں نہایت شوق سے سن رہا ہوں"۔

داستان گو نے پھر کہانی کا سلسلہ شروع کیا اور قیس دوچار فقرے سن کے پھر اپنے خیالات کے متلاطم سمندر میں غوطہ کھانے لگا "مجھے ضبط کرنا چاہیئے۔ مگر افسوس یہ کیسے ہوسکے گا؟ عشق اور ضبط! بھلا کوئی ہونے والی بات ہے۔ خیر وہ ضبط ہو یا نہ ہو مگر اب مجھے ان لوگوں سے رخصت ہو کے اپنی راہ لینی چاہیئے۔ لیکن کہاں جاؤں؟ کوئی یار کو چھوڑ کے کہاں جایا جائے گا۔ ہائے بدقسمتی ع وال لڑی آنکھ جہاں اپنا گزارہ ہی نہیں ہے کتب میں دال نہیں گلنے والی اگر زبان سے کوئی کلمۂ محبت نکل گیا یا راز عشق افشا ہو گیا تو پھر زندگی بھر کے لئے محرومی ہی محرومی ہے۔ مگر جو کچھ ہو اب مجھے رخصت ہونا چاہئے

شاید یہاں سے جا کے اور دیگر افکار اور دوسری دھن میں پڑ کے یہ خیال بھول جائیے۔ لیکن نہیں لبنیٰ بھلا بھولنے والی چیز ہے؟ اس کی پیاری صورت اس کا پھرتیلے پن سے چلنا پھرنا۔ اس کا جوش شباب۔ اس کی فتان و شرمگیں آنکھیں اس کے گورے رخسار سے۔ اس کی چاند کی سی جبیں ناز اور سانپ کی سی بل کھانے والی زلفیں۔ غیر ممکن ہے کہ دل سے اتریں۔ تاہم مجھے اب یہاں ٹھہرنا نہیں مناسب ہے اگر خود سے رخصت نہ ہوا تو بُری طرح نکالا جاؤں گا۔"

دیر تک ان پریشانیوں میں غلطاں و پیچاں رہ کے اور دل از دست دادۂ عشاق کا معمولی خواب پریشان دیکھ کے اس طرح چونکا جیسے کوئی سانپ کا کاٹا ہوا موت کی سی غفلتوں میں پڑ کے چونکتا اور ہوشیار ہوتا ہے۔ اور چونکہ اب روانگی کا قطعی ارادہ کر کے چونکا تھا۔ اس لیئے عالم عشق سے یاران صحبت کی محفل میں آتے ہی بولا: "اب رات زیادہ آچکی ہے مجھے جانا چاہیئے۔"

لبنیٰ: "اکیلے اور اس وقت! گو رات ہی سیاحت کے لئے اور خاص کر اس گرمیوں کے موسم میں زیادہ موزوں ہے۔ مگر یہ تو خیال کیجئے کہ آپ تنہا ہیں کوئی رفیق سفر ساتھ نہیں۔ راستہ معلوم نہیں اور صحرا کا وحشی جور ضیغم (چرخ) اور سنسان بیابان کا بادشاہ ابوالحارث (شیر ببر) گشت کر رہے ہوں گے۔"

قیس: "اس نوازش و عنایت کا شکر گزار ہوں۔ یہ لطف کی دعوت زندگی بھر نہ بھولے گی۔ اور ہمیشہ جی یہی چاہے گا کہ بنی کعب کی مہربانیوں کا پھر لطف اٹھاؤں مگر اب اس وقت مجھے جانے ہی دیجئے کیونکہ مستعجل ہوں۔"

حباب: "آپ بنی کعب کے خیموں کو اپنی میزبانی کیلئے ہمیشہ تیار پائیں گے گو

میں روک نہیں سکتا لیکن اس بات کا مجھے بھی افسوس ہے کہ آپ تن تنہا جاتے ہیں اور کوئی راستہ بتانے والا بھی ساتھ نہیں"۔
قیس:۔ "راستے کے متعلق میں کچھ باتیں تو آپ سے دریافت کر لوں گا! اور پھر اس وقت آسمان کے تارے میری رہبری کریں گے"۔
حباب:۔ "یہاں سے شمال جانب دو دن کی راہ پر بنی عامر کا تالاب ہے"۔
قیس:۔ "اور مجھے شمال ہی کی طرف جانا ہے دیکھئے وہ قطب تارہ سامنے چمک رہا ہے۔ بس میں اس کی سیدھ پر چلا جاؤں گا"۔
حباب:۔ "لیکن آپ کو نسر طائر اور نسر واقع سے بھی مدد لینی پڑے گی اگر یہاں سے آپ قطب کی طرف سیدھے رُخ کئے چلے گئے تو کل جبال وخول وحول کے پاس پہونچیں گے۔ جہاں بنی لخم کے چند خیمے ہیں۔ اور غریب الوطنوں کی مہمان نوازی کے لئے تیار رہتے ہیں۔ وہاں دن بھر ٹھہر کے رات کو آپ شعراء یمانیہ (ایک تارہ) کو دیکھ کے اس کی سیدھ پر مڑ جائیے گا ان دونوں پہاڑیوں کے درمیان سے گزر کے آپ وادی السباع میں پہونچیں گے جسے رات بھر میں قطع کر کے علی الصباح نماز کے وقت آپ بنی عامر کے تالاب پر پہنچ جائیں گے۔
لبنیٰ:۔ "وہیں سے تو ہم جا کے پانی لایا کرتے ہیں۔ اور ہر پندرھویں دن جمعہ کو اکثر وہیں ہوتے ہیں"۔
قیس:۔ "تو بس اب میں آسانی سے پہنچ جاؤں گا (اٹھ کے) فیاض مہمان نوازو خدا حافظ۔ اور خدا تمھیں اس غریب نوازی کا اجر خیر دے" (حباب سے بغلگیر ہو کے) آپ کی ملاقات زندگی بھر یاد رہے گی۔ اور اگر آپ کا گزر کبھی بنی

عذرہ کی طرف سے ہوا تو آپ انھیں اپنا زیر بار احسان ، اور خاطر مدارات کے لئے تیار پائیں گے " اس کے بعد قیس اور سب سے رخصت ہوا اور سب کے بعد لبنیٰ کے قریب جا کے اس سے جو پریشانی و یاس کے ساتھ حسرت ناک اور غمگین صورت بنائے کھڑی تھی کہا " لبنیٰ ! تم بنات بادیہ کی سرتاج ہو ۔ تمھارے فیاض ہاتھوں سے میری جان بچی ہے ۔ تم نہ ہوتیں تو میں اب تک صحرائے ناپیدا کنار کی جلتی ہوئی بالو پر ایڑیاں رگڑ کے مر چکا ہوتا ۔ میں چاہے جہاں ہوں مگر یاد رکھنا کہ قیس عذری کی جان تمھاری دی ہوئی ہے ۔ اور وہ صرف تمھاری وجہ سے جیتا ہے " اس کے بعد قیس نے رقت قلب سے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور عجیب جوش کے لہجہ میں کہا " خداوندیہ صحبت عیش اور یہ پیاری صورتیں پھر جلدی دکھانا " یہ کہتے ہی اس نے مردوں سے معانقہ کیا اور پرنم آنکھوں سے آنسو پونچھتا ہوا اپنے اونٹ کے قریب آیا جسے قبیلۂ بنی کعب کی عورتوں نے اچھی طرح کھلا پلا کے تازہ دم بنا دیا تھا اور ایسی خدمت کی تھی کہ اب وہ آدھے ہی دن کے سستانے کے بعد دوئی منزل طے کرنے کے لئے تیار تھا ۔ پھر اپنا مختصر اسباب اس پر لادا اور مہار ہاتھ میں لے کے چل کھڑا ہوا ۔ وادی اراک کے سرے تک حباب ، خولہ ۔ لبنیٰ اور دیگر شرکائے صحبت اس کے پہنچانے کو آئے جہاں سے قیس نے سب کو واپس کیا ۔ اور آپ بیابان میں قدم رکھ کے دشت نوردی میں مصروف ہو گیا ۔ تھوڑی دیر بعد اونٹ کی پیٹھ پر سوار ہوا اس کا رخ قطب کی طرف کیا اور مہار ڈھیلی چھوڑ کے حدی کے طریقے پر کچھ اشعار گانا شروع

کر دئے تاکہ اونٹ اس نغمہ پر خوش ہو کے زیادہ سرگرمی سے قدم اٹھائے

تیسرا باب

عاشق نامراد

اب ایک ثلث رات گزر گئی ہے۔ دن کی گرمی کے عوض خنکی اور ٹھنڈک دلوں میں تازگی اور فرحت پیدا کر رہی ہے۔ ہوائے سرد کے تازگی بخش جھونکے آتے ہیں جو راہ گیروں کو فرحت پہنچانے کے ساتھ دن بھر کی تپی ہوئی بالو کو ٹھنڈا کرتے ہیں۔ آسمان کے تارے ابنائے بادیہ کی رہبری کے لئے مستعدی سے آنکھیں کھولے ہوئے ہیں اور جو جدھر جانا چاہتا ہے۔ اسے ادھر کا راستہ بتا رہے ہیں بعض بعض مقامات پر جہاں کوئی بڑا درخت یا پہاڑوں کا غار ہے وہاں سے شب زندہ دار الو جسے عرب والے مؤنث سمجھتے اور ام الخراب کی کنیت سے یاد کرتے ہیں۔ اپنی مہیب آواز سے رات کے سناٹے کو مٹاتا اور فنائیت کا وعظ کر کے اپنی زندگی کا ثبوت دیتا ہے۔ قیس اسی حالت کو دیکھتا، کجاوے کے جھولے میں جھولتا اور چند اشعار عاشقانہ کی نغمہ سرائی میں اپنا جوش دل ظاہر کرتا چلا جاتا ہے جو اس کے بے قرار دل کو گونہ تسکین دیتے اور اونٹ کے حق میں ایک پر اثر حدی خواں ثابت ہو رہے ہیں۔ آخر خیالات دلی اس قدر غالب ہوئے کہ گاتے گاتے خاموش ہو گیا۔ اور عشق کے عالم میں پہونچ کے خود بخود کہنے لگا "یہ تو بہت اچھا ہوا کہ میں بنی کعب کی آبادی سے چلا آیا۔ لیکن اب صبر کیسے ہو سکے گا؟ لبنیٰ، تجھ سی پاکدامن دوشیزہ کو اپنا

منہ چھپانا چاہیئے اور خصوصاً اس نامحرم سے جو غیر قوم اور دوسرے قبیلے کا ہو پھر تو میری آنکھوں کے سامنے یوں بے دھڑک کیوں چلی آتی ہے؟ مگر نہیں تجھے کیا خبر کہ میرے خیال کی آنکھیں تجھے دیکھ رہی ہیں۔ لیکن لبنیٰ اس میں میرا بھی قصور نہیں تجھے چاہے یقین آئے یا نہ آئے۔ مگر میں سچ سچ کہے دیتا ہوں کہ میں تیرے خیال کو بہت بھلاتا ہوں۔ دل کو زبردستی روک روک کے رکھتا اور باتوں میں لگاتا ہوں مگر ظالم نہیں مانتا اور پھر تیری طرف پھر جاتا ہے۔

اب وہ گویا عشق کے خواب غفلت سے چونکا۔ دو چار اشعار گائے اور پھر خاموش ہو گیا۔ ایک لمحہ کے سکون کے بعد ایک ٹھنڈی سانس لی اور اپنے دل کی طرف مخاطب ہو کے بولا: آخر اب ہونا کیا ہے! کمبخت نیند بھی نہیں آتی اونٹ جتنا مجھے ہی کعبہ... دور کرتا ہے اسی قدر دل ان سے نزدیک ہوتا جاتا ہے، دل کیا ہے ایک ضدی بچہ ہے کہ چھوٹا اور وہیں پہنچا جہاں سے منع کرتا ہوں آخر اس کی کوئی تدبیر بھی ہے؟ کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ لبنیٰ کے ساتھ میری شادی ہو جائے۔ ہو تو سکتا ہے۔ مگر والدین نہ مانیں گے وہ چاہتے ہیں کہ خاص بنی عذرہ میں سے کسی بنت عم کو منتخب کر دوں۔ اور یہاں یہ حال ہے کہ سوائے لبنیٰ کے گویا دنیا میں کوئی ہستی نہیں۔ بس لبنیٰ ہی لبنیٰ ہے" اسی دھن میں رات ختم ہو گئی اور کسی بے تاب عاشق کی طرح افق مشرق نے اپنا گریبان چاک کر ڈالا ساقی ہی ایک سلسلہ کوہ نظر آیا جدھر سے بنی لخم کے مرغوں نے بانگ دی۔ یا تو کجاوے پر لیٹا ہوا تھا یا یکایک گھبرا کے اٹھ بیٹھا اور بولا "اتنی جلدی صبح ہو گئی لوگ کہتے ہیں کہ ہجر کی رات بہت لمبی ہوتی ہے اور کاٹے نہیں کٹتی۔ لیکن اسے ہجر کی رات

کون کہتا ہے۔ یہ شب فراق ہرگز نہ تھی۔ لبنیٰ ساری رات میری پرشوق آنکھوں کے سامنے رہی ہے اس کے حسن کے کرشمے دیکھتا اور اس کی باتیں سنتا رہا ہوں پھر فراق کیسا! یہ تو شب وصل تھی اور اسی لئے اتنی جلد ختم ہو گئی کہ نہ اسے جی بھر کے دیکھ سکا اور نہ اس کی باتیں سن سکا۔ دیکھو وہ دونوں پہاڑیاں دخول و حومل سامنے موجود ہیں جہاں لبنیٰ کے باپ نے کہا تھا کہ صبح تڑکے پہونچوں گا۔ اور وہ سامنے دیکھو بنی لخم کے خیمے نظر آ رہے ہیں جہاں سے یہ مرغ کی آواز آئی ہے۔ اے بیرحم پہاڑیو ذرا اور دور ہوتیں کہ میری شب عیش اتنی جلدی نہ ختم ہوتی۔ اور بنی لخم تم بنی کعب سے اتنے نزدیک کیوں فروکش ہو۔ کیا تمھیں اس سے زیادہ فاصلے پر جگہ نہ مل سکتی تھی؟ تمھاری اس قربت پر مجھے رشک آتا ہے۔ لبنیٰ کے خیمے سے تم کس قدر نزدیک ہو۔ رشک ہی نہیں میرے دل میں جوش رقابت پیدا ہوتا ہے۔ کاش میں بجائے عذری ہونے کے لخمی ہوتا۔ اور رات دن تم میں رہتا ہوتا۔ تم قریب ہی نہیں ہو بلکہ ہر ہفتہ ہوبیں روز تمھاری آنکھیں اس کے حسن کی زیارت کرتی ہیں۔ آہ وہ جب بنی عامر کے تالاب پر پانی لینے جاتی ہوگی تو ایک دن تمہارے یہاں ضرور قیام کرتی ہوگی۔ تم بڑے خوش نصیب لوگ ہو۔ اور اگر کوئے یار میں نہیں تو یار کی گزرگاہ میں ہو مجھے تو اس پر بھی حسد آتا ہے۔ جس کی طرف سے ارض بنی کعب کی ہوا بھی گزر جاتی ہے نہ کہ تم لوگ؟ مگر بجائے حسد کے تمھاری آنکھوں کی زیارت کروں گا۔ کیونکہ یہ وہ خوش نصیب آنکھیں ہیں جو وقتاً فوقتاً لبنیٰ کی پیاری صورت دیکھتی رہتی ہیں۔

ابھی آفتاب نہیں نکلا تھا کہ انھیں مجنونانہ خیالات کے دریا میں ڈوبا ہوا وہ بنی لخم کے خیموں کے پاس پہونچا۔ اونٹ سے اترا۔ اس کی مہار ایک ۔۔۔ دن کے

درخت میں اٹکادی ۔ اور بنی لخم کی طرف روانہ ہونے کو تھا کہ قبیلے کے موذن نے اذان دی ۔ لبیکا اور کلمات اذان کا جواب دیتا ہوا ان کی مسجد میں پہنچا ۔ بنی لخم کے ساتھ نماز فجر ادا کی ۔ بعد سلام لوگوں سے صاحب سلامت ہوئی ۔ اور اس کا پتہ اور نسب پوچھنے کے بعد سب کو اصرار ہوا کہ آپ ہمارے مہمان ہوئیے ۔ آخر وہ شیخ قبیلہ کے گھر میں فروکش ہوا ۔ جس نے صبح ہوتے ہی بکری کا دودھ اور سوکھے چھوہارے لا کے سامنے رکھ دیئے ۔ قیس نے خدا کا شکر ادا کر کے کھایا اور رات کی دعوت کو یاد کرنے لگا ۔

اتنے میں میزبان کی فیاض طبع بی بی نے آکے کہا "ابو عامر (یہ شیخ بنی لخم کی کینت ہے) تم نے ہمارے مہمان کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا مکھن رکھا ہوا ہے ۔ اُسے نہ لائے اور مجھے اتنی بھی مہلت نہ دی کہ جو کی گرم گرم روٹیاں پکا دیتی "

قیس " یا امۃ اللہ (خدا کی بندی) میں بالکل بھوکا نہیں ہوں رات کو بنی کعب میں اس قدر زیادہ کھا چکا ہوں کہ شام تک بھوک نہ لگے گی "

عورت " تو اچھا شام تک ہم اپنی بکریاں بھی منگوالیں گے "

ابو عامر " ہم بنی کعب کی سی دعوت تو نہیں کر سکتے مگر امید ہے کہ اس منزل میں بھی ابن السبیل بھوکا نہ رہتا ہوگا "

قیس " شکر ہے کہ ابنائے بادیہ فیاض اور شجاع ہیں "

ابو عامر " ہم غریبوں کی فیاضی ہی کیا ہے ۔ رہی شجاعت اس میں عراق و مصر کے فتنہ انگیز سرکشوں نے یورش کر کے مدینۂ منوّرہ کی حرمت میں رخنہ ڈال کے اور

خلیفۂ رسول اللہ عثمان رضؓ کو ان کے گھر میں شہید کر کے ہمیشہ کے لئے عیب اور بٹہ لگا دیا۔ ہماری زیادہ آمدنی جہاد میں تھی امیرالمومنین عمر فاروق کے عہد میں ہم لوگوں نے روم کے جہاد میں بھی نام پیدا کیا اور دولت بھی حاصل کی۔ اگرچہ میرا ایک بیٹا اور ایک بھائی ارض شام میں شہید ہوئے۔ لیکن ہمارا حوصلہ بڑھا ہوا تھا۔ اور ہماری زندگی و موت دونوں مبارک تھیں۔ لیکن ان فتنوں کی بدولت اب تو جہاد کا سلسلہ ہی منقطع ہو گیا۔ امیرالمومنین علی مرتضیٰ کو باہمی فسادوں اور اندرونی ہنگاموں کے دور کرنے ہی سے فرصت نہیں ملتی جہاد ہو تو کیونکر؟ اور جب سے جہاد موقوف ہوا ہے خدا کی قسم ہم مفلس ہو گئے ہیں"

قیس "بے شک یہ زمانہ قوم عرب کے لئے اچھا نہیں ہے"

ابو عامر "آپ جانتے ہیں کہ اہل عرب کا ذریعۂ معیشت لوٹ مار قتل و غارت اور رہزنی کرتا تھا۔ جن کے ساتھ ساتھ جاہلیت میں قبائل عرب کی باہمی لڑائیاں اور گوہاریں بھی چلی جاتی تھیں۔ حضرت رسول اللہ (ابی و امی فداہ) نے ان چیزوں کو حرام اور ظلم فرمایا۔ اور ہمارے لئے جہاد کا ایک ذریعہ معیشت کھول دیا۔ اس وقت ہماری تلواریں باہمی خونریزی سے رک کے دیگر اقوام عالم کی طرف متوجہ ہو گئیں۔ چنانچہ جب تک وہ سلسلہ جاری رہا ہم اچھے رہے اور ہمیشہ سے اچھے رہے۔ مگر اب کام نہیں چلتا۔ لوٹنا مارنا اور ظلم احکام خداوندی کے خلاف نظر آتا ہے۔ گھر میں کوئی اور شغلہ نہیں۔ ہماری سرزمین زیادہ مویشیوں کے لئے بھی کافی نہیں۔ جہاد رہا نہیں پھر کریں تو کیا کریں؟"

قیس "بے شک مشکل ہے"

ابو عامر " اب تو ارض عرب کی قدر و منزلت میں بھی بٹہ لگا جاتا ہے حضرت رسالت (صلعم) کا مرکز تبلیغ و حکومت آپ کا دارالہجرت مدینہ تھا۔ گزشتہ تینوں خلفا نے اس محترم جوار رسول اللہ کو نہیں چھوڑا جس کی برکت سے ہم لوگ خوش تھے اور بڑی بڑی امیدیں رکھتے تھے۔ اب یہ حالت ہے کہ علی مرتضیٰ نے مدینہ چھوڑ کوفہ کی سکونت اختیار کی جو ارض عرب سے باہر اور کسریٰ کی قلمرو میں تھا۔ ادھر معاویہ نے سرکشی کے ساتھ دمشق کو اپنی قوت کا مرکز قرار دے رکھا ہے ایسی حالت میں حرمین کی قوت و حرمت رہی یا گئی؟"

قیس " ان باتوں کو ناگواری کے ساتھ سن رہا تھا۔ کیونکہ اسے ملک کی پالیٹکس میں کچھ دخل نہ تھا۔ اور نہ ان امور میں زیادہ دلچسپی تھی۔ ٹالنے کے لئے بولا مگر فیاضی کا تمول اور افلاس سے علاقہ نہیں۔ دل فیاض چاہئے۔ چاہے پاس کچھ بھی نہ ہو"

ابو عامر ۔ "بے شک مگر یہ بات فاطمہؓ ام عامر (میری بی بی) میں ہے وہ چاہے کیسا ہی نقصان ہوتا ہو محتاج کی مدد میں کوتاہی نہیں کرتی اور میں آپ سے سچ کہتا ہوں کہ میں اتنا فیاض نہیں ہوں جتنی وہ ہے"

قیس " تو کیا مضائقہ ہے انسان کے صرف دو جوہر ہیں شجاعت اور فیاضی شجاعت ابو عامر میں ہے اور فیاضی ام عامر میں یوں تقسیم ہو کے دونوں صفتیں شیخ بنی لحم کے خیمے میں جمع ہو گئی ہیں"

ابو عامر ۔ (ہنس کے) "خدا کی قسم اگر تم شاعر ہو گے تو اچھے ہو گے"

قیس "اور حسنِ اتفاق سے میں شاعر ہوں بھی"۔
ابو عامر۔ (حیرت سے) "تم شاعر ہو؟" اور یہ کہتے ہی اس نے اپنے قبیلے والوں میں پکار دیا کہ "ہمارا مہمان شاعر ہے"۔ یہ سننا تھا کہ تمام بنی لخم کے زن و مرد بوڑھے اور بچے اپنے خیموں سے نکل پڑے اور قیس کے گرد جمع ہو کے اصرار شروع کیا کہ اپنا کلام سنائیے بنی لخم کی خوش نصیبی ہے کہ آج ایک شاعر عرب ان کا مہمان ہے"۔

قیس کو اپنے اشعار سنانے میں کسی قدر تامل ہوا۔ مگر جب لوگوں کا اصرار زیادہ دیکھا تو یہ دو شعر عجیب بے تابی و بیقراری کی شان سے پڑھ کے سنائے

اگر تو اس میں عیب لگانا چاہے تو اسے چمکنے والے بدر سے تشبیہ دے اس کے لئے یہی عیب بہت ہے کہ وہ چودھویں رات کے چاند کی سی بتائی گئی۔
لبنیٰ کو انسانوں پر دیسی ہی فضیلت ہے جیسی فضیلت کہ شب قدر کو ہزار مہینوں پر دی گئی ہے"
ابو عامر۔ (مسکرا کے) کچھ رجز یا شجاعت کی تعریف میں کہا ہو تو وہ بھی فرمائیے"۔
قیس "میں تو عذری شاعر ہوں، عشق ہی سے چھٹی نہیں ملتی"۔

ابو عامر نے خیال کیا کہ یہ اپنی قوم کی کسی لڑکی پر جس کا نام لبنیٰ ہے فریفتہ ہو گیا ہے اور بولا۔ "تمہاری بنت عم بڑی خوبصورت ہو گی"؟ یہ سنتے ہی قیس کے دل میں جوش عشق کا طوفان بپا ہو گیا۔ زور و شور سے سینہ پر ہاتھ مار کے بولا! یہ تو خدا کو معلوم ہو گا کہ بنت عم ہے یا کون ہے مگر اتنا یاد رکھو کہ اگر

نقاب الٹ کے اپنی صورت دکھادے تو لوگ اس کے سامنے سجدے میں گر پڑیں
ابو عامر۔ (مسکرا کے) ایسا نہ کرو کہ شاعری تمہیں مشرک بنادے بنی عذرہ کا
حسن بھی مشہور ہے اور عشق بھی۔ مگر الحمدللہ کہ اب جزیرۃ العرب کے تمام
قبائل مومن و موحد ہیں۔
قیس۔ الحمدللہ! اور مجھے بھی شرف ایمان حاصل ہے لیکن یا اخا العرب (بھائی)
عشق سے لاچار ہوں۔ صرف شاعری کے لئے عاشق نہیں بلکہ سچ سچ دل و جان
سے عاشق ہوں۔ چاہتا ہوں کہ اس مصیبت سے نجات ملے مگر کسی طرح پیچھا نہیں چھٹتا۔
ابو عامر۔ تو خانہ کعبہ میں جاؤ اور غلاف کعبہ پکڑ کے دعا کرو۔ امید ہے کہ تمہاری
دعا سنی جائے گی ان باتوں کے بعد ابو عامر نے قیس کو لے جا کے اپنے خیمے کے
اندر بٹھایا کیونکہ اب آفتاب میں تیزی پیدا ہونے لگی تھی اور دھوپ
ناقابل برداشت ہو گئی تھی۔

چوتھا باب

فرودگاہِ جاناں

ابو عامر تو قیس کو اپنے خیمے میں بٹھا کے سامان مہمان داری کی فکر میں
چلا گیا اور قیس نے تنہائی میں موقع پاتے ہی محبوبۂ بری جمال کی طرف توجہ کی
کچھ دیر اس کے خیال سے باتیں کیں پھر ایسا معلوم ہوا کہ گویا اس کے خلوت خانۂ
دل سے لبنیٰ اسے محروم و ناکام چھوڑ کے چلی گئی اب اس نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور
بولا، "پھر وہی محرومی پھر وہی غم ہجراں، پھر وہی دل کا تڑپنا، پھر وہی جگر پر چھریوں

کا چلنا کیا کروں؟ اور کہاں جاؤں؟ اب تو مجھے یہ بھی یاد نہیں رہا کہ کیا قصد تھا اور کہاں جاتا تھا؟ ابو عامر نے سچ کہا کہ بیت اللہ کعبہ میں جاکے مرض عشق سے نجات پانے کی دعا کروں؟ لیکن نہیں مرض عشق سے بھاگنا اور لبنیٰ کی محبت سے محروم ہونا خدا نہ کرے جس دل میں عشق نہیں پتھر ہے۔ جس آنکھ کو کسی دلدار ناز آفرین کی زیارت نہیں نصیب ہوئی بے کار ہے بحق کور بہ چشمے کہ لذت بین دیدارے نہ شد! اچھا یہ بھی نہیں تو پھر یہ زندگی کے سخت دن کیونکر کاٹوں اور کس کام میں مشغول ہوں؟ خدا جانے لبنیٰ کو میرا خیال ہے کہ نہیں؟ میں تو اس کے لئے تڑپ رہا ہوں زندگی سے بیزار ہوں۔ اور وہ وادیٔ اراک میں جاجاکے بیٹھتی اپنے خیموں کے سامنے کھیلتی۔ بنی کعب کے خیموں کے آس پاس خرام ناز کی مشق کرتی اور اپنی سہیلیوں میں بیٹھ کے دل بہلاتی ہوگی اسے میرا خیال کیوں ہونے لگا تھا؟ فیاض شیخ قبیلۂ کعب حباب کے خیمے کے پاس مجھ سے صدہا غریب الوطن تھکے ماندے ٹھہرے، اس کی دعوت سے فیض یاب ہوئے اور چلے گئے ہوں گے۔ انہیں میں ایک میں بھی ہوں۔ خوش نصیبی سے ایک دن کے لئے اس جنت ارضی کی سیر کر آیا اور شب و روز دل پر آرزو سے یہ آواز نکلا کرتی ہے کہ "ایک بار دیکھا دوبارہ دیکھنے کی ہوس ہے"۔ مگر یہ تو نہ ہوا ہوگا کہ سب مجھ سا دل صد چاک لے کے بنی کعب کے خیموں سے نکلے ہوں اور جب میری یہ حالت ہے تو اس پر کہاں تک اثر نہ پڑا ہوگا؟"

اتنے میں ایک کوّا ایک ببول کی ٹہنی پر بیٹھ کے اس آواز میں بولا جو عرب والوں میں خوش فالی کی دلیل سمجھی جاتی ہے۔ سنتے ہی قیس نے چونک کے کہا "یہ

توغراب البین (فراق کی خبر دینے والا کوّا) نہیں۔ یہ وصال کا مژدہ سنا رہا ہے تو کیا مجھے اس کا وصال نصیب ہوگا؟ مگر ایسی قسمت کہاں! (کچھ سوچ کے) لیکن لبنیٰ نے کہا تھا کہ ہر پندرہویں دن جمعہ کو وہ بنی عامر کے تالاب سے جا کے پانی لایا کرتی ہے۔ کیا یہ نہیں ہوسکتا کہ میں وہاں ٹھہر کے انتظار کروں! ٹھیک ہوسکتا ہے۔ اور یہ کوّا یہی بتا رہا ہے کہ بنی عامر کا تالاب موعد (مقام وعدہ) ہے (تھوڑی دیر ایک غوطہ میں رہ کے) کیا اچھا ہوتا کہ میں اس وقت تک یہیں پڑا رہتا۔ اور جب وہ اپنی سہیلیوں کے ساتھ آتی تو اس کے ساتھ ہی تالاب پر جاتا لیکن اس میں بنی لخم والوں کو بدگمانی ہوگی اور فوراً بنی کعب والوں میں خبر ہو جائے گی۔ میری جان چاہے جائے یا رہے مگر مجھے اس کی عزت و حرمت بچانے کا ضرور لحاظ رکھنا چاہیئے"۔

یہیں تک کہنے پایا تھا کہ اُمّ عامر نے آکے کہا۔ "کھانا تیار ہے جلدی چلئے پاس کے خیمے میں ابو عامر آپ کا انتظار کر رہے ہیں"۔

قیس:- "مگر میں تو سمجھتا تھا کہ فقط شام کو کھاؤں گا۔ شیخ بنی کعب حباب نے رات کو اتنا کھلا دیا کہ ابھی تک بھوک نہیں"۔

امّ عامر:- "ہم بھی اس وقت کچھ زیادہ اچھا کھانا نہیں مہیا کر سکتے ہیں آپ کو قدید (ابالا ہوا خشک گوشت) خرمے ستو اور اونٹ کے دودھ کے سوا کچھ نہ مل سکے گا۔ تازی روٹیاں تک میں نہیں تیار کر سکی"۔

قیس:- "خاتون، آپ نے جو چیزیں فرمائیں میرے لئے نعمتیں ہیں، مگر اچھا ہوتا کہ میں شام ہی کو کھاتا"۔

ام عامر "کچھ تو چل کے کھا لیجیے"
اِس پر قیس کو انکار کرتے نہ بنی اور اٹھ کے اُسکے ساتھ خیمہ میں گیا جس میں کھانے کا سامان مہیا کیا گیا تھا۔ ابو عامر نے مرحبا کہہ کے اپنے برابر بٹھایا اُس کی بی بی اور بیٹی نے کھانا لا کے سامنے رکھا اور سب نے بسم اللہ کہہ کے کھانا شروع کیا چند ہی لقموں کے بعد قیس نے پانی مانگا اور پوچھا آپ پانی کہاں سے لاتے ہیں۔؟"

ابو عامر۔ بنی عامر کے تالاب سے اچھا پانی چار پانچ منزلوں تک کہیں نہیں مل سکتا۔ ہم وہیں سے پانی لاتے ہیں۔"

قیس۔" ہاں میں نے بنی کعب میں سنا تھا کہ وہ بھی اِسی تالاب سے پانی لے جاتے ہیں"

ابو عامر۔ جی ہاں برابر دسویں پندرھویں دن انکی عورتیں اور لڑکیاں پانی لینے کو آتی ہیں اور ایک دن ہمارے قریب ٹھہرتی ہیں ان پر کیا موقوف ہے تین چار منزلوں تک جتنے ابنائے بادیہ ہیں سب وہیں سے پانی لیجاتے ہیں۔

قیس۔" بنی عامر کے خیمے اِس تالاب سے کتنی دور ہیں؟

ابو عامر۔ آپ کا شاید کبھی ادھر گذر نہیں ہوا بنی عامر اس کے مشرقی کنارے پر رہا کرتے ہیں اور اپنے پانی کی قیمت لیا کرتے ہیں۔ کئی مرتبہ زبردستی اور بغیر قیمت دیے پانی لینے پر کشت و خون ہو چکا ہے"

قیس۔ تو وہ بنی کعب سے بھی قیمت لیا کرتے ہیں؟"

ابو عامر۔ "سب ہی سے لیتے ہیں بنی کعب کی کیا تخصیص ہے"
قیس۔ "اور بنی کعب وہاں کس طرف جا کے ٹھہرا کرتے ہیں؟"
ابو عامر۔ اس بار بنی عامر کے پڑاؤ کے عین محاذی اور وجہ یہ ہے کہ
اُن سے بنی عامر سے صفائی نہیں ہے جو قبائل بنی عامر کے دوست اور
حلیف ہیں وہ اُن کے قریب ہی جا کے ٹھہرتے ہیں"
قیس۔ تو بنی عامر سے مجھ سے کبھی اتفاق نہ ہوگا۔
ابو عامر۔ (حیرت سے) کیوں؟ آپ کو بنی کعب سے کیا تخصیص ہے
جو بنی عامر سے خواہ مخواہ بگاڑ لیجئے گا بنی عذرہ سے اُنسے تو کسی قسم کا تعلق نہیں؟
قیس۔ بنی عذرہ سے تو تعلق نہیں مگر میں بنی کعب کا دوست ہوں مجھ
پر ان کے احسانات بہت ہیں اگر بنی کعب میں نہ پہنچ جاتا تو میں ریگ
رواں کے طوفان اور باد سموم کے خونخوار جھونکوں میں پڑکے مر چکا ہوتا"
ان باتوں میں کھانا ختم ہوگیا اور قیس ابو عامر سے اجازت لے کے اُسی
خیمے میں آکے تنہا لیٹ گیا۔ جس میں کھانا کھانے سے پہلے تھا۔ لیٹے
ہی پھر وہی خیال جاناں تھا اور وہی راز و نیاز کی باتیں۔ گو اپنے نزدیک
اسکی اس خیالی معراج کو بہت کم زمانہ گزرا تھا۔ لیکن یکایک خیال کی محویت
سے چونک کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ دن ختم ہوگیا۔ آفتاب غروب ہوا چاہتا
ہے اور شام ہونے کو ہے۔ فوراً اُٹھ کھڑا ہوا اور باہر نکل کے اپنے
میزبان ابو عامر سے مل کے کہنے لگا۔ اب مجھے چلنے کا سامان کرنا چاہیے۔
ابو عامر۔ "کھانا تو کھا لیجئے"

اِس کے جواب میں قیس بہتر کہہ کے خیمہ کے سامنے زمین پر بیٹھ گیا۔ ہر قبیلۂ عرب کی خیمہ گاہ کے سامنے اسوقت ایک خاص کیفیت پیدا ہو جایا کرتی ہے۔ چنانچہ اسوقت یہاں بھی بڑی چہل پہل ہے بنی لخم کے بچے اور نیز ان کے مویشیوں کے بچے آزادی سے کھیل رہے ہیں اور بے غمی اور بے فکری کی بھولی بھولی اور پیاری پیاری صورتیں دیکھنے والوں کے آئینہ دل پر سے بھی افکار و آلام کا زنگ مٹائے دیتے ہیں بہت سے طیور بھی اِدھر اُدھر سے آکر جمع ہو گئے ہیں اور جس طرح بچے زمین پر خوش فعلیاں کر رہے ہیں اُسی طرح وہ ببول وغیرہ صحرائی درختوں کی ٹہنیوں پر بیٹھ کے سنسان بادیۂ عرب کی زندہ دلی بڑھا رہی ہیں قیس اِس حالت کو دیکھ کر کے نہایت متاثر ہوا اور دل میں کہا کل یہی تماشہ میں بنی کعب کی خیمہ گاہ میں دیکھ رہا تھا۔ اور آج بنی لخم کے پڑاؤ میں دیکھتا ہوں۔ مگر وہ کل کی بات کہاں یہاں لبنیٰ کہاں سے آئے گی؟ مگر جسدن اپنے قبیلے کی لڑکیوں کے ساتھ آکے لبنیٰ یہاں قیام کرتی ہوگی اس دن کا لطف دیکھنے کے قابل ہوگا یقیناً ماں باپ کی نظر سے علیحدہ ہونے کے باعث وہ یہاں زیادہ آزاد زیادہ شوخ اور بہت ہی شگفتہ ہوتی ہوگی۔ اِسکے آنے کو تین چار روز ہی باقی ہیں اور وہ کیفیت یہاں عنقریب نظر آئے گی۔ مگر افسوس میں ٹھہر نہیں سکتا میری ایسی قسمت کہاں۔ خیر یہاں نہیں تو بنی عامر کے تالاب پر دیکھوں گا وہ شاید یہاں سے بھی زیادہ آرام دہ ہو کیونکہ ہمدم و ہمراز سہیلیوں کے سوا اور کوئی سامنے نہ

ہو گا اتنے میں مغرب کی اذان ہوئی اور سب نے مل کر مغرب کی نماز ادا کی چراغ کے عوض جابجا الاؤ روشن ہو گئے جن میں سے ایک بڑے الاؤ کے پاس ابو عامر نے اپنی فیاضی اور بدوی مہمان نوازی کا ثبوت دینا شروع کیا۔ دس بارہ آدمی جمع ہو گئے جن میں ابو عامر کی بی بی اور لڑکیاں بھی تھیں۔ دو بکریاں ذبح کی گئیں اور ان کا گوشت مزے لے لے کے کھایا جانے لگا۔ کل کے خلاف آج دعوت میں ایک گوہ بھی تھی جسے حاضرین دعوت میں سے ایک شخص پکڑ لایا تھا گوشت کے بعد قیس نے تھوڑا اسا اونٹ کا دودھ پیا اور الحمد للہ الذی اطعمنا و سقانا کہہ کے کہا بس میں سیر ہو گیا کھانے سے فارغ ہوتے ہی اس نے سب سے رخصت ہو کے اونٹ کی مہار ہاتھ میں لی اور شعراء یمانیہ (تارے) کی سیدھ میں چل کھڑا ہوا رات ویسی ہی گذری جیسی کہ عاشقوں کی رات ہوتی ہے کچھ بیقراری تھی کچھ الجھن تھی کچھ یاس تھی کچھ امید کبھی روتا اور کبھی ٹھنڈی سانسیں بھرتا تھا اور کبھی خیال میں محو و منہمک ہو کے رنج و راحت کو بھول جاتا۔ کبھی گاتا اور گاتے گاتے کجاوے میں سو جاتا۔ اور پھر کبھی سوتے سوتے جوش بڑھانے والا خواب دیکھ کے چونک پڑتا خدا خدا کر کے صبح ہوئی اور دامن ظلمت کے چاک ہوتے ہی بنی عامر کے تالاب کا پانی نظر آیا جس پر طیور کا ہجوم تھا اور جس کے پانی کی صورت دیکھتے ہی تشنہ لب بادیۂ عرب کے چہروں پر تازگی آ جاتی تھی۔

یہ ایک بہت بڑا تالاب تھا جسکا دور چار یا پانچ میل سے کم نہ ہوگا اگرچہ

ہر طرف ریگستان ہے مگر اُس کی تہہ کی زمین میں بالو نہیں بلکہ پتھر کی سلیں تھیں اور یہی سبب تھا کہ دیگر مقامات کے تالابوں کی طرح اسکے پانی کو عرب کی پیاسی زمین پورا نہ پی سکتی تھی جبل السواد کی برہنہ سیہ تاب کی پہاڑیوں کا فاصلہ یہاں سے مشرق کیجانب سات آٹھ میل کے قریب تھا جو ایک عظیم الشان اژدہے کی طرح اپنی جگہ پر بیحس وحرکت پڑی نظر آرہی تھیں۔ برسات میں اُن کی کئی وادیاں زور شور سے بہہ نکلتی تھیں جنکا پانی بجائے اسکے کہ سمندر کیطرف جانے کے شوق میں بڑھتے بڑھتے ریتلی زمین کی نظر ہو جائے یہاں اِس تالاب میں جمع ہو کر ٹھہر جاتا تھا اور آخر سال تک اتنی کافی مقدار میں موجود رہتا تھا کہ منزلوں کے قبائل عرب کی پیاس بجھاتا تھا۔

سامنے ہی بنی عامر کے خیمے نظر آئے جن میں اسوقت نماز فجر کی تیاریاں ہونے کی وجہ سے گرمجوشی بڑھتی نظر آتی تھی۔ کچھ لوگ تو تالاب کے کنارے پتھر کی قدرتی سلوں پر بیٹھے ہوئے وضو کر رہے تھے بعض تالاب میں اُتر کے نہاتے تھے اور اُس چبوترے پر جا جا کے بیٹھ جاتے تھے جو قبیلے کی مسجد کا کام دیتا تھا قیس نے ان سب باتوں کو دیکھا دل میں آئی کے ان میں جا کے جماعت سے نماز ادا کرے مگر پھر آپ ہی بولا اُن لوگوں سے کیوں ملے؟ سُن ہی چکا ہوں کے یہ لوگ بنی کعب کے مخالف ہیں یہ خیال کر کے تالاب کے کنارے پر جا کے ٹھہر گیا۔ پہلے اونٹ سے اُتر کر وضو کیا اور نماز پڑھی رقت قلب سے تسکین دل کے لئے درگاہ رب العزت میں دعا کی اسکے بعد اپنی زنبیل سے کچھ خرمے نکال کے کھائے اور ایک چٹان پر جو لب آب تھی

بیٹھ کے سوچنے لگا کہ مجھے کہاں ٹھہرنا چاہیئے۔ دلیں کہا اگر یہاں قریب ہی کھلے میدان میں ٹھہر جاؤں تو لیلیٰ آتے ہی پہچان لے گی۔ اور لوگوں پر افشا ہو جائے گا کہ میں اسی کے لئے ٹھہرا ہوا تھا اور شاید یہ میرے لئے بھی مضر ہو اور اسکے لئے بھی مجھے کسی ایسی جگہ قرار لینا چاہیئے۔ جہاں سے میں ہر آنے والے کو دیکھ سکوں اور کوئی مجھے نہ دیکھے یہاں عین تالاب کے کنارے کئی دن تک پڑا رہنا بھی بنی عامر کو ناگوار گذرے گا تو اپنے لئے کون مامن تلاش کروں؟

یہ کہہ کے اُس نے چاروں طرف نظر دوڑائی۔ جبل السواد کی ایک جھاڑ کی شاخ تالاب کے شمالی کناروں کے قریب تک آگئی تھی اور اسکی مختلف چوٹیاں ایک دوسرے کے پیچھے سر نکالے ہوئے لہراتے ہوئے پانی کی بہار کو جھانک جھانک کے دیکھ رہی تھیں۔ انہیں میں ایک پہاڑی اس سے بہت قریب تھی جسے غور سے دیکھ کے اس نے کہا اس چوٹی کے پہلو میں جا کر ٹھہروں تو شاید نہایت اطمینان اور فارغ البالی سے رہوں گا اول تو میری خلوت میں فرق نہ آئے گا جو آجکل مجھے عزیز ہے کسی کو خبر بھی نہ ہو گی کہ کوئی یہاں ہے بھی یا نہیں میں وہاں سے ہر آنے جانے والے کو دیکھوں گا اور مجھے جب تک خود میں نہ چاہوں گا کوئی نہ دیکھ سکے گا

اب اُسنے اپنے اونٹ کو ایک خار دار درخت میں باندھ دیا اور خود اُس ٹیلے پر چڑھ گیا جہاں سے بہت دور تک منظر آنکھوں کے سامنے ہوگئے اور اسکے پہلو میں ایک بڑا سا کھو نگھٹ بھی نظر آیا جو انسان کے بسر کرے

کے لیے بہت مناسب مقام تھا۔ یہ جگہ اگرچہ بلندی پر تھی مگر ہر طرف سے آڑ میں تھی اور راستہ بھی اسقدر نشیب و فراز کا نہ تھا کہ اونٹ کو لیجانا دشوار ہو۔ بہر تقدیر اس جگہ کو پسند کرکے اور چند روزہ قیام کے لیے منتخب کرکے وہ اونٹ کو اوپر لے گیا اسباب اُتار کے وہاں رکھا اور ایک کملی نمگیرے کی طرح تانی اور اسکے نیچے بچھونا بچھا کے اطمینان سے بیٹھ گیا اور وہ مقام یہاں سے دو چار ہی قدم پر تھا جہاں ایک چٹان کی آڑ میں بیٹھ کے انسان ہر وارد کو صاف اور ہر گذرنے والے کو دیکھ سکتا تھا اور لب آب کے لطفوں کی بخوبی سیر کر سکتا تھا چنانچہ اپنی خلوت گاہ کی درستی کے انتظام سے فارغ ہوتے ہی وہ یہاں آ کے بیٹھ گیا اور تالاب کا دلچسپ تماشا دیکھنے لگا۔

لب آب کی کیفیت ہر ملک میں اور ہر سرزمین پر نہایت پرلطف ہوتی ہے ہندوستان میں بھی دریاؤں اور تالابوں کے کنارے اکثر اوقات زندہ دل یاران صحبت کا مجمع نظر آیا کرتا ہے۔ گنگا کے کنارے ہندو تو برکت اور ثواب حاصل کرنے کے لیے جاتے ہیں مگر اسکے علاوہ بھی کچھ ایسی کیفیتیں اور دلچسپیاں ہیں جنکے شوق میں غیر قوموں کے نوجوانوں کا ہجوم ہوتا ہے اور ہم افسردہ دل بھی زندگی میں ایک برانگیختگی پیدا کرنے کے لیے جا پہنچتے ہیں تالابوں کو اور کوؤں کو سنسکرت بھاشا کے شعرا نے بھی حسن و عشق کا بہت بڑا مرکز قرار دیا ہے اور عجیب عجیب قسم کی خیال آرائیوں سے پنگھٹ کا سماں دکھایا ہے۔

مگر ارض عرب میں تالابوں کا کنارا ساری دنیا سے زیادہ لطف کی جگہ ہوتا ہے
اول تو وہاں پانی کی قلت ہے اور اسکی زیارت کو لوگوں کی آنکھیں ترسا
کرتی ہیں اسلیئے جس شوق و ذوق سے ایک بادیہ نشین عرب کی پُر شوق
آنکھیں لہراتے ہوئے پانی کو دیکھتی ہیں اور قوموں کی نگاہیں نہیں دیکھ
سکتیں علاوہ بریں ہندوستان کی طرح عرب کا بھی یہ معمول ہے کہ پانی لینے
کو زیادہ عورتیں ہی جایا کرتی ہیں مگر ہندوستان میں عورتیں دو چار قدم
ہی چل کر پانی پا جایا کرتی ہیں جہاں ان کا یہ معمول ہوتا ہے کہ دو ایک
باتیں کیں گھڑا بھرا انہیں بولیں اور اپنے گھر کا راستہ لیا۔ اس کے خلاف
عرب کی عورتیں تین تین چار چار منزلیں طے کر کے اور کئی کئی دن کا سفر کر
کے پانی پاتی ہیں لہذا وہاں دو ایک گھڑی کے لیئے نہیں بلکہ پورے ایک
شب و روز کے لیئے اور بعض اوقات دو دو چار چار دن کے لیئے
ٹھہر جاتی ہیں اور نہایت آزادی سے چلتی پھرتی، کھیلتی کودتی۔ نہاتی،
دھوتی اور کھاتی پیتی ہیں ان کے جلسے تالابوں کے کنارے دیر تک قائم
رہتے ہیں جو زندگی کی پوری پوری تصویر دکھاتے ہیں اور بہت ہی
پُر لطف و با مذاق ہوتے ہیں غرض یہ دلچسپیاں ہیں جنکو قیس نے
اپنی پوشیدہ خلوت گاہ سے بیٹھ کے دیکھنا شروع کیا ہے ؎

پانچواں باب

شبیہہ لبنیٰ یا دوسری لبنیٰ۔

قیس کو پانی کے پاس سے ہٹے چار پانچ گھنٹے نہ گزرے ہوں گے کہ
سامنے سے دس بارہ اونٹوں کی ایک قطار نظر آئی جو عین اسکی پہاڑی

گے دامن میں اور اسکی نظر کے سامنے آکر ٹھہر گئے۔ پندرہ بیس عورتیں
اِن پر سے اُتریں انہیں بٹھایا اسباب اتارا سب نے مل جل کر اپنی اپنی
چھولداریاں کھڑی کیں اور بالو کے کنارے بالو پر دوڑنے لگیں یوں تو
سب ہی ہیں زندہ دلی پھرتی اور چالاکی تھی مگر چھ سات نوخیز اور کم سن
لڑکیاں تو جوش مسرت سے بیخود ہوئی جاتی تھیں زمین پر دوڑ دوڑ
کے انہوں نے سارے پنڈے گرد آلود کر لیے کسی مقام اور کسی حال
میں انہیں قرار ہی نہیں آتا تھا۔ اُٹھی، گریں لوٹیں، اچھلیں، پھاندیں
بالو میں خوب لوٹیں اور جب دیکھا کہ وقت آخر ہو چلا ہے تو پانی میں
اُتر کے نہانے لگیں یہ نہانا بھی شور و ہنگامہ سے خالی نہ تھا چھینٹیں
اُچھالتی دور دور تک پانی پھینکتی اور ایک دوسرے سے چھینٹے
لڑتی تھیں۔ پانی کے تیز چھینٹوں کے اثر سے آنکھیں سرخ ہوگئیں
مگر اِس کھیل سے جی نہ بھرتا تھا۔

قیس خاموش بیٹھا ہوا اِس لطف کو دیکھ رہا تھا اور دل ہی
دل میں کہتا تھا لیلیٰ بھی یہاں آ کے ایسی ہی بیخودیاں دکھاتی ہوگی
اور اپنی سہیلیوں سعدیٰ اور لبینے کے ساتھ یونہی کھیلتی کودتی ہوگی،
اور اپنی سہیلیوں سمیت اگر اِن کے عوض وہی آگئی ہوتی تو اچھا تھا؟
اور میں کیسا خوش نصیب ہوتا؟ اِس کے آنے کو تو (سوچ کے) ابھی چار
دن باقی ہیں آج دوشنبہ ہے اور وہ جمعہ کو آئے گی یہ چار دن کس
طرح کاٹے کٹیں گے کوئی کام ہے نہ مشغلہ اور افسوس کوئی انیس
صحبت بھی نہیں ہاں یہ لڑکیاں جو سامنے کھیل رہی ہیں انکی خوشش

ٹہنیوں میں ذرا دل بہلتا ہے مگر یہ تو اسے یاد دلا کے دل میں اور آگ سی لگا رہی ہیں۔

اتنے میں ایک پہلو کے درخت پر نظر پڑی جو قریب ہی تھا اس کی ایک ٹہنی پر دو کبوتر باہم بیٹھے انس و محبت کے حرکات ظاہر کر رہے تھے دیکھتے ہی قیس نے ایک ٹھنڈی سانس بھری اور اس مضمون کا عربی شعر پڑھا:-

صد غنچہ بشگفت الّا دلِ مَن
اے وائے دلِ مَن! اے وا دلِ مَن

اس طرف سے اپنی نظر ہٹا کے دوسری طرف دیکھا تو نظر آیا کہ تالاب کے جنوبی کونے پر جو یہاں سے فاصلہ پر تھا چار پانچ ہرن پانی پی رہے تھے دیکھتے ہی بولا ہاں لیلیٰ کی سچی یاد دلانے والی یہ ہرنیاں ہیں ان کے خوبصورت گلے ان کی مستانہ آنکھیں اُنکی پھرتی اور چالاکی سب باتیں بعینہٖ ویسی ہی ہیں یہ لڑکیاں جو پانی میں اُتر کے نہا رہی ہیں اگرچہ شوخ و چلبلی ہیں مگر اس سے کوئی نسبت نہیں رکھتیں کہاں لیلیٰ اور کہاں یہ؟ چہ نسبت خاک را با عالم پاک، وہ شائستہ اور یہ بدتمیز اِس میں متانت ہے اور اِن میں چھچھورا پن اور سچ تو یہ ہے کہ وہ حسین و صاحب جمال ہے اور یہ بدصورت، اتنے میں شام ہو گئی آفتاب کی آخر وقت کی کرنیں پہاڑ ہی کے مغربی پہلوؤں پر سنہرا پانی پھیر کے اور متحرک سطح آب پر افشاں چھڑک کے غائب ہو گئیں طیور کا زیادہ ہجوم ہوا اور کوؤں نے ہنگامہ مچانا شروع کیا۔ مغرب کا وقت قریب دیکھ کے دل از دست دادہ قیس اپنے عزلت کدے سے نکل کر نیچے اترا تا کر لب آب بیٹھ کے وضو کرنے اور اسی طرف

چلا جدھر لڑکیاں پانی میں نہا رہی تھیں اسکی صورت دیکھتے ہی ان شوخ طبع لڑکیوں میں سے ایک بولی ہم نے بنی عامر کے تالاب کو دائرہ جلجل بنا دیا ہے تو لو وہ امراؤ القیس۵ بھی آ پہنچا۔

قیس۔ ہاں وہ دائرہ جلجل بھی ہے اور امراؤ القیس بھی ہے مگر افسوس میری عنیزہ کا کہیں پتہ نہیں اس جواب پر وہ سب لڑکیاں کسی قدر شرما گئیں اور جواب سوچ رہی تھیں کہ قیس پانی کے پاس آکے وضو کرنے بیٹھ گیا فوراً ایک لڑکی شوخی کے چشم و ابرو سے بولی "لا یبولن احدکم فی الماء الراکد" اور ساتھ ہی سب لڑکیوں نے کچھ ایسی بیباکی سے قہقہہ لگایا کہ قیس سے کچھ بنائے نہ بنی اور جھینپ گیا۔"

اب اس نے وضو کرنا شروع کیا اتنے میں ایک لڑکی پانی سے نکل کے قریب آئی اور پوچھا "میاں تم کس قبیلے سے ہو"؟ اسکے جواب میں اس نے بنی عذرہ کا نام لیا اور پھر وضو میں مشغول ہو گیا بنی عذرہ کے لفظ نے سب لڑکیوں پر عجب اثر ڈالا اور ایک دوسرے سے کہنے لگیں ہم نے بنی عذرہ میں سے سوا عاشق تن شاعر کے کسی عابد زاہد کا نام نہیں سنا ہے۔"

قیس۔ اور میں ہوں بھی شاعر لیکن جاہلیت کا نہیں اسلام کا شاعر ہوں جس کی نماز قضا نہیں ہوتی۔"

ایک لڑکی "اچھا تو تم ہمارے ساتھ تشبیب۷ کیا کرو" اور یہ کہہ اس نے اور اس کی ساتھیوں نے پھر قہقہہ لگایا۔

---

۵ یہ واقعہ عرب میں مشہور ہے اور ہم ایسے ایام عرب میں بیان کر چکے ہیں کہ مشہور شاعر جاہلیت امراؤ القیس کی معشوقہ عنیزہ اپنی سہیلیوں کے ساتھ دائرہ جلجل نامی ایک تالاب میں نہانے کو گئی تھی کہ امراؤ القیس نے پہنچ کے انکے کپڑے چھپا دیے جسکو تفصیل کے ساتھ امراء القیس نے اپنے قصیدہ میں بیان کیا ہے۔"

۶ یہ ایک حدیث ہے جس کا ترجمہ ہے کہ ٹھہرے ہوئے پانی میں کوئی پیشاب نہ کرے۔"

۷ تشبیب یعنی حسین عورتوں کے اوپر اپنا عشق ظاہر کرنا جیسا کہ شعرائے عرب کا معمول تھا

قیس :۔ (وضو سے فارغ ہو کر کے) "اور تمہارا نام کیا ہے؟"
لڑکی :۔ "لیلیٰ" یہ پیارا نام سنتے ہی قیس کے بدن میں تھرتھری سی پڑ گئی ہوش و حواس رفو چکر ہو گئے قریب تھا کہ غش آ جائے مگر آپ کو سنبھالا لیکن اب بھی وقف حیرت بنا ہوا تھا زبان سے کوئی لفظ نکل ہی نہ سکتا تھا اتنے میں ایک دوسری لڑکی قریب آ کے بولی "کیا تم ہماری لیلیٰ پر سچ مچ عاشق ہو گئے؟"
قیس ۔ "کیا کہوں دل قابو میں نہیں ع حال بیتابی دل ہوش میں آ لوں تو کہوں"
دوسری لڑکی :۔ اے ہے! یہ تو گئے گذرے ہوئے لیلیٰ۔ لو بنی عذرہ کے معشوقوں میں تمہارا نام بھی لکھ لیا گیا (قیس سے) اچھا پھر اپنا کلام تو سناؤ"
اب کیا تھا قیس نے وہ پرجوش اور سچی بیتابی دل ظاہر کرنے والے اشعار جو لیلیٰ کی تعریف میں اپنے جوش عشق میں کہے تھے جھوم جھوم کے اور حرکات مضطربانہ کے ساتھ سنانا شروع کئے۔ لڑکیاں حیرت زدہ ہو ہو کے اسکی سخن آفرینی کی داد دیتی تھیں اور زیادہ اشتیاق ظاہر کر کے اُسے اور کلام سنانے پر آمادہ کرتی تھیں قیس کو چونکہ دل کی بھڑاس نکالنے کا موقع مل گیا تھا اس لئے ساعت بہ ساعت زیادہ بیتاب ہو ہو کے اپنے اشعار سناتا تھا۔ اور زبان کسی طرح رکنے کو ہی نہ آتی تھی۔ ان اشعار میں بار بار لیلیٰ کا نام آتا تھا جس پر اس جیتے کی لیلیٰ جھینپ جھینپ جاتی تھی عام شعرائے عرب کے مذاق کے موافق جب قیس اس قسم کے مضامین کے شعر سناتا کہ لیلیٰ مجھے فلاں جگہ ملی تھی میں نے اس سے یہ کہا اور اس نے یہ جواب دیا میں نے یوں اظہار شوق کیا اور وہ یوں برہم و چیں بہ جبیں ہوئی تو اس لڑکی کی رنگت زرد پڑ جاتی جس کا نام لیلیٰ تھا اور وہ اپنی ساتھ والیوں سے قسمیں کھا کھا کے کہنے لگی۔ "خدا کی قسم میں تو اسے جانتی بھی نہیں"۔

آخر میں قیس نے ایک نظم اِس مضمون کی سنائی کہ فلاں وادی میں آدھی رات کو لیلیٰ مجھ سے ملی اور باہم راز و نیاز کی باتیں ہونے لگیں" اس کا سننا تھا کہ لیلیٰ نے جھنجھلا کے اپنا سر پیٹ لیا اور بولی "ارے ظالم مجھے کیوں بدنام کرتا ہے" اب ایک لڑکی نے قیس کی بیتابی کو حد سے گزرتے دیکھ کے ساتھ والیوں سے کہا بس اب اسے شاعر ہی رہنے دو ایسا نہ کرو کہ شاعری سے گزر کے مجنوں ہو جائے اور چونکہ آفتاب غروب ہو چکا تھا اسکی طرف دیکھ کے بولی "یہ بھی کچھ خبر ہے کہ مغرب کا وقت گزرا جاتا ہے" یہ سُن کے قیس نے آسمان پر افق مغرب کو دیکھا اور اپنی جگہ سے ہٹ کے بالو کے اُجلے اور ستھرے فرش پر کھڑا ہو کے نماز پڑھنے لگا۔ اسے نماز میں مشغول دیکھ کے لڑکیاں اپنے خیموں کی طرف چلیں مگر سب کی سب جیسے مرعوب تھیں۔

آخر ایک نے چلتے چلتے رک کے اپنی ساتھ والی لیلیٰ سے کہا، "یہ تم نے آن کی آن میں اُس پر کیا جادو کر دیا؟"

لیلیٰ۔ "جھوٹا ہے بنتا ہے اور ہمیں بناتا ہے۔ عذرا کیا تمہیں اِسکی باتوں کا یقین آ گیا؟"

عذرا۔ "میں تو نہ کہوں گی کہ اس نے خالی مسخرہ پن سے یہ شعر پڑھے اُس کے دل پر چوٹ ہے اور سچّا عاشق ہے بھلا کہیں جھوٹ چھپا رہتا ہے اسکے لب و لہجہ اسکی بیتابیوں اور بیقراریوں غرض ہر بات سے دلدادگی اور زندگی سے بیقرار ہونے کی بو آتی ہے (ایک دوسری ساتھ والی سے) کیوں بہن عفرا میں جھوٹ کہتی ہوں؟"

عفرا۔ مجھے تو یقین ہے کہ اسکا دل اسکے قابو میں نہیں ہے اور حیرت ہے

کہ اتنی جلدی باتوں باتوں میں کیونکر عاشق ہو گیا اور کس بلا کی طبیعت پائی ہے کہ بات کہتے کہتے ہیں فی البدیہہ شعر کہہ کے سنا دئے۔ عشق کتنی جلدی شاعر بنا دیا کرتا ہے۔"

یہ سن کے ایک چھوٹی لڑکی جس کا نام جمیلہ تھا بولی بہن تم سمجھتی ہو یہ شخص اسی وقت کھڑے کھڑے اور باتوں باتوں میں عاشق ہو گیا توبہ کرو بہن ان سے اس کا پرانا لسر ہے خدا جانے کہاں اس سے ملی ہیں۔ کیا کیا وعدے کئے ہیں اور نہ معلوم وہ کب سے ان پر فریفتہ ہو کے عاشقانہ اشعار کہہ رہا ہے۔"

عذرا۔ "تم سچ کہتی ہو۔"

لبنیٰ۔ "(جھنجھلا کے) تمہارا کلیجہ، بڑی آئیں وہاں سے (منہ چڑھا کے) سچ کہتی ہو! میں نہ جانوں تو بوجھوں خدا جانے کون ہے۔ کس قبیلے کا ہے کہاں کا رہنے والا ہے قسم ہے جو آج سے پہلے کبھی اسکی صورت بھی دیکھی ہو۔"

عذرا۔ اور میں سچ کہتی ہوں کہ میری سمجھ میں یہ آتا ہے کہ یہ شخص تمہارے بلانے پر ہی یہاں آیا ہے تم نے یہاں ملنے کا وعدہ کیا ہوگا وہ آ پہونچا بغیر اس کے ایک اجنبی شخص کے یہاں آنے کی وجہ؟"

عفرا۔ "اور بہن یہی سب سے پہلے اس شخص کے پاس گئیں اور کہا ہمارے ساتھ تشبیب کرو۔ اُسے کیا وہ تو تیار ہی تھا لگا عشق بازی کی آتشبازی چھوڑنے۔ انہیں کو جانا تھا۔ ہم میں سے کوئی اور نہ گئی؟

لبنیٰ۔ "خدا کے لئے ایسی باتیں نہ کرو کہ میں سن سن کے سڑن ہو جاؤں۔"

جمیلہ۔ اے کسی کو سڑی بنایا تو سڑن ہو گی"

لبنیٰ۔ "بس اب زیادہ چھیڑو گی تو رو دینے لگوں گی خدا جانے موا اجنبی!

یہاں کہاں سے آگیا کہ میرے پیچھے ایک بلا سی لگ گئی۔ اس چھیڑ چھاڑ کی گفتگو میں رات ہو گئی۔ اور یہ بدوی لڑکیاں اپنے اپنے خیموں میں گئیں مگر لبنیٰ کا دل دھڑک رہا تھا بار بار اس شخص کا خیال آجاتا اور پریشان ہونے لگتی۔ اُسے یقین ہو گیا تھا کہ یہ عذری میرے ہی رُخ زیبا کا دیوانہ ہے چنانچہ رات بھر بیقراری اور الجھن میں گذری دل ہی دل میں کہتی خدا جانے یہ کون ہے؟ کہاں رہتا ہے؟ اور اس وقت یہاں کیونکر آگیا اور یوں باتوں باتوں میں اسکا فریفتہ ہو جانا بھی تعجب کی بات ہے" پھر آپ ہی آپ ساتھ والیوں کا خیال آتا اور کہتی "یہ سب تو ایک طرف مجھے روز بروز زیادہ چھیڑیں اور ستائیں گی۔ اور دوسرے سارے قبیلے میں بدنام کریں گی" پریشان خیالی پھر خیال کو اسی دل از دست دادہ عذری نوجوان کی طرف لے جاتی خیال کا تصوّر اسکی ہو بہو تصویر آنکھوں کے سامنے لاکے کھڑی کر دیتا اور کہتی اگرچہ یہ شخص خانہ بدوش اور آوارہ گرد معلوم ہوتا ہے مجنوں کی سی باتیں کرتا ہے مگر خوبصورت اور نک سک سے درست ہے ابنائے بادیہ میں ایسی اچھی صورتیں بہت کم نظر آتی ہیں۔ سو میں ایک نہیں ہیں تو کہتی ہوں کہ ہزار میں ایک ہے۔ اکثر سنا تھا کے بنی عذرہ میں تمام قبائل عرب سے زیادہ حسن و جمال ہے مگر اب اس بات کو آنکھوں نے دیکھ لیا خلاصہ یہ کہ خیال معشوقیت کے درجہ سے گذر کے اُسے عاشق بنائے دیتا تھا۔ چنانچہ وہ صبح کو جب اُٹھی ہے تو گال کچھ پھیکے ہوئے تھے چہرا اُترا ہوا تھا بال پریشان تھے اور خمار آلود نگاہیں جھکی پڑتی تھیں سست اور پریشان حال بیٹھی تھی کہ سہیلیوں نے پاس آکے چپکے چپکے پھر چھیڑنا شروع کر دیا۔ آخر ان کی چھیڑ خانیوں سے تنگ آکر بولی:-

"بہن یہ دل لگیاں تو رہنے دو مجھے یہ بتاؤ کہ یہ تھا کیا؟ مجھے ساری

رات اسی الجھن میں گذری کیا تمہارے نزدیک وہ سچ مچ عاشق ہوگیا ہے؟

غفرا۔ "کیا تم نے پہلے اُسے کبھی نہیں دیکھا تھا؟"

لبنیٰ۔ "خدا کی قسم بالکل نہیں جانتی کہ کون ہے اور کہاں رہتا ہے۔"

عذرا۔ "تو بڑے تعجّب کی بات ہے مجھے تو جان و دل سے تمہارا عاشق معلوم ہوتا ہے اور ہاں جو شعر اُس نے سنائے وہ بھی یہی بتا رہے ہیں کہ مدّتوں سے عشق کے جال میں پھنسا ہوا ہے۔"

غفرا۔ "اور اگر پہلے پہل کل شام ہی کو تمہیں دیکھ کے عاشق ہوا ہے تو درحقیقت بڑے حیرت کی بات ہے۔"

اتنے میں تیسری سہیلی جمیلہ بھی آگئی اور چاروں لڑکیاں نکل کے تالاب کے کنارے جا بیٹھیں اور پھر اسی مسئلہ پر گفتگو ہونے لگی کہ یوں آناً فاناً یہ شخص کیونکر عاشق ہوگیا؟"

عذرا۔ "اور یہ بھی کچھ پتہ چلا کہ وہ شخص ٹھہرا کہاں ہے؟ اور یکایک کہاں سے آگیا ہے سامنے میدان خالی پڑا ہے نہ کوئی خیمہ نظر آتا ہے اور نہ کوئی اونٹ آخر وہ کہاں سے آیا تھا؟ اور کہاں چلا گیا؟"

غفرا۔ "ہاں اُس کا پتہ نہیں لگا ہے۔"

عذرا۔ "شاید وہ تالاب کے اُس پار بنی عامر میں ٹھہرا ہوا ہے۔"

جمیلہ۔ وہاں ٹھہرا ہے تو پھر اتنی دور کا چکر کھا کر وضو کے لئے ادھر آنے کی

اُسے کیا ضرورت تھی ؟

عفرا- خدا کرتا وہ آج بھی آتا تو ہم یہ ساری باتیں اُس سے پوچھ لیتے۔

یہ لڑکیاں اسی اُدھیڑ بن میں بیٹھی تھیں۔ چاروں ایک فکر و تردد میں تھیں اور اب بجائے چھیڑنے ستانے کے لبنیٰ کے ساتھ ہمدردی کر رہی تھیں۔

چھٹا باب

عاشق نامراد کی سزا و جزا

قیس یہاں سے رات کو نہایت ہی پریشان و مضطرب ہو کے گیا تھا اس کا جوشش عشق ایک کی جگہ دو چند ہو گیا تھا۔ جس طرح بت پرست ایک مورت سامنے رکھ کے خدا کی طرف رجوع کرتا ہے جس طرح ایک صوفی عشق مجازی کی سیڑھی پر قدم رکھ کے عشق حقیقی حاصل کرتا ہے اسی طرح قیس کے دل میں لبنیٰ کے ذریعہ سے اپنی اصلی لیلیٰ کی یاد تازہ ہو گئی تھی اور حد سے زیادہ بے خود و بدحواس ہو رہا تھا۔ اس کی یہ رات جیسی کٹی ویسی کٹی صبح کو اول وقت جب تک کہ تازہ وارد قافلہ والوں میں سے ایک بھی اپنے خیمے سے باہر نکلا اس نے نیچے آ کے وضو کیا نماز فجر ادا کی اور واپس جا کے اپنی اسی دلچسپ تفرح گاہ میں بیٹھ گیا جہاں سے وہ سب کو دیکھتا تھا اور کسی اور کی نظر اس پر نہ پڑ سکتی تھی ان لڑکیوں کو تالاب کے کنارے آ کے بیٹھتے دیکھا ان کی باتیں جو بہت آہستہ آہستہ ہو رہی تھیں ان کو تو کیا سنتا مگر قرائن سے سمجھ گیا کہ میرا ہی ذکر ہے دل میں کہنے لگا اس لڑکی کو یقین ہے کہ میں اس پر عاشق ہوں اور جھوٹ نہیں سمجھتی ہاں بیشک

عاشق ہوں۔ مگر اس کی کس چیز پر عاشق ہوں؟ اس کا حسن و جمال میری معشوقہ کے آگے ماند پڑا جاتا ہے۔ اس کی شوخیاں اور ادائیں بھی بھدی اور بے مزہ ہیں۔ اس کی زلفوں میں بھی وہ پیچ و خم ہے اور نہ وہ آب و تاب پھر کونسی چیز ہے جس پر میں دیوانہ ہو گیا ہوں؟ آہ! یہ اس کا نام "لبنیٰ" ہے۔ لبنیٰ کیسا اچھا اور کس قدر پیارا نام ہے؟ زبان کو اچھا معلوم ہوتا ہے۔ کانوں کو بھی بے انتہا بھلا معلوم ہوتا ہے۔ اور اس نام کی سفارش و رعایت سے بھی مجھے اس کی سب چیزیں اچھی نظر آتی ہیں۔ کیونکہ جس کا نام لبنیٰ ہو اس میں کوئی عیب ہو سکتا ہی نہیں۔" یہاں تک پہنچ کے جوش دل بڑھا۔ جذبات عشق نے سینے میں ہجوم کیا اور گھبرا کے یہ کہتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا "تو چلو اپنی پیاری لبنیٰ کی زیارت کر آؤں۔ اس نام کی برکت سے اس کی ہر چیز اور ہر ادا مجھے اچھی معلوم ہو گی۔ اور اس کا چہرہ اور اس کے تمام اعضا بھی ویسے ہی نظر آئیں گے جیسے کہ میری لبنیٰ کے ہیں۔"

الغرض اسی قسم کے مجنونانہ باتیں کرتا ہوا وہ تالاب کے کنارے ان لڑکیوں کے قریب پہنچ کے کھڑا ہو گیا۔ وہ چاروں اپنی باتوں میں اس قدر غرق تھیں کہ آہٹ بھی نہ معلوم ہوئی اور قیس نے دم انتظار کر کے جوش از خود رفتگی کے ساتھ باواز بلند لبنیٰ کی تعریف میں ایک شعر پڑھا آواز سنتے ہی سب کی سب چونک پڑیں۔ پلٹ کے اسے دیکھا گھبرا کے اٹھ کھڑی ہوئیں اور ٹھٹک کے کچھ ایسی سہمی ہوئی وضع سے کھڑی ہو گئیں کہ گویا مارے خوف کے قدم بڑھانے یا زبان سے کوئی لفظ نکالنے کی جرأت ہی نہ ہو سکتی تھی۔

ان کل والی شوخیوں اور شرارتوں کا کہیں نشان وگمان بھی نہ تھا۔ رعبِ حسن کے بہت سے نمونے دیکھے گئے ہیں۔ اکثر ہوا ہے کہ معشوق نازنین کے سامنے بہادر عاشق کے ہوش وحواس بجا نہ رہے ہوں مگر یہ رعبِ عشق کا نیا کرشمہ دیکھئے کہ بے باک نازنینوں میں ایک پرجوش عاشق کی صورت دیکھتے ہی سناٹا ہو گیا ہے۔

قیس نے جب دیکھا کہ کل کے خلاف آج یہ لڑکیاں بت بنی کھڑی ہیں اور کسی کی زبان سے ایک لفظ بھی نہیں نکلتا۔ لبنیٰ جو کل حد سے زیادہ شوخ اور چلبلی تھی۔ آج شرم سے نرگسی آنکھوں کو نیچے جھکائے ہوئے ہے اور بجائے آگے بڑھنے کے پیچھے ہٹتی اور اپنی سہیلیوں کی آڑ میں دبی جاتی ہے، تو اور زیادہ از خود رفتہ ہوا اور عجب مجنونانہ جوش اور مستانہ بیباکی سے اپنے اشعار سنانا شروع کیے۔ جن میں اپنے خیال اور اپنی زبان کی مدد سے وہ ہر قسم کے مزے لیتا۔

اس کیفیت کو قبیلے کی چند اور عورتوں نے دیکھا جو دور پر کھڑی دیکھ رہی تھیں۔ متعجب ہو کے پاس آئیں۔ اور حیرت زدگی کی وضع سے اس کلام کو سننے لگیں۔ انھیں میں اتفاقاً سامنے والی لبنیٰ کی ماں بھی تھی جس نے بیٹی کے قریب جا کے پوچھا، "یہ ماجرا کیا ہے؟" اس کے جواب میں دم بخود لبنیٰ کی زبان سے تو کچھ نہ نکلا مگر عفرا نے کہا (یا ثمہ پوچھی) اس شخص نے کل سے پریشان کر رکھا ہے۔ لبنیٰ کی صورت دیکھتے ہی عاشقانہ اشعار پڑھنے لگتا ہے اور آپ دیکھتی ہیں کہ کیسا جوش و خروش سے پڑھتا ہے؟ ہمیں پاس جا کے سمجھاتے اور منع کرنے کی بھی جرأت نہیں ہوتی!"

لبنیٰ کی ماں۔ (سخت برہمی کے ساتھ) "ایں بے حیا چاہتا ہے کہ میری لبنیٰ کو تمام قبائل عرب میں بدنام اور رسوا کر دے یہ باتیں حضریوں (بستی والوں) ہی کے لئے مبارک رہیں۔ اہل بادیہ اس میں اپنی توہین سمجھتے ہیں۔" پھر قیس کے قریب جا کے پوچھا۔ "تم کون ہو؟ اور کس پر عاشق ہو؟" اس کے جواب میں قیس نے ایک شعر پڑھا۔ جس میں آپ کو عذری اور اپنی معشوقہ کا نام لبنیٰ بتایا تھا۔ یہ جواب سنتے ہی لبنیٰ کی ماں کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ قریب تھا کہ طیش کھا کے حملہ کر بیٹھے مگر دل کو روکا اور کہا "کیا تمہیں بنی عذرہ میں کوئی لڑکی نہیں ملی جو صاحب عصمت قبائل کی لڑکیوں کو خراب کرنے آئے ہو؟ بنی عذرہ کا حسن تو دور دور مشہور ہے۔" قیس نے پھر ایک شعر پڑھا جس کا مضمون یہ تھا کہ میری لبنیٰ کے رخ زیبا پر سے اگر نقاب ہٹ جائے تو سارے عالم کے معشوق اس کے آگے سجدے میں گر پڑیں۔

لبنیٰ کی ماں۔ "میں کہتی ہوں کہ تم لبنیٰ کے عشق سے باز آؤ۔

قیس۔ لبنیٰ کا عشق چھوڑ دوں! بھلا یہ ممکن ہے؟ ملک الموت بھی اس عشق کو میرے دل سے نہیں نکال سکتا۔ دنیا بھر کے سمندر اس عشق کی چنگاری کو نہیں بجھا سکتے جو میری نازآفریں لبنیٰ نے میرے دل میں ڈال دی ہے۔

لبنیٰ کی ماں۔ میں پھر بھی کہتی ہوں کہ لبنیٰ کا نام لینے سے باز آ جاؤ ورنہ برا ہوگا۔

قیس۔ اس سے برا کچھ اور بھی ہے کہ فراق جاناں میں دل صد چاک کے ٹکڑے کو اپنی شکستہ آرزو کے ٹکڑوں کے ساتھ ملا کے ریگ کے ذروں میں بکھراتا ہوں اور پھر انہیں بیٹھ کے سمیٹتا اور چنا کرتا ہوں۔

لبنیٰ کی ماں ۔ (غضب آلود نگاہوں سے اپنی بیٹی کی طرف دیکھ کر) لبنیٰ تو اسے جانتی ہے کہ کون ہے؟"

لبنیٰ ۔ اماں جان حرمت کعبہ کی قسم کبھی پہلے میں نے اسکی صورت بھی نہیں دیکھی"

ادھر لبنیٰ نے تو ماں کو یہ جواب دیا ۔ ادھر لبنیٰ کا نام اس کی ماں کی زبان سے سن کے قیس کا جوش وخروش اور بڑھ گیا ۔ بولا "کیا پیارا نام ہے" اور ساتھ ہی کئی شعر پڑھ ڈالے جن میں لبنیٰ پر کھلا کھلا اظہار عشق کیا گیا تھا ۔

لبنیٰ کی ماں ۔ بس زیادہ جوش میں نہ آؤ ۔ اور اپنی جان کے دشمن نہ ہو ۔ لبنیٰ بھی ایک قبیلہ اور اپنے حمایتی رکھتی ہے ۔ انہیں خبر ہو گئی تو تم چاہے جہاں جا کے چھپو پتہ لگا کے مار ڈالیں گے ۔

قیس ۔ یہ جان تو لبنیٰ ہی کے لئے ہے اور اس پر قربان ہے ۔ اگر اس کے کام آ جائے تو اس سے بڑی کوئی خوش نصیبی نہیں ۔ اسکی نگاہ کے تیر تو جانستانی کرتے ہی ہیں ۔ مگر یہ حق میں اس کے تمام قبیلے والوں کو بھی دیئے دیتا ہوں جس کی جان چاہیں لے لیں کسی کو چوں وچرا کرنے کا حق نہیں"

لبنیٰ کی ماں ۔ اب مجھ میں ضبط کی تاب نہیں" ساتھ ہی اس نے غل مچایا آواز کے سنتے ہی قبیلے کی جتنی عورتیں خیموں میں تھیں سب تلواریں اور چھوٹے چھوٹے نیزے لے کے دوڑ پڑیں ۔ اور آناً فاناً میں قیس کے گرد بھیڑ لگ گئی ۔

لبنیٰ کی ماں ۔ اب بھی کہتی ہوں کہ لبنیٰ کے عشق سے باز آؤ ورنہ اچھا نہ ہو گا"

قیس ۔ لبنیٰ کا عشق رگ وپے میں سرایت کئے ہوئے ہے ۔ دل ودماغ میں بسا ہوا ہے ۔ زندگی ختم ہو گی ۔ جان چلی جائے گی مگر وہ نہ جائے گا ۔ اس کی

جو تصویر صفحۂ دل پر بن گئی ہے ایسی مضبوط ہے کہ چاہے خود دل خاک ہو جائے وہ نہ مٹے گی"۔ اس جواب کے سنتے ہی لبنیٰ کی ماں نے کہا "تو ہم بھی اپنی بے آبروئی کے متحمل نہیں ہو سکتے ہمارے مرد ہی نہیں عورتیں بھی غیور ہیں"۔ اور اس کا یہ کہ ساتھ ہی اس نے بڑھ کے قیس پر تلوار کا وار کیا۔ اب کیا تھا۔ ہر چہار طرف سے اس پہ تلواروں کے وار ہونے لگے۔ لبنیٰ کے دل پر بڑا اثر تھا کہ یہ شخص میری چشم فتان کا مارا میری زلف پریشاں کا شکار اور میرے روئے تاباں کا دیوانہ ہے۔ اسی سبب سے اس کے دل میں اس کی تھوڑی بہت محبت بھی تھی ماں کی مخالفت میں ایک لفظ بھی زبان سے نہ نکال سکتی تھی۔ جی چاہتا تھا کہ دوڑ کے درمیان آجائے اور ماں کا ہاتھ پکڑ لے مگر ایک کمسن دوشیزہ لڑکی میں اتنی جرأت کہاں ؟ گھبرا گھبرا کے اور سہم سہم کے دیکھنے لگی کہ نامراد غریب الوطن بے گناہ جان سے مارا جاتا ہے۔ کئی دفعہ عذرا اور عفراء نے کہا "بہن روکو خدا کے لئے اسے بچاؤ"۔ مگر کسی کے بنائے کچھ نہ بنی نتیجہ یہ ہوا کہ قیس زخموں سے چور ہو کے لڑکھڑایا اور دو تین دفعہ لڑکھڑا کے زمین پر گر پڑا لیکن ادھر وہ گرا اور دوسری طرف لبنیٰ بھی چیخ مار کے دھم سے گر پڑی اور بیہوش ہو گئی۔

لبنیٰ کی یہ حالت دیکھتے ہی عفراء نے غل مچایا "ہے ہے یہ کیا ہوا ؟" اور ساتھ ہی سب کی سب قیس کو چھوڑ کے ادھر متوجہ ہوئیں اور اس کے گرد سب عورتوں کا ہجوم تھا۔ ماں نے اسے دو تین آوازیں دیں اور جب کچھ جواب نہ ملا تو سر پیٹ کے کہنے لگی "کمبخت تو آج کے دن سے پہلے ہی کیوں نہ مر گئی۔ اس رسوائی کی موت سے خدا کی قسم وہ موت اچھی ہوتی"۔ ماں کی یہ سنگدلی دیکھ کے

قبیلے کی ایک عورت زمین پر بیٹھ گئی۔ لبنیٰ کا سر اٹھا کے اپنے زانو پر رکھا اس کے چہرے اور بالوں سے گرد جھاڑی۔ اپنی خمار کے کونے سے اسکی عرق آلود پیشانی پونچھی اور اسکی ماں سے کہنے لگی۔ تم اس غریب کو الزام نہ دو۔ یہ بیچاری ان باتوں کو کیا جانے ابھی ناسمجھ ہے کسی کو لڑتے یا مارے جاتے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اس شخص کو گرتے دیکھا تو سہم گئی۔ جمیلہ عفرا اور عذرا نے بھی اس کی تصدیق کی اور بولیں ہم نے ہم نے آج تک کبھی ان کو کسی مرد سے باتیں کرتے نہیں دیکھا۔ اور یہ شخص تو خدا جانے کون تھا اور یہ آفت کا مارا کدھر سے آنکلا کہ ہم بھی گھبرا گئے اور وہ بھی اسکی باتیں سن سن کے پریشان ہو گئی یا عمہ (چچی) اس میں لبنیٰ کی کوئی خطا نہیں۔

اب ماں کے دل میں مامتا کا زور ہوا۔ آنسو بہاتی ہوئی لبنیٰ کی طرف جھکی اور پوچھا۔ ابھی تک ہوش نہیں آیا؟ عفرا نے جلدی سے تالاب سے پانی لا کے اس کے منہ پر چھینٹے دئیے اور سب کو اردگرد سے ہٹایا کہ ہوا لگے ان ان تدبیروں سے خدا خدا کر کے لبنیٰ کو ذرا ہوش آیا۔ عذرا نے بڑھ کے پوچھا:

"اب کیسی ہو؟"

لبنیٰ۔ "اچھی ہوں (ذرا توقف کے بعد) "وہ شخص مرگیا؟"

ماں۔ (اور سب لوگوں کو آہستہ سے) "یہ نہ کہنا کہ مرگیا ورنہ اور سہم جائے گی (اور آواز سے) تمہیں اس سے کیا غرض؟ لے اب ہم سب پانی لے چکے گھر چلنے کی تیاری کرو۔

لبنیٰ نے اس کا کچھ جواب نہ دیا اور باہم عورتوں میں یہ تجویز قرار پائی کہ اسے اسی طرح یہاں سے اٹھا لے چلو کہ قیس کی لاش کو نہ دیکھے اگر ذرا

بھی نظر پڑ گئی تو ڈر جائے گی اور خدا جانے کیا حالت ہو جائے اگر تجویز کے مطابق ایک عورت اسے گود میں اٹھا کے خیمے میں لے گئی اور میدان صاف ہو گیا جہاں قیس کی لاش بے کسی و حسرت کی تصویر بنی پڑی تھی۔

لیلیٰ کو خیمے میں لاتے ہی سب عورتوں نے جلدی جلدی اپنی پکھالوں میں پانی بھر لیا اور روانگی کا سامان کرنے لگیں۔ ان کے ساتھ مردوں میں سے کوئی نہ تھا۔ اور دھڑکا لگا ہوا تھا کہ اگر قیس کا کوئی دوست یا حمایتی آ گیا تو غضب ہو جائیگا اسلئے جھٹ پٹ خیمے اکھاڑے انھیں اونٹوں پر لادا اور چلنے کی تیاریاں کیں جب یہ سب سامان ہو چکا تو ایک بڑی اور وسیع محمل میں لیلیٰ کو ڈالا کیونکہ ایسی ناتوانی باقی تھی اور اندیشہ تھا کہ پھر غش نہ آ جائے اور بڑی پھرتی اور چالاکی کے ساتھ اپنے گھروں کی طرف چل کھڑی ہوئیں۔

قیس ابھی اسی طرح بے جان پڑا ہے۔ بیکسی و غربت پر نہ کوئی رونے والا ہے اور نہ کوئی آنسو بہانے والا حسرت اس پر مرثیہ پڑھ رہی ہے اور یاس سرہانے گوسوار بنی بیٹھی ہے۔ اتنے میں ایک مردار خور جانور جو عرب کے ریگزاروں میں ہر جگہ منڈلاتے رہا کرتے ہیں دور سے ایک لاش پڑی دیکھ کے اترا اور اس کے سینہ پر بیٹھ گیا۔ قیس دراصل مرا نہ تھا بلکہ زیادہ خون بہہ جانے سے کمزور و ناتواں ہو کے بیہوش پڑا ہوا تھا۔ ایک بھاری جانور اسکے دھم سے سینے پر بیٹھا تو گھبرا کے آنکھیں کھول دیں اور اٹھنے کا ارادہ کیا۔ اسے زندہ دیکھ کے جانور تو اڑ بھاگا۔ مگر ایک بدوی لڑکا جس نے دور سے اس کے حرکت کرنے اور جانور کے اڑ جانے کو دیکھا تھا۔ دوڑتا ہوا اس کے قریب آیا اور

ہمدردی کے لہجہ میں پوچھا: "تمہیں کس نے زخمی کر دیا ہے۔ بڑا ظالم تھا!"
قیس :- "نہیں نہیں، ظالم نہ کہو میں اسی کا مستحق تھا۔ اور جس نے میری یہ حالت
کی بُرا نہیں کیا!"
لڑکا - "بنی کلب کی کچھ عورتیں ابھی ابھی پانی لیکے یہاں سے گئی ہیں۔ یہ ان کا فعل
تو نہیں؟"
قیس - وہ بنی کلب کی عورتیں تھیں؟ آہ تو پھر لیلیٰ ان میں کیونکر پہنچ گئی؟"
لڑکا :- "لیلیٰ کون؟"
قیس - (زخمی سینہ پر ہاتھ مارکے) یہ نہ پوچھو کون؟ وہی جس کی بدولت میری یہ
حالت ہوئی اُس نے اور اُس کے ساتھ والیوں نے مجھے زخمی کر دیا مگر آہ مار نہ ڈالا!"
لڑکا - تو اب تم کب تک یہاں پڑے رہو گے؟ میرے ساتھ میرے گھر چلو یہاں سے
تین فرسنح ہے چلنے میں تھوڑی بہت تکلیف ہوگی مگر وہاں پہونچ کے ہمارے خیمہ
میں تم بڑا آرام پاؤ گے۔
قیس - مجھ میں اتنی طاقت کہاں کہ یہاں سے حرکت کرسکوں۔ بیٹا تم جاؤ اور
مجھے اسی حالت میں پڑا رہنے دو۔"
لڑکا - میں نے اپنے والد کو کہتے سنا تھا کہ بدوی حمیت اس کی روادار نہیں
ہوسکتی کہ کسی مظلوم کو آفت میں پڑا رہنے دے۔
قیس :- "سچ کہا تھا۔ مگر میرا شمار مظلوموں میں نہیں۔ بلکہ مجھے زندوں میں بھی نہ سمجھو۔
میں تو شہید ہوں اور اپنی شہادت گاہ کو چھوڑ کے کہیں نہ جاؤں گا۔
لڑکا - یہ تو نہیں ہوسکتا۔ لیکن اچھا اس وقت میں بھی مجبور ہوں تمھاری کچھ

مدد نہیں کر سکتا۔ کل صبح اپنا اونٹ لے کے آؤں گا۔ اگر تم زندہ ہوئے تو تمہیں اپنے گھر لے جاؤں گا اور اگر تمہاری لاش ملی تو اسے دفن کر دوں گا۔

قیس۔ ہاں ہاں یہی مناسب ہے۔ بس جاؤ تم۔

لڑکا۔ ایک بات تو بھول ہی گیا۔ تمہیں بھوک لگی ہوگی۔ اور میرے پاس کچھ موجود نہیں ہے۔ جاتا ہوں بنی عامر کے گھروں سے کوئی کھانے کی چیز مانگ لاؤں۔

قیس۔ اس کی بھی کوئی ضرورت نہیں۔

لڑکا۔ اب یہ تو نہیں ہو سکتا کہ تمہیں بھوکا پڑا رہنے دوں۔

قیس۔ میں بنی عامر کے گھروں کی کوئی چیز نہ کھاؤں گا۔ ابھی تو مجھے بھوک بھی نہیں لگی ہے اور جب لگے گی خدا رزاق ہے۔ آخر بدوی لڑکا مجبوراً اسے رخصت کر کے چلا گیا۔ اور قیس نے تنہائی میں اپنے دل سے باتیں شروع کیں۔

" اب اس شہادت گاہ سے مجھے نہ ہٹنا چاہیے یہی مشہد شاق ہے اور یہیں ٹھہر کے موت کا انتظار کرنا چاہیئے۔ خدا کرتا اس وقت تک زندہ رہتا جبکہ بنی کعب کی عورتیں یہاں پانی لینے آئیں گی اور ان کے ساتھ میری پیاری لبنیٰ بھی ہوگی۔

اس خطرناک واقعہ سے وہ زندہ تو بچ گیا مگر حالت یہ تھی کہ نیم جان سے بھی بدتر تھا۔ بنی کلب کی عورتوں نے اپنے نزدیک تو اسے زندہ نہیں تھا مگر اس کو کیا کرتیں کہ اس کی زندگی باقی تھی۔ ان کے ہاتھ سے اوچھے وار کام تمام کرنے کیلئے کافی نہ ثابت ہوئے۔ جیسے تیسے کو تو بچ گیا مگر اس مصیبت کا کیا علاج کہ یہاں نہ کوئی ہمدرد تھا نہ کوئی انیس کوئی آشنا بھی نہ تھا کہ زخم باندھ دیتا تاکہ خون رکے

اور ناتوانی جو ساعت بہ ساعت بڑھتی جاتی تھی موقوف ہوئی آخر اچلے دامن صحرا نے یہ کام پورا کیا۔ کیونکہ اپنے مردار خوار جانور کے آبیٹھنے سے جب وہ چونکا ہے تو اٹھ بیٹھنے کی کوشش میں ادھر ادھر کروٹیں لیں اور ساتھ ہی صحرا نے اپنا سفید دامن یک پہار مپہاڑ کے زخموں پر پٹیاں چڑھا دیں اور خون کا بہنا رک گیا۔ اب ناتوانی کا بڑھنا تو موقوف ہوگیا لیکن یہ حالت برقرار تھی کہ دو گھڑی کے لئے ذرا ہوش آجاتا تو چار گھڑی بیہوش رہتا۔ اسی حالت میں شام ہوگئی کہ کبھی وہ ہوش میں ہوتا ہے اور کبھی بیہوش اتنی طاقت نہیں کہ اٹھ کے اپنی معینہ خلوت گاہ میں جائے اور کچھ کھالے کیونکہ جب تک غذا حلق سے نہ اترے طاقت آنا محال تھا اور کوئی دوسرا شخص بھی نہیں موجود ہے جو وہاں سے جا کے کچھ کھانے کو لادے۔ اب اس ضعف میں تو کسی قدر افاقہ ہے جو زخموں اور بکثرت خون کے بہہ جانے کی وجہ سے تھا۔ مگر بھوک کا ضعف بڑھ رہا ہے اور نڈھال کئے دیتا ہے۔ غروب آفتاب کے وقت اسے ہوش تھا کیونکہ خاک سے تیمم کر کے اس نے اشاروں اشاروں میں مفروضہ رکعتیں ادا کیں اور پھر غفلت طاری ہوگئی۔

رات اس کے لئے نہایت خطرناک ہے کیونکہ کھلے میدان میں پڑا ہے۔ اور کوئی آس پاس نہیں ممکن ہے کہ شیر کا ادھر سے گذر ہو اور رہی سہی جان کا بھی فیصلہ کردے۔ یہ بھی ڈر ہے کہ چیونٹی جو اکثر راتوں کو صحرائے عرب میں گشت لگایا کرتا ہے ٹہلتا ہوا آئے اور اسے اٹھالے جائے۔ بھیڑیوں کا بھی خطرہ ہے اور اگر بالفرض کسی وحشی درندے کا گذر نہ ہوا تو بیچ راستہ میں نیم جان و مدہوش پڑا ہوا ہے ممکن ہے کہ کسی قافلے کا گذر ہو اور اونٹ اسے کچلتے ہوئے نکل جائیں سچ ہے کہ

خدا مہربان ہے اور زندگی باقی ہے تو اب سب مصیبتوں کو جھیل کے اٹھ کھڑا ہوگا لیکن بظاہر اسباب صبح تک زندہ بچ جانے کی امید موہوم ہی معلوم ہوتی ہے۔

ساری رات اُسنے فکر اور تکلیف میں گذری اور گو غفلت بار بار طاری ہوتی مگر تھوڑی دیر کے بعد آنکھ کھل جاتی تھی اور اپنی جگہ پر پڑے پڑے کراہنے لگتا تھا کسی وحشی جانور کا اتفاقاً گذر نہیں ہوا لیکن تالاب کے قریب کی وجہ سے کئی مرتبہ ہرن پانی پینے آئے۔ اور اسے روندتے ہوئے نکل گئے۔ آخر شب کو دیر تک کی غفلت کے بعد آنکھ کھلی تو انتہا سے زیادہ پیاسا تھا۔ زمین پر لوٹتا ہوا پانی کے قریب گیا اور لیٹے لیٹے تالاب میں منہ ڈال کے پانی پیا۔ پانی سے ایک گونہ تسکین ہوئی اور پھر ایسی غفلت میں پڑ گیا کہ صبح ہوگئی آفتاب نکل آیا اور وہ اسی طرح پڑا ہے مردے میں اور اس میں کوئی فرق نہیں

اتنے میں ایک چھوٹا قافلہ پانی کے کنارے آکے ٹھیرا۔ اونٹ بٹھائے گئے سامان اتار کے رکھا گیا اور سب تو خیموں کے کھڑے کرنے اور اپنے قیام کا بندوبست کرنے میں مشغول ہوئے مگر چند عورتیں اس میں سے نکل کے ہنستی بولتی تالاب کے کنارے آئیں اور کنارے ہی کنارے ادھر اُدھر ٹہلنے لگیں آخر آتے آتے ستم زدہ قیس بن ضریح کے قریب پہنچیں جو خاک و خون میں لتھڑا اور پانی کے متصل ایک پتھر پر سر رکھے بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا اسکی صورت دیکھتے ہی ٹھٹک کے کھڑی ہوگئیں اور ایک نے تعجب کہا "بچارا ہے کسی نے بڑی بے رحمی سے مارا ہے" دوسری بولی ہاں بہن سچ مچ بے چارے پر بڑا ظلم ہے کوئی اتنا بھی نہ تھا کہ اس کے زخم باندھ دیتا یا پانی دیتا"

اب سب جھک جھک کے اسکی صورت دیکھنے لگیں یکایک ایک کی زبان سے نکلا

ایک چیخ کے ساتھ یہ کلمہ نکل گیا "ہے ہے! یہ تو ہمارا مہمان قیس ہے۔"
دوسری۔ کون قیس؟ وہی جو چار پانچ دن ہوئے ہمارے قبیلے میں تھکا ماندہ بھوکا پیاسا آیا تھا (غور سے دیکھ کر) ہاں بہن وہی ہے۔
تیسری۔ اس بیچارے کو کس نے مار ڈالا؟ یہ تو لڑنے بھڑنے والا آدمی ہی نہیں۔"
پہلی۔ مجھے اس سے ایک طرح کی محبت ہو گئی تھی۔ دل میں کہتی تھی کہ پھر اس کی صورت دیکھنے کو ملے گی یا نہیں! ہائے اب دیکھا تو اس حال میں ہے ہے بڑا ظلم ہوا۔
(چونک کے) مگر ابھی تو یہ زندہ معلوم ہوتا ہے۔ یہ کہہ کے اس نے جھک کے آواز دی "قیس قیس" مگر یہاں جواب کا ہوش کسے تھا؟ آخر سب کی صلاح ہوئی کہ اسے اٹھا کر کیچڑ سے باہر نکال کر اور تالاب سے ذرا فاصلے پر لٹائیں اور جہاں تک بنے تیمارداری اور ہوش میں لانے کی کوشش کریں۔
اس مشورے پر عمل ہوا تینوں عورتیں اسے آہستہ آہستہ اٹھا کے یہاں سے ذرا فاصلے پرلے گئیں۔ وہ جس نے سب کے پہلے پہچانا تھا۔ سرہانے بیٹھ گئی اس کا سر اٹھا کے اپنے زانو پر رکھ لیا اور سر سے اپنی خمال کھول کر اس کے چہرے اور سارے بنڈے کی گرد پونچھی اور حسرت کے ساتھ کہنے لگی۔ خدا کرے بچ جائے۔ مجھے تو امید نہیں دیکھتی ہو کہ اتنا سب ہوا۔ وہاں سے اٹھا کے یہاں لائے ہلایا ڈلایا۔ مگر انہیں ہوش نہ آیا۔ یہ جینے کے آثار نہیں۔
ناگہاں وہ بدوی لڑکا جو کل دن کو قیس کی حالت دیکھ گیا تھا دوڑتا ہوا آیا۔ اور قریب آ کے تعجب سے بولا "یہ ابھی تک زندہ ہیں؟"
پہلی عورت۔ خدا کرے زندہ ہوں۔ کیا تم جانتے ہو کہ ان پر کس نے یہ ظلم کیا؟"

لڑکا۔ ہاں جانتا ہوں ان کو بنی کعب کی عورتوں نے جو پانی لینے کل یہاں آئی تھیں زخمی کیا اور فوراً بھاگ گئیں۔

عورت۔ "بنی کعب کی عورتیں! آہ کا اِس غریب نے کیا بگاڑا تھا؟"

لڑکا۔ ان کی باتوں سے مجھے یہ معلوم ہوا کہ ان میں کوئی لڑکی تھی لبنیٰ اُس پر یہ عاشق ہوگئے اور بیتابی کے ساتھ عاشقانہ اشعار پڑھنے لگے اس پر جھنجھلا کر انھوں نے ان کو مارا۔"

دوسری عورت۔ (اپنی ساتھ والی سے جو زانو پر لئے ہوئے تھی) خیر تم تمہیں تمہارا نام تو ہے۔"

لڑکا۔ اور تم کس قبیلے کی ہو؟"

لبنیٰ۔ ہم بنی کعب سے ہیں۔" یہ کہہ کے لبنیٰ نے اپنی دونوں سہیلیوں سعدیٰ و لیلیٰ کی طرف دیکھا جنھیں ہمارے ناظرین نے بخوبی پہچان لیا ہوگا۔ اور بولی۔ بہن کوئی تدبیر کرو کہ انھیں ہوش آجائے۔

لڑکا۔ میرے نزدیک تو ان کی یہ ساری تکلفات بھوک کی وجہ سے ہے اگرچہ زخموں سے بھی چور ہیں۔ مگر فقط زخموں سے آدمی اتنا نڈھال نہیں ہوتا میں کل جب انکے پاس آیا ہوں اسوقت یہ ہوش میں تھے میں نے کہا بھی کہ ہو تو بنی عامر سے تمہارے لئے کھانے کو کچھ مانگ لاؤں مگر انہوں نے منظور ہی نہ کیا۔

سعدیٰ۔ "تو میں جاتی ہوں تھوڑے سے ستو گھول لاؤں ان کے دو چار گھونٹ حلق سے اترے تو کچھ طاقت ضرور آجائے گی۔

لبنیٰ۔ "ہاں بہن! خدا کے لئے جلدی جاؤ سعدیٰ تو ستو لینے گئی اور لبنیٰ نے تھوڑی

دیر تک خاموشی سے قیس کی صورت دیکھتی تو آنسوؤں کے کئی قطرے ٹپک پڑے۔
لیلیٰ۔ (حیرت سے) ہائیں ہن! تم ایک اجنبی شخص کے لئے رونی ہو؟"
لبنیٰ۔ (آنسو پونچھ کے) لیلیٰ تم اس کی حسرت و مظلومی کو نہیں دیکھتیں کہ کوئی رونے والا بھی نہیں۔"
لیلیٰ۔ خیر اب تو خدا نے بھیج دیا۔ اب اس سے اچھا رونے والا کسی کو کہاں سے نصیب ہوگا۔

دو ہی چار باتیں ہونے پائی تھیں کہ سعدی ایک مٹی کے پیالے میں ستو لے آئی اور قیس کا منہ کھول کے کئی مرتبہ تھوڑے تھوڑے پلائے غذا کے پیٹ میں جاتے ہی قیس نے ذرا کروٹ لی اس سے تیمار دار لڑکیوں کا حوصلہ اور بڑھا اور ستو پلائے ایک گھڑی نہ گزری ہوگی کہ قیس نے آہستہ سے آنکھیں کھول دیں اور چاروں طرف نظر ڈالی کے پھر بند کر لیں۔ ہوش میں آنے کے آثار دیکھ کے سعدی نے پکارا۔ اور قیس نے آنکھیں کھول کے کہا ہاں۔
سعدیٰ "کیسے ہو؟"
قیس۔ "اچھا ہوں"
سعدیٰ۔ تو پھر آنکھیں کیوں بند کئے لیٹے ہو؟
قیس۔ اس لئے کہ جو خواب دیکھ رہا ہوں وہ نہایت ہی دلچسپ اور مزہ دار ہے ایسا نہ ہو کہ اس تسکین بخش خواب کا سماں آنکھوں کے سامنے سے غائب ہو جائے۔
سعدیٰ۔ "یہ خواب نہیں ہے جو تم دیکھتے ہو جاگتے میں دیکھ رہے ہو"
قیس۔ "میں جاگ رہا ہوں، میری قسمت اور ایسی موافق، یہ کہہ کے چاروں طرف آنکھیں پھاڑ پھاڑ کے دیکھا اور آخر اس کی نظر لبنیٰ پر پڑی جو اس کا

سرزانوں پر لیئے بیٹھی تھی (چونک کے) کون ؟ لبنیٰ ! "

لبنیٰ - " ہاں میں ہوں - تمھارا کیا حال ہے ؟ "

قیس - " اسے نہ پوچھو "

لبنیٰ - میں نے سنا کہ تم کسی لبنیٰ پر عاشق ہوگئے اور اس بے رحم نے تم پہ یہ ظلم کیا ؟ "

قیس - ہاں میں لبنیٰ پر عاشق ہو گیا مگر میرے ساتھ یہ بے رحمی اس نے نہیں کی -

لبنیٰ - تو اب تھوڑی دیر چپکے لیٹے رہو اور جب ذرا طاقت آ لے تو اٹھ کے میرے خیمہ میں چلو -

قیس - اب میں بالکل اچھا ہوں نہ زخموں میں کوئی تکلیف ہے اور نہ کسی قسم کا ضعف معلوم ہوتا ہے -

سعدی - کیوں مجنوں کی سی باتیں کرتے ہو - ابھی تک تو یہ حال تھا کہ سر پاؤں کی خبر نہ تھی یا دو گھونٹ ستو پی لیے تو اچھے ہو گئے - "

قیس - تمہیں یقین نہیں آتا ہے ؟ لو میں دکھائے دیتا ہوں - یہ کہہ کے اٹھ بیٹھا پھر تھوڑی دیر دم لے کے کھڑا ہوگیا اور بولا جہاں چلنا ہو چلو اب تو میری صحت کا تمھیں یقین آیا ؟ یا اب بھی نہیں ؟ "

لبنیٰ - تو پھر یہ بے ہوشی یہ غفلت تمہارا مکر و فریب تھا ؟ "

قیس - " اور یہ سارے بدن میں جو زخم ہیں یہ بھی میرے فریب ہیں ؟ " کسی سے اس کا جواب نہ بن پڑا مگر سب حیران تھیں کہ ایک جاں بلب شخص کس قدر جلدی چٹکی بجاتے اچھا ہوگیا -

سعدیٰ - تو اب ان زخموں کی بھی تکلیف نہ ہوگی "

قیس - یہ زخم کیا چیز ہیں؟ ان کا تو مجھے خیال بھی نہیں آتا - ہاں مگر ایک زخم سے البتہ جان پر بنی ہوئی ہے"

لبنیٰ - وہ کونسا زخم ہے؟

قیس - وہ زخم میرے سینے کے اندر ہے جس نے جگر کے دو ٹکڑے کر ڈالے ہیں

لبنیٰ - اس خیال سے باز آؤ - بے کار اپنی زندگی خراب کرنے سے فائدہ؟"

قیس - مگر اس نقش کا دل سے مٹانا تو میرے اختیار میں نہیں"

لبنیٰ - اس عورت کے ساتھ محبت ہی کیا جو ایسی ظالم اور بے رحم ہو؟ جس کے ہاتھوں سے تم پر ایسے ظلم ہوئے ہوں"

قیس - اس میں میری لبنیٰ کی کوئی خطا نہیں - کاش خود اپنے ہاتھ سے یہ چرکے دئے ہوتے تو میں بجائے مرنے اور نیم جان ہونے کے جی جاتا"

لبنیٰ - خیر باتیں تو ہوتی رہیں گی - اب اٹھ کے خیمہ میں چلو - بالو تپ اٹھی ہے - اور دھوپ ہوتی جاتی ہے -

عذر کیا ہو سکتا ہے؟ اُٹھ کے اس میں گیا - جس میں لبنیٰ اور اسکی دونوں سہیلیاں ٹھہری ہوئی تھیں - لڑکیوں نے اسے اچھی طرح کھلایا پلایا - اس کے زخموں کو صاف کر کے باندھا اور پاس بیٹھ کے دل بہلانے لگیں -

ساتواں باب

میانِ عاشق و معشوق رمزیست

قیس ابن ذریح کے لئے اس سے زیادہ خوش نصیبی کی گھڑی نہیں ہو سکتی

بھولی معشوقہ شیریں اداکے پہلو میں بیٹھا ہے۔ خود لبنیٰ بنفس نفیس اسکی تیماردار ہے اور اسکی سہیلیاں اپنی پرلطف اور میٹھی باتوں میں اس کا دل بہلا رہی ہیں۔ یہ ایسی دولت بے مثال ہے جس کا خیال کرکے خود اسے حیرت ہوتی ہے اور اپنی خوش اقبالی پر ناز کرنے لگتا ہے۔

بنی کعب عورتوں کا خیال تھا کہ اس تالاب پر پانی پینے کو آتیں تو زیادہ سے زیادہ دو دن ٹھہر کے واپس چلی جاتیں لیکن اس مرتبہ محض ہمدردی انسانی کے خیال سے قیس کے زخموں کا علاج کرنے کے لئے ایک ہفتہ بھر یہیں پڑی رہیں۔ اپنے قبیلے والوں کے اطمینان کے لئے چند عورتیں واپس بھیجدی گئیں۔ مگر دس بارہ عورتیں جس میں لبنیٰ اور اس کی زندہ دل سہیلیاں بھی تھیں ٹھہری رہیں۔ قیس کو اب ضرورت نہ تھی کہ کوئی اس کی خبرگیری کرے کیونکہ معشوقۂ باوفا کے دیدار نے پہلے ہی دن اس میں بے حالی پیدا کر دی تھی۔ ہاں زخم جسم باقی تھے۔ جو چار ہی پانچ روز میں بھر آئے اور زخمی ہونے کے چھٹے دن وہ بالکل اچھا خاصہ تھا۔ جب دیکھئے شب و روز یہی سماں نظر آتا کہ بنی کعب کی لڑکیاں گھیرے ہوئے ہیں اور وہ تالاب کے کنارے بیٹھا جوش و خروش سے اور کمال بیتابی کیساتھ عاشقانہ اشعار پڑھ رہا ہے۔ سب لڑکیاں اور قبیلے کی کل عورتیں شاعرانہ دلچسپیوں کا لطف اٹھانے کے لئے اسے چھیڑ چھیڑ کے پرسوز و گداز اشعار سنتی ہیں ہنستی بولتی اور قہقہے لگاتی ہیں۔ سب کو یقین ہے کہ اس کی معشوقہ لبنیٰ بنی کعب کی لبنیٰ ہے اور وہ اس طرح جوش میں آکے اور بیخود ہو ہو کے شعر پڑھتا ہے کہ گویا ایک بلبل پھول کا رخ گلگوں دیکھ کے نغمہ سرائی میں اپنی جان دے ڈالتا ہے

اور سب عورتیں اور لڑکیاں تو اپنے نزدیک تو دل لگی کر رہی تھیں مگر خود لیلیٰ کے
دل میں سچے عشق کی ایک پھانس سی کھٹک جاتی جو کبھی تو اسے بے تاب کر دیتی اور
کبھی شرمندہ بنا دیتی۔ یہ حالت تھی کہ قیس کی زبان سے عاشقانہ اشعار سنتے سنتے
کسی خیال یا لفظ پر چہرے کی رنگت اڑ جاتی اور پھر آپ کو سنبھال کے اپنی حالت درست
کر لیتی۔ دل ہی دل میں بعض اوقات کہنے لگتی " اس کا خطاب میری طرف
تو نہیں! جب یہ ہمارے قبیلے میں آیا ہے۔ اس وقت بھی اس کی بعض باتیں
میرے دل میں کھٹک گئی تھیں۔ اور اب تو صاف میرے منہ پر اظہار عشق کرتا
جس کی یہ سزا ملی ہے۔ اور وہ لیلیٰ کوئی بڑی صاحب جمال عورت ہو گی مجھ میں
کونسی بات ہے کہ اسے میری طرف توجہ ہو۔ لیکن اس پر بھی اطمینان نہ ہوتا تو
خود ہی خیال آتا کہ اچھا یہ اس بنی کلب کی لیلیٰ پر عاشق ہے تو ہم لوگوں میں
بیٹھ بیٹھ کے شاعرانہ گل افشانیاں کیوں کرتا ہے؟ یا تو پتہ پوچھ کے بنی کعب کے
پڑاؤ میں پہنچتا یا ہم سب سے وحشت کھا کے جنگل کی راہ لیتا یہ کیا بات ہے کہ
گویا ہماری صحبت میں اپنی معشوقہ کو بھی بھول گیا؟ آخر عاجز و لاجواب ہو کے
دل میں کہتی خدا جانے کیا اسرار ہے اور مبہوت و پریشان ہو کے جستجو اور
غور کی نگاہوں سے قیس کی صورت دیکھنے لگتی۔ یہ ایسی باتیں تھیں جن کو وہ
کسی ساتھ والی کے سامنے زبان پر لا سکتی تھیں اور نہ کسی رازدار سہیلی پر ظاہر
کر سکتی تھی۔ مگر خود ہی تدبیریں سوچتی تھی کہ اس معمہ کو کس طرح حل کرے۔
اب اسی فکر کے باعث اس کی حالت میں تغیر ہونے لگا رات کو لیٹتی تو
نیند نہ آتی سب سوتے اور وہ اس ادھیڑبن میں ہوتی دن کو رات بھر کی

جاگی خمار آلودہ آنکھیں جو کبھی فکر مند ہوتیں اور کبھی شرم آلود۔ گویا ہر گھڑی اس کے دل کا خطرناک راز افشا کرنے پر تلی نظر آتیں۔

ایک دن تالاب کے کنارے بیٹھے بیٹھے دوپہر ہوگئی دھوپ میں حدت پیدا ہوگئی۔ ہوا کے جھونکے گرد اڑانے لگے قبیلے کی اکثر عورتیں ایک ایک کر کے اپنے خیموں میں چلی گئیں اور دو چار سہیلیاں جو باقی تھیں وہ بھی لبنیٰ سے یہ کہہ کے اٹھ گئیں کہ تم آج قیس کے شعر ہی سنا کرو گی ہم اپنے خیمے میں جاتے ہیں لبنیٰ نے معمولی طور پر انہیں روکا بھی۔ مگر انہوں نے نہ مانا اور اسے تنہا چھوڑ کے چلی گئیں تنہائی میں موقع پاتے ہی اس نے دل کڑا کر کے قیس سے کہا "قیس خالی شعر خوانی سے تو مطلب نکلنے سے رہا تم بنی کلب میں جا کے اپنی لبنیٰ کے لئے پیام کیوں نہیں دیتے۔

قیس (آہ پرسوز کھینچ کے) لبنیٰ کے عشق میں مجھے بنی کلب سے کیا واسطہ؟"

لبنیٰ۔ اچھا تم خود نہیں جاتے تو اپنے قبیلے والوں کے ذریعہ سے کوشش کرو۔

قیس۔ مجھے تو بس اتنا معلوم ہونا چاہیے کہ پیاری لبنیٰ میرے خلاف نہیں اور کسی سے مطلب نہیں۔

لبنیٰ۔ تو میں خود جا کے بنی کلب کی لبنیٰ سے ملوں؟"

قیس۔ مجھے بنی کلب سے کیا واسطہ؟ میں تو لبنیٰ کا عاشق ہوں یہ خبر نہیں کہ وہ بنی کلب میں ہے کہ بنی کعب میں"

یہ جواب سنتے ہی لبنیٰ کو ایک سنسنی سی معلوم ہوئی دل میں جو پھانس کئی دن سے آہستہ آہستہ کھٹک رہی تھی۔ زیادہ پیوست ہو کے زور سے کھٹکی دھوپ میں تمتماتے ہوئے گالوں کو اوپر اٹھایا۔ حیرت آمیز

نگاہوں سے اسے گھور کے دیکھا اور پوچھا " آخر تم کس کے فراق میں اور کس کے لئے بے تاب ہو ؟"

قیس :" آہ لبنیٰ کے لئے جو میرے دل میں بسی ہوئی ہے اور میری جان کی مالک ہے۔

لبنیٰ ۔ قبائل عرب میں سینکڑوں لبنیٰ ہیں۔

قیس ۔ جو ہے وہی ہے اور سچ تو یہی ہے کہ مجھے اس ایک لبنیٰ کے سوا اور کوئی لبنیٰ نظر ہی نہیں آتی "

لبنیٰ ۔ آخر کچھ معلوم تو ہو کون سی لبنیٰ ؟

قیس ۔ یہ رازِ عشق زبان پر نہیں آسکتا کیونکہ وہ اپنے قبیلہ میں بدنام ہو گی میری تمنائیں خاک میں مل جائیں گی۔

لبنیٰ ۔ میں وعدہ کرتی ہوں کہ تمہارا راز فاش نہ ہونے پائے گا بلکہ کوشش کروں گی کہ جس طرح سے تمہاری آرزو پوری ہو "

قیس ۔ تم اس بات کا وعدہ کرتی ہو؟

لبنیٰ ۔ ہاں سچے دل سے وعدہ کرتی ہوں "

قیس ۔ اور کسی پر ظاہر بھی نہ کرو گی ؟ "

لبنیٰ ۔ کسی پر نہیں ۔ "

قیس ۔ تمہیں میرے حال پر ترس بھی آتا ہے ؟

لبنیٰ ۔ میں اسی دن سے تمہاری ہمدرد ہوں جس دن پہلے تم ہمارے خیمہ میں آئے تھے اور ہر طرح تمہاری مدد کرنے کو تیار ہوں "

قیس۔ (چند لمحہ تامل کرکے) اور یہ بھی اقرار کرو کہ تم مجھ سے خفا نہ ہوگی؟"

لبنیٰ۔ خفا! اس میں خفا ہونے کی کون سی بات ہے؟"

قیس۔ شاید تم دل میں کہو کہ یہ پاکدامنی شریف زادیوں پر نکاح سے پہلے عشق ظاہر کرتا ہے۔

لبنیٰ۔ تمہارے معاملے میں ایسی بدگمانی نہیں ہوسکتی میں جانتی ہوں کہ تم دل کے ہاتھوں مجبور ہو اور تمہارا جوش و خروش سچا ہے۔

قیس (جوش و بیخودی سے) تم یہ بھی جانتی ہو؟

لبنیٰ۔ خوب جانتی ہوں۔ یہ نہ ہوتا تو بنی کعب کی عورتوں کے ہاتھ سے اس قدر زخمی ہونے کے بعد تمہارا عشق جاتا رہتا۔

قیس۔ تو پھر اب سچ سچ کہدوں؟

لبنیٰ۔ بے تامل اور مجھے اپنا سچا دوست سمجھ کے۔

اب قیس نے آہ سرد بھری اور بولا "آہ میں اپنے دوست کے ہاتھوں کا ستایا ہوا ہوں۔ جو میرا ہمدرد ہے۔ وہی مجھ پر ظلم کر رہا ہے جسے مجھ پر ترس آتا ہے اسی کی ستم گاری اور غفلت شعاری کا میں ستایا ہوا ہوں۔

لبنیٰ۔ یعنی بنی کلب کی لبنیٰ؟

قیس۔ ہاں لبنیٰ! مگر بنی کلب کی نہیں بلکہ بنی کعب کی"

یہ سنتے ہی لبنیٰ کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔ آنکھیں شرم سے زمین میں گڑ گئیں اور ندامت سے سر جھکایا تو اٹھانے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ ادھر

لیلیٰ کی یہ حالت ہوئی ادھر قیس نے اپنا راز عشق ظاہر کرتے ہی مستانہ بیخودی سے گا گا کے اور اپنی بیتا بیاں دکھا دکھا کے اشعار پڑھنا شروع کئے تو ان کا سلسلہ کسی طرح ختم نہ ہونے ہی کو نہ آتا تھا۔ ریگستان کے اس حصہ اور دھوپ کی اس تپش میں صحن گلشن کا یہ دلکش سماں دیر تک قائم رہا کہ پھول کی ایک متبسم کلی خاموشی سے سر جھکائے ہوئے ہے۔ اور بلبل مست نے جوش و خروش کے ساتھ شکایت کا دفتر کھول دیا۔ آخر انتہا سے زیادہ نادم ہو کے لیلیٰ بولی۔ اب ان اشعار کے سننے کی تاب نہیں لیکن مجھے تمہارے کہنے کا یقین نہیں "

قیس۔ یہ بدگمانی! دل کے چیر کے دکھاؤں تو یقین ہو سکتا ہے؟"

لیلیٰ۔ ان فضول باتوں کا کچھ نتیجہ نہیں۔ اگر بنی کلب کی لیلیٰ پر تم عاشق نہیں تو پھر بنی کلب کی عورتیں کیوں تمہاری دشمن ہو گئیں؟ ان کی لیلیٰ پر تم نے عشق ظاہر کیا ہو گا۔ اور وہ ناراض ہو ئی ہوں گی؟"

قیس۔ آہ یہ قصہ نہ پوچھو۔ میں پیاری لیلیٰ کا عاشق تھا اور اسکے شوق میں جو اشعار کہے تھے پڑھے وہ سمجھیں کہ میں انھیں کے لیلیٰ پہ عاشق ہوں اس پر بگڑ کے میری دشمن ہو گئیں۔ مگر میں نے یہ ہرگز نہیں کہا تھا کہ ان کی یا بنی کعب کی لیلیٰ میری معشوقہ ہے۔

لیلیٰ۔ تو یہ کیوں نہ بتایا کہ مجھے فلاں لیلیٰ سے واسطہ ہے؟

قیس۔ میں ان سے کہہ دیتا کہ لیلیٰ کعبیہ پہ عاشق ہوں تاکہ تمام قبائل میں میری لیلیٰ بدنام ہوتی۔ اور بنی کعب جن کا مجھ پر احسان ہے جن کے ہر متنفس میں ایک شان معشوقیت ہے۔ میرے دشمن اور خون کے پیاسے ہو جاتے۔

مجھے اسکی بھی پروانہ ہوتی۔ مگر قیامت تو یہ تھی کہ وہ لوگ میری لبنیٰ کو چین سے نہ بیٹھنے دیتے۔
لبنیٰ۔ اچھا اتنا تو ظاہر کر سکتے ہو کہ تم لوگوں کی لبنیٰ سے مجھے کوئی تعلق نہیں ہے؟
قیس۔ مگر لبنیٰ کا لفظ مجھے پیارا معلوم ہوتا ہے اور جس کسی کا نام لبنیٰ ہو وہ بھی مجھے عزیز ہے
لبنیٰ۔ ایسا ہی سٹری پن سوار ہے تو خدا حافظ ہے۔ کون قبیلۂ عرب ہے جس میں کسی نہ کسی لڑکی کا نام لبنیٰ نہ ہو۔
قیس۔ قبیلہ! مجھے ہر جگہ اور ہر چیز میں لبنیٰ کی صورت نظر آتی ہے لبنیٰ اب تم رحم۔ ہمدردی اور دردِ دل کا علاج کرنے کا وعدہ کر چکی ہو اس وعدے سے پھرنے کی سند نہیں۔
لبنیٰ۔ بیشک مجھے تمہاری حالت پر افسوس ہے اور پہلے سے زیادہ، تمھارے ساتھ ہمدردی کرنے کو تیار ہوں مگر اس شرط سے کہ تم تحمل کرو اور ضبط سے کام لو۔
قیس۔ وہ کام کرنے کو کہتی ہو جو مجھے آتا نہیں۔ اپنی بے صبری ہی کے خیال سے تو میں کسی کو اپنی پیاری لبنیٰ کا پتہ نہیں بتایا۔
لبنیٰ۔ (ذرا سوچ کے) قیس تمہارے بھلے کی کہتی ہوں کہ اس خیال سے باز آؤ ان باتوں کا انجام مجھے اچھا نظر نہیں آتا۔ تمھاری حالت دیکھ کے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کہ تم خود بھی خراب ہوگئے۔ اور اپنے ساتھ مجھے بھی خراب کروگے۔ ہم دونوں اس وقت وعدہ کرلیں کہ باہم سچی محبت رہے گی میں تمھاری ہمدرد رہونگی اور تم میرے ہمدرد ہوگے۔ اسکے سوا اور کسی قسم

کے تعلق کی نہ تم ہوس کرو اور نہ ہی اس قسم کا خیال اپنے دل میں آنے دو۔

قیس: یہ غیر ممکن ہے پیاری لبنیٰ زندگی بھر تیرا نام میری زبان پر جاری رہے گا اور مرتے وقت بھی تجھی کو پکارتا ہوا مروں گا۔

لبنیٰ۔ میں سچ کہتی ہوں کہ اس کا انجام اچھا نہیں۔

قیس۔ اپنا راز میں نے ہمدردی اور مددگار وعدہ لے کے ظاہر کیا ہے لبنیٰ اب تمہیں مجھے روکنے کا حق نہیں باقی رہا ہے۔ اور خوب یاد رکھو کہ یہ عشق میری رگ وپے میں سمایا ہوا ہے۔ کسی کے دور کئے سے دور نہیں ہو سکتا۔

لبنیٰ۔ کیا تم سمجھے ہو کہ میرے قبیلے والے تم کو پسند کرتے ہیں؟ اور تمہاری درخواست میرے ماں باپ منظور کر لیں گے؟ اس دھوکہ میں تو تم بڑی غلطی میں پڑے ہوئے ہو۔ بنی کعب اس امر میں نہایت سخت ہیں میں اس بارے میں لب تک نہیں ہلا سکتی۔ اور جب ان لوگوں کو خبر ہوگی کہ تم ان کے معزز گھرانے کی ایک لڑکی کے ساتھ عشق ظاہر کرتے ہو تو تمہارے جانی دشمن ہو جائیں گے تمہاری اتنی مجال نہ ہوگی کہ بنی کعب کے خیموں کے پاس بھی پھٹک سکو اور وہ کہیں تمہیں پا گئے تو مار ڈالیں گے۔

قیس۔ اس کا ڈر نہیں، کل کے قتل کرتے آج ہی قتل کر ڈالیں تاکہ ان کے دامن سے بدنامی کا دھبہ چھوٹے اور میری مصیبت کٹ جائے۔ آہ! میں نے عجب بے حیا زندگی پائی ہے۔ بنی کلیب کی عورتوں نے مار کیوں نہیں ڈالا اسے کیوں چھوڑ دیا کہ خود اپنی دل ربا کی زبان سے یہ بے رحمی کی باتیں سن رہا ہوں۔

لبنیٰ۔ قیس، یہ بے رحمی نہیں ہے۔ میں تمہارے بھلے ہی کے لئے کہتی ہوں۔

قیس۔ مجھے اس سے مطلب نہیں کہ دنیا کیا کہے گی۔ اور بنی کعب میرے ساتھ کیا سلوک کریں گے۔ تمام آدمی دشمن ہو جائیں گے۔ پروا نہیں لیکن اتنا معلوم ہو جاتا کہ اے لیلیٰ تو مہربان ہے، تو مجھے بُرا نہیں سمجھتی۔

لیلیٰ۔ میں نے تو پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ تمہاری ہمدرد اور دوست ہوں"

قیس۔ یہ نہیں بتایا کہ میری ان بیتابیوں کا بھی تمہارے دل پر کچھ اثر ہے؟"

اس کے جواب میں لیلیٰ خاموش ہو گئی۔ سر جھکا لیا۔ دیر تک دل ہی دل میں متردد رہی پھر سر اٹھا کے ایک ٹھنڈی سانس بھری اور کہا قیس! میں اپنے دل کا حال بیان کرنا نہیں چاہتی تھی۔ مگر تمہارے اصرار پر مجبور ہوں۔ میرا دل۔ اسی دن سے تمہارے ہاتھ میں ہے جب پہلے مجھ سے تم سے چار آنکھیں ہوئی ہیں۔ تم ضبط نہیں کرتے۔ مگر میں ضبط کرنے پر مجبور ہوں۔ میرا دل ہر وقت تمہارے خیال میں رہتا ہے۔ میری آنکھیں ہر گھڑی تمہیں ڈھونڈھا کرتی ہیں۔ اور سوتی ہوں تو تمہیں خواب میں دیکھتی ہوں مگر افسوس کہ اُف تک نہیں کر سکتی۔ گو تمہیں عشق سے روکتی اور اپنی طرف توجہ کرنے سے منع کرتی ہوں۔ مگر دل مجھ پر لعنت کرتا ہے کہ اپنے پاؤں میں آپ ہی کلہاڑی مار رہی ہوں۔ قیس میری حالت تم سے زیادہ اندوہناک ہے مگر تقدیر کے آگے زور نہیں چلتا۔ کاش تم اس عشق کو چھوڑ کے میری طرف سے بے پرواہ ہو جاتے۔ اور آرام پاتے۔ رہا میرا معاملہ تو میں جس طرح بنتا نباہتی۔ اور جو کچھ پیش آتا اُسے جھیل لیتی۔

معشوقۂ شیریں ادا کی زبان سے یہ کلمات سن کے قیس کی عجیب

حالت ہوگئی۔

پہلے تو چند اشعار گا گا کے سنائے پھر وجد و بے خودی سے اٹھ کے ناچنے لگا۔ اس کی یہ حالت دیکھ کے لیلیٰ گھبرائی کہ قیس کی یہ حرکتیں بدنام کردینگی۔ بولی:-

اب تم اس قابل نہیں رہے کہ کوئی تمہارے پاس بیٹھے۔ میں اپنے خیمے میں جاتی ہوں اور تم بھی کسی سایہ کی جگہ جا کے بیٹھو۔ لیکن خیال رہے کہ اب میری عزت و آبرو تمہارے ہاتھ ہے" یہ کہہ کے اٹھی اور قیس نے لاکھ روکنے کی کوشش کی مگر اس نے ایک نہ سنی اور بھاگ کے خیمہ میں ہو رہی

لیلیٰ کے چلے جانے کے بعد قیس کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ اور اپنی مضطربانہ حرکتوں پر پچھتایا۔ اگرچہ اس پاس کوئی نہ تھا۔ مگر مجنوں کی طرح آپ ہی آپ کہنے لگا۔ عشق! ظالم و بے رحم عشق! تو معشوقہ کی مہربانی سے فائدہ اٹھانے نہیں دیتا۔ وہ اب یہاں تھی۔ مہربان تھی ہمدردی و لطف کے لئے تیار تھی۔ مگر تو نے اسے خفا کر دیا۔ اور اگر تیرا یہی رنگ ہے تو دیکھوں تیرے ہاتھ سے مجھے کیسے کیسے آزار پہنچتے ہیں۔ مگر میں تیرے ظلم سہنے کے لئے زندہ ہی کیوں رہنے لگا۔ بس اب جینا بیکار ہے یہ کہہ کے جوش جنوں سے تالاب کی طرف لپکا اور بے تحاشا پانی میں پھاند پڑا

لیلیٰ یہاں سے چلی گئی تھی۔ دور سے اسے پانی میں کودتے دیکھا تو دل میں ڈری کہ کہیں خودکشی نہ کرلے بے اختیار دوڑی۔ اور لب آب آ کے قیس کو پکارنے لگی۔ قیس ڈوب مرنے پر تیار تھا۔ مگر چونکہ تیرنا

جاتا تھا اس لئے اپنے ارادے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ زور میں آ کے گھراؤ کی طرف بڑھتا چلا جاتا تھا کہ جب ہاتھ پاؤں چلنے سے رہ جائیں گے خواہ مخواہ ڈوب جاؤں گا۔ اسی دھن میں تھا کہ لبنیٰ کی سریلی آواز کان میں آئی۔ پہلے تو سماعت نہ کی مگر جب کئی آوازیں آئیں تو پلٹا۔ اور قریب آ کے کہنے لگا " صرف ایک تمہاری امید پر میں زندہ ہوں۔ مگر جب تم بھی چھوڑنے پر آمادہ ہو تو زندگی بیکار ہے۔
لبنیٰ۔ قیس، افسوس تم عقل سے کام نہیں لیتے بجائے اس کے کہ ہوشیاری سے کامیابی کی تدبیر کی جائے۔ تم ایسی باتیں کرتے ہو کہ اگر کوئی ہونے والی ہو تو وہ بھی نہ ہو۔ میں تمہاری ہمدردی کے لئے بے حیا بن گئی ہوں۔ وہ باتیں میری زبان سے نکل رہی ہیں جو کسی شریف عرب لڑکی کی زبان سے نہ نکلیں گی۔ مگر تم کو پرواہ نہیں اور آپے سے باہر ہوئے جاتے ہو"
قیس۔ (پانی سے نکل کر) " اچھا بتاؤ کیا تدبیر بتاتی ہو؟"
لبنیٰ۔ تم مدینہ طیبہ میں حضرت سیدنا امام حسینؓ کی خدمت میں چلے جاؤ ہمارے اباجان ان کے بڑے معتقد ہیں۔ اور تم کہتے تھے کہ تمہاری ماں نے آن حضرت کو دودھ پلایا ہے۔ وہ جس بات کو فرما دیں گے اس کے بجالانے میں والد کو عذر نہ ہوگا۔ بس تم جا کے ان سے اپنی سفارش کراؤ، اس کے سوا اور کوئی تدبیر نہیں ہے"
قیس۔ (خوش ہو کے) پیاری لبنیٰ خوب تدبیر بتائی میں سیدھا مدینہ طیبہ جاتا ہوں"
لبنیٰ۔ اور خیال رکھو کہ اب کسی کے سامنے میرا نام تمہاری زبان سے نہ نکلے۔

اور نہ تم سے سودائیوں کی سی بیتابی ظاہر ہو اگر اس کے خلاف کیا تو پھر
کبھی مجھ سے ملنے سے ہوس نہ کرنا۔
قیس۔ نہیں میں خاموش رہوں گا اور ایک گھڑی بھر بھی یہاں ٹھہر نہیں سکتا۔
خدا حافظ! یہ کہہ کے وہ لبنیٰ سے رخصت ہوا۔ اور لبنیٰ ذرا مطمئن ہو کے اپنے
خیمہ میں واپس آئی۔ ساتھ والیوں نے اس سے قیس کا حال پوچھا تو کہا اس کی
حرکتیں عجیب طرح کی ہیں باتیں کرتے کرتے اپنے اشعار پڑھنے لگا پھر
پانی میں پھاند پڑا۔ اور اس کے بعد نکل کے بولا۔ خدا حافظ! اور چلا گیا۔
ایک سہیلی۔ "تو تم نے روکا نہیں؟"
لبنیٰ۔ وہ اپنے جنون میں بھلا کسی کی سنتا تھا"
غرض ایک دن بنی کعب کی عورتیں قیس کے آنے کا انتظار کرتی رہیں۔
اور دوسرے دن خیمے ڈیرے لاد کے اپنے قبیلے کی قرودگاہ کی طرف روانہ
ہوئیں۔ مگر لبنیٰ کی یہ حالت تھی کہ گویا مسرت اور خوشی اور وہ اگلی بے تکلفی اور
فارغ البالی ہمیشہ کے لئے رخصت ہو گئی۔ ہر گھڑی ایک سوچ میں رہتا
اور دل اسی ادھیڑ بن میں لگا رہتا کہ دیکھئے کیا ہوتا ہے۔

آٹھواں باب

بارگاہ رسالت

اس واقعہ کے چار روز بعد بادیۂ عرب میں کوئی محمل نشین عورت شمال و مغرب
کی طرف سفر کر رہی ہے جس اونٹنی پر پر تکلف محمل کسی ہوئی ہے نہایت چست و چالاک

جوان سبک خرام اور اہل عرب کی نظروں میں خوبصورت و خوشرنگ ہے اور بہت اعلیٰ درجہ کی اونٹنی ہے۔ کئی اور شہسوار اس خاتون کے ساتھ ہیں اور کچھ نبرد آزمایان عرب ہیں جو اپنے لمبے نیزے بلند کئے ہوئے بطور گارڈ آف آنر کے پیچھے چلے جاتے ہیں۔ نازنین خاتون کی اونٹنی اپنے جھوم جھوم کے چلنے سے اگر مستانہ روی اور ناز و انداز کی آن بان دکھاتی ہے تو ان شیخان عرب کے اونٹ اپنی متانت و تمکنت کی چال سے رعب و جلال کی شان کا اظہار کر رہے ہیں

یہ چھوٹا سا قافلہ اب ایک درۂ کوہ میں داخل ہوا جس میں تھوڑی دور پر جا کے ایک شاداب قطعۂ زمین نظر آیا۔ کھجور کے درختوں کے ایک جھنڈ اور اس سے ملے ہوئے پہلو کے ایک عظیم الشان درخت نے تمازت آفتاب سے بچانے کے لئے اور گرد و باد کی دست برد سے پناہ دینے کے لئے یہاں ایک اچھا سا امن بنا رکھا تھا۔ یہاں پہنچتے ہی بادیہ نوردوں نے محمل اونٹنی کی پیٹھ سے اتار کے زمین پر رکھ دی۔ نازنین جو اس میں سوار تھی برقع پہن کے باہر نکلی اور حوائج ضروریہ کے لئے قریب کے سلسلۂ کوہ کے ایک گھونگھٹ میں چلی گئی۔ پھر واپس آ کے کھجوروں کے سایہ پانی کے اس سوتے کے پاس بیٹھی جس کی بدولت یہاں یہ سبزی و شادابی کا سماں نظر آ رہا ہے۔ لڑکیاں تو اس نازنین کے پاس ٹھہریں اور تمام مرد اس جھنڈ کے دوسرے پہلو پر جا کے فروکش ہوئے تاکہ عورتیں آزادی سے ہنسیں بولیں اور نامحرموں کی نظر سے بچ کے اٹھ بیٹھ سکیں۔

ان لڑکیوں میں سے ایک کا نام لبنیٰ تھا جس سے زیادہ دل فریب [illegible]

کے قریب آگ روشن کر کے ہرن کا گوشت پتیلی میں چڑھا دیا۔ پھر روٹیاں پکانا شروع کیں۔ تاکہ اپنی خاتون اور تمام ہمراہیان سفر کے لئے ثرید تیار کرے لیے کھانا پکانے میں دیر ہوئی تو خاتون نے اپنی ایک لونڈی سے کہا۔ اب تو بہت بھوک لگی ہے لبنیٰ اسے پوچھو کتنی دیر ہے؟"

بی بی کے اس حکم پر اس لڑکی نے زور سے پکارا۔ یا لبنیٰ۔ اس کے جواب میں لبنیٰ دوڑتی ہوئی آئی اور خاتون کی طرف دیکھ کے بولی"۔ لبیک"

خاتون۔ کھانے میں کیا دیر ہے۔

لبنیٰ۔ گوشت اور روٹیاں تیار ہیں۔ فقط اس بات کی دیر ہے کہ روٹیوں کو شوربے میں توڑ کے دم دے دوں"

خاتون۔ تو جلدی کرو مجھے بھوک لگی ہے۔

لبنیٰ پوچھنے کے پاس واپس جانے کو تھی کہ ایک مجنوں شخص جو فاصلے پر کھڑا تھا اور خاک اڑا رہا تھا جوش جنوں کی نشان سے دوڑتا ہوا ان عورتوں کے قریب آیا اور پوچھنے لگا۔ لبنیٰ کہاں ہے؟"

لبنیٰ۔ (ذرا برہمی سے) کون لبنیٰ؟"

شخص۔ میری لبنیٰ۔ کیا اس کے سوا کوئی اور لبنیٰ بھی ہے؟ ہرگز نہیں لبنیٰ ایک ہی ہے دو نہیں ہو سکتی۔

اس جواب پر تو لبنیٰ نے نادم ہو کے آنکھیں نیچی کر لیں۔ مگر جس چھوکری نے اس کا نام لے کر پکارا تھا مسکرا کے بولی ہاں ایک ایک ہی لبنیٰ ہے دو نہیں

شخص۔ یہاں کیا معنی کہیں اور بھی کوئی لبنیٰ نہیں ہو سکتی۔

اس کے بعد اس نے اپنا پر جوش و پر شوق اشعار پڑھنا شروع کیے۔ یہاں تک کہ منہ میں کف آ گیا۔ مگر شعروں کا سلسلہ ختم ہونے کو نہ آیا تھا شریف خاتون نے جس نے اس شخص کے آتے ہی چہرے پر نقاب ڈال لی تھی شعروں کی داد دی اور پوچھا۔

یہ تمہارا کلام ہے ؟ یا کسی اور شاعر عرب کا ؟ ہمارے ناظرین اس نووارد شخص کو بخوبی پہچان گئے ہوں گے۔ بے شک یہ جنبانی سوا قیس کے اور کسی کے کلام میں نہیں ہو سکتی۔ خاتون کے اس سوال پر جنون اور ولولے کے ساتھ بولا۔ غیرت کیسی لبنیٰ ہی کا کلام ہے۔

خاتون۔ (قہقہہ لگا کے) تو لبنیٰ آپ ہی اپنے حسن کی تعریف کر رہی ہے!

قیس۔ ہاں لبنیٰ آپ ہی اپنے حسن کی تعریف کرتی ہے۔ اور آپ ہی اپنے اوپر عاشق ہے۔

خاتون۔ خوب! اور تمہارا نام کیا ہے ؟"

قیس۔ (کمال بیساختگی سے) لبنیٰ! یہ سنتے ہی سب عورتوں نے بڑے زور سے قہقہہ لگایا۔"

خاتون۔ اور جاتے کہاں ہو ؟"

قیس۔ لبنیٰ کے پاس۔"

خاتون۔ (ہنس کے) لبنیٰ تو تمہارے پاس کھڑی ہے ؟۔

قیس۔ مگر میں نے تو سنا ہے کہ وہ مدینہ طیبہ میں جائے گی مگر افسوس کوئی رہبر نہیں۔ کاش ہوا کے جھونکے خاک کے ساتھ اڑا کے مجھے بھی لے جائے

اور تربت رسول (صلعم) کے سامنے ڈال دیتے۔ اسی آرزو میں خاک کو مٹھی میں لیکے مگر ہوا ہمیشہ خاک کو اڑاتی ہے اور مجھے چھوڑ جاتی ہے۔"

خاتون — تم مدینہ طیبہ جانا چاہتے ہو؟

قیس — ہاں وہیں دہی موعدہ ہے۔ وہیں مجھے اپنے لبنیٰ سے ملنے کی امید ہے

خاتون — کچھ اس کا بھی تو پتا دو۔ آخر کونسی اور کس قبیلہ اور کس خاندان کی لبنیٰ ہے؟

قیس — وہ جس کے آگے سب سجدہ میں گر پڑتے ہیں۔

خاتون — ایسی کوئی لبنیٰ جزیرۃ العرب میں نہیں۔ یہاں موحدین رہتے ہیں جو خدا کے آگے اور کسی کے سامنے سجدہ کرنا شرک اور حرام جانتے ہیں ایسی لبنیٰ کی تلاش ہے تو مدینہ طیبہ کے عوض روم کے نبی الاصفر (مسیحیوں) اور ایران کے بنی الاحمر (زرتشتیوں) میں جا کے ڈھونڈیئے۔

قیس — مگر وہ تو مجھے خدا پرستوں ہی کے ذریعے ملے گی"

خاتون — اچھا تو تم ہمارے ساتھ چلو۔ ہم بھی ارض طیبہ ہی کو جاتے ہیں اور وعدہ کرتے ہیں کہ تمہیں خیر الانام کی تربت پاک پر لیجا کر کھڑا کر دیں گے۔

قیس — (جوش مسرت سے از خود رفتہ ہو کے) خوشا نصیب! تو آپ کی محمل میری نظر میں محمل لبنیٰ ہے اور آپ کے ساتھ گرد کارواں بن کے چلوں گا۔

خاتون — (شرما کے) مجھے اس نظر عنایت سے معاف رکھئے میں لبنیٰ نہیں میرا نام امیّہ ہے۔ اور میرے ساتھ آپ کو پیدل چلنے کی بھی تکلیف نہ ہو گی۔ اپنے سب ہمراہیوں کے ساتھ آپ کو اونٹ پر بیٹھا کرلے چلوں گی"

قیس ۔ میں اس عنایت کے قابل نہیں۔ خود اپنا اونٹ میں نے ایک غریب بدوی کو دیدیا جو پرسوں ایک ببول کے درخت کے نیچے بیٹھا تلوؤں سے کانٹے نکال رہا تھا۔ اور آبلہ پائی کا شائق تھا۔ میں نے تو عہد کیا ہے کہ سراپا شوق بنکے پا پیادہ سفر کروں گا۔ اور ریگ رواں کے سیل میں بہتا ہوا مدینہ پہونچوں گا۔ یہ نہیں معلوم تھا کہ منزل مقصود کدھر ہے آپ کی محفل قبلہ نما کا کام دیگی اور مجھے امید ہے کہ خاک اڑاتا ہوا جا پہنچوں گا۔

خاتون ۔ تمہیں اختیار ہے اگرچہ تمہاری اس تکلیف کو ہم بہت ناگواری کے ساتھ برداشت کریں گے۔ اس کے بعد خاتون نے لبنیٰ کو اشارہ کیا کہ جا کے کھانا تیار کرے اور قیس کی طرف متوجہ ہو کے پھر بولی " تو کچھ شعر او سناؤ " قیس کے لئے اس سے بہتر کونسا مشغلہ ہو سکتا تھا۔ شعر خوانی کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اور جوش میں آ کے ایسے اچھے اور پُر اثر اشعار سنائے کہ خاتون اور اس کی ساتھ والیاں بہت محظوظ ہوئیں اور خاتون وجد میں آ کے بولی۔ تمہارے ساتھ سفر تو لطف سے گزریگا مگر اپنی اسی لبنیٰ کا واسطہ جس کے لئے بیتاب اور بیقرار ہو۔ یہ بتا دو کہ تمہارا نام کیا ہے اور کس قبیلے کے لوگوں میں سے ہو "

قیس ۔ " آہ "! اتنا زبردست واسطہ بی بی میرا نام قیس بن ذریح ہے اور بنی عذرہ میرے قبیلے والے ہیں۔

خاتون ۔ جب ہی! سوا عذری لوگوں کے اور کسی قبیلے والوں میں یہ جوش اور ذوق نہیں ہو سکتا۔ تو یقین ہے کہ لبنیٰ بھی عذریہ ہوگی " یہ آخر فقرہ اس نے چپکے سے اپنے دل میں کہا اور حکم دیا کہ کھانا لایا جائے۔ اگرچہ قیس کو ساتھ

کھلانا مناسب نہ تھا۔ مگر اس کی باتوں میں عورتوں کو کچھ ایسی دلچسپی ہوئی تھی کہ دسترخوان پر ساتھ بٹھا کے کھلایا گیا اور وہ ہمراہی مرد جو الگ بیٹھے ہوئے تھے اس ربط ضبط کو حیرت سے دیکھ رہے تھے۔

کھانے بعد دم بھر آرام کرنے کے سفر کی تیاریاں ہوئیں خاتون اپنی محمل میں جا بیٹھی پھر محمل اونٹ کی پیٹھ پر رکھ کے کسی گئی۔ ہمراہی زن و مرد اپنے اپنے اونٹوں پر سوار ہوئے اور سارہ بانوں نے مدینہ طیبہ کی طرف کوچ کیا۔ قریب قریب سب لوگوں نے اصرار کیا۔ مگر قیس نے سوار ہونے سے قطعی انکار کیا اور خاتون کے اونٹ کے برابر پاپیادہ چل کھڑا ہوا۔ دو چار قدم چلا ہو گا کہ جوش جنون نے زور کیا اور اشعار پڑھنے شروع کئے اس کے اشعار کو سب اہل قافلہ تو ذوق اور محویت سے سن رہے تھے۔ مگر اونٹوں پر بھی اتنا اثر ہوا کہ کسی اچھے حدی داں کے نغمے سے اتنے متاثر نہ ہوتے جتنے کہ ان عاشقانہ اشعار کو سن کر مست خرامی کی شان سے جھوم جھوم کے چلنے اور تیز قدم اٹھانے لگے۔

خلاصہ یہ کہ امیہ کا یہ سفر نہایت ہی پر لطف و مسرت اور دلچسپی و کامیابی کے ساتھ ختم ہوا۔ اور آٹھویں دن وہ داخل مدینہ ہوئی جہاں وہ قبل اس کے کہ اپنے گھر میں جائے اور عزیزوں سے ملے قیس کو لئے ہوئے تربت پاک کے قریب گئی اور ادب و تعظیم سے کہا۔ السلام علیک یا رسول اللہؐ، اور قیس سے مخاطب ہو کے بولی۔ لو یہی روضۂ رسولؐ ہے اور یہی وہ خطۂ جنت ہے جہاں تمہاری آرزو پوری ہو گی۔ یہ کہہ کے وہ قیس سے رخصت ہو کے اور اسے اپنے گھر کا پتہ بتا کے چلی گئی اور قیس نے بیتابی اور بیقراری

اور نہ ور و شور سے چلا چلا کے بارگاہ نبوت میں فریاد کرنا شروع کی اور
دم بھر میں ایسا ہنگامہ مچا دیا کہ بہت سے لوگ اس کی مجنونانہ حرکتوں
کا تماشا دیکھنے کے لئے جمع ہو گئے اور اس کے گرد بھیڑ لگ گئی۔

وہ کہہ رہا تھا! یارسول اللہ! میری مدد کیجئے! الغیاث یارسول اللہ!
پہلے تو کچھ دیر تک انھیں الفاظ میں شور مچاتا رہا پھر اپنے عاشقانہ اشعار پڑھنا
شروع کئے اور اس بیخودی کے جوش سے کہ نہ ادب و تعظیم کا پاس رہا اور نہ
اس بات کا کہ لوگ کیا کہتے ہوں گے اتنے میں ایک صاحب جو کہ صحابی رسول اللہ
تھے آ کے اسے نہایت ہی غیظ و غضب کی نگاہوں سے دیکھا اور کہا۔ تادب!
تادب!! (ادب سے ادب سے) دربار رسالت میں یہ شور۔ آپ کے سامنے
چلا کے بات کرنا گستاخی، بے ادبی و گمراہی ہے۔

قیس (آبدیدہ ہو کے) تو آپ مجھے بارگاہ نبوت میں فریاد بھی نہیں کرنے دیجئے گا
صحابی۔ ایسے گستاخ لوگوں کی فریاد نہیں سنی جا سکتی جا نکل دور ہو یہاں سے حضرت
سرور کائنات کی درگاہ میں ایسے شہوت پرستی کے جذبات ظاہر کرتا اور عاشقانہ
اشعار پڑھتا ہے (سب لوگوں کی طرف متوجہ ہو کے) اسے نکال دو یہاں سے
اشارہ پاتے ہی لوگوں نے ڈھکیلنا اور دھکے دے کے نکالنا چاہا۔ مگر قیس نے ایک
نہ مانی اور زمین پر لوٹ گیا اب یہ حالت تھی کہ لوگ چاہتے تھے کہ اس کی
ٹانگیں پکڑ کے کھینچ لے جائیں۔ اور کہیں لیجا کے پھینک دیں مگر وہ کسی کی پروا
نہ کرتا تھا اور شور کر کے دہائیاں دے رہا تھا۔ اَغِثْنِی یَا رَسُوْلَ اللہ
اَغِثْنِی یَا رَسُوْلَ اللہِ!۔

نواں باب

مقدس و محترم حاجت روا

روضۂ شریف کے ...... سامنے یہ ہنگامہ بپا تھا کہ ناگہاں ایک مقدس و محترم و نورانی صورت بزرگ نے آ کے لوگوں کو ڈانٹا اور فرمایا۔ اس کی ٹانگیں چھوڑ دو۔

چند اشخاص۔ یا ابن رسول اللہ (اے فرزند رسول اللہ) یہ بڑا بے ادب اور بدتمیز بدوی ہے۔ تربتِ پاک کے سامنے چیخنا اور شور مچانا ہی کیا کم بے ادبی ہے مگر کمبخت تو اس پاک و محترم مقام میں شہوت پرستی کے اشعار گا گا کے پڑھتا ہے۔ یہ بدوی ہرگز اس قابل نہیں کہ اس پر رحم کیا جائے"

بزرگ۔ ذرا ٹھہرو۔ میں سمجھائے دیتا ہوں، پھر ان بزرگ نے قیس کی طرف توجہ کی اور ارشاد فرمایا۔ یا اخ العرب تجھے کیا شکایت ہے۔ ساتھ اس کے چہرے کو غور سے دیکھا تو بے اختیار بزرگ کی زبان سے نکلا۔ ابن قیس بن ضریح، میرا رضاعی بھائی، یہ کلمات قیس کے گوش زد ہوئے تو اس نے نظر اٹھا کے اپنے ہمدرد بزرگ کی صورت دیکھی۔ گھبراہٹ کے ساتھ اٹھا اور بے تحاشا ان کے قدموں پہ گر کے لوٹنے اور تڑپنے لگا۔

بزرگ۔ (اٹھا کے اور بغل گیر ہو کے) قیس یہ کیا حالت ہے؟ اور تمہیں کس حال میں دیکھ رہا ہوں؟

قیس۔ یا ابن رسول اللہ اور اے سیدنا و مولانا الحسینؑ میں نے حضرت پاک کی صورت دیکھی اور سب تمنائیں برآئیں۔ گویا امید کا دروازہ کھلا اور مقصد وری

کی پیاری صورت نظر آگئی ۔
جناب حسینؑ ۔ تمہاری جو تمنا ہوگی پوری کیجائیگی مگر بتاؤ تو کس مصیبت میں مبتلا ہو
قیس ۔ یا حضرت بارگاہ رسالت میں صرف یہ آرزو لایا تھا کہ وہ دعا فرمائیں اور حضور کو میرے حال پر مہربان بناویں بس یہی تمنا تھی جسے اللہ جل شانہ نے پورا کر دیا۔
جناب حسینؑ ۔ لیکن اپنی مصیبت تو بیان کرو ۔
قیس ۔ یا حضرت سخت آفتوں میں پھنسا ہوں زندگی سے بیزار ہوں اور موت کا آرزومند ۔
جناب حسینؑ ۔ آخر کیوں ؟
قیس ۔ یا مولا غلام عشق کے جال میں پھنس گیا ہے جس سے نہ رہائی ہوتی ہے نہ آرزو بر آتی ہے اور نہ موت آتی ہے ۔ اسی کمبخت عشق کے ہاتھوں صدہا زخم اٹھائے اکاٹ کے ڈال دیا گیا مرنے کے قریب پہنچ گیا لیکن موت نہ آنی تھی نہ آئی۔
یہ کہہ کے اپنے اشعار پڑھنے شروع کر دئے ۔ آپ سے باہر دیکھکے امام حسینؑ اُسے تربت رسولؐ کے پاس سے دور ہٹا لے گئے اور فرمایا۔
" یہاں شور مچاتا ، چیخنا ، چلانا اور عشق و محبت کے اشعار پڑھنا بے ادبی ہے اب تم میرے ساتھ گھر چلو وہاں اطمینان سے بیٹھ کر تمہاری سرگذشت سنوں گا
غرض قیس کو آپ اپنے ہمراہ اپنے دولت خانے پر لیگئے نہایت ہی فیاضی سے خاطر و مدارات کی اور جب اسکی طبیعت ذرا ٹھکانے ہوئی تو حالت پوچھی۔
قیس نے اول سے آخر تک ساری سرگذشت بیان کی اور آخر میں عرض کیا حضرت لبنیٰ میرے دل میں بیٹھی ہوئی چٹکیاں لے رہی ہے ایک گھڑی کیلئے بھی

خیال کے سامنے سے نہیں ہٹتی۔ مگر جب ہاتھ بڑھاتا ہوں اس کی جنائی تصویر بھی ہاتھ سے دامن چھڑا کے دور چلی جاتی ہے۔

جناب حسین۔ وہ تمہارے عقد میں آنے پر راضی ہے؟

قیس۔ خدا کی قسم راضی ہے بلکہ خود اسی نے مجھے حضرت کی خدمت بابرکت میں بھیجا ہے۔ لیکن آہ! اس کے خاندان اور قبیلے والوں سے امید نہیں کہ میری درخواست قبول کریں۔

جناب حسین۔ پھر ان لوگوں کے راضی کرنے کی کیا تدبیر ہے؟

قیس۔ حضور کا فرما دینا کافی ہے لبنیٰ کہتی تھی کہ اگر جناب نے تکلیف گوارا فرما کر سفارش کر دی تو اس کا باپ جو بنی کعب کا سردار اور شیخ ہے ضرور قبول کریگا۔

جناب حسین۔ تم میرے بھائی ہو اور تمہارے لئے میں ہر طرح کی تکلیف اٹھانے کو موجود ہوں۔

قیس۔ (آبدیدہ ہو کر) یا ابن رسول اللہ! میں نے اپنے ماں باپ سے اس بارے میں التجا کی مگر انہوں نے قطعاً جواب دیدیا اور کہا بنی عذرہ کی کسی لڑکی سے عقد کرائیں گے۔ مجھے سب طرف سے ناکامی کی ڈراونی صورت نظر آرہی تھی کہ حضرت کے اس وعدے نے امید کے سوکھے باغ میں پانی برسا دیا۔ آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں۔ اب صرف آپ ہی کے ہاتھوں میں میری جان ہے اگر تمنا بر آئی تو زندگی بھر حضرت کا غلام رہوں گا اور نہیں تو تڑپ تڑپ کر کسی اور نامرادی میں جان دیدوں گا۔

جناب حسین۔ نہیں ایسا نہ ہوگا۔ تمہارے لئے کوئی تدبیر اٹھا نہ رکھوں گا

کل ہی یہاں سے چل کے تمہیں جناب سے ملاؤں گا اور جہاں تک بنے گا
لبنیٰ کو تمہارے عقد میں دلواؤں گا۔

یہ سنتے ہی قیس حضرت امام حسینؑ کے قدموں پہ گر پڑا اور پاک قدموں
پر آنکھیں رگڑ کے کہنے لگا۔ "یہی اس مقدس و محترم ذات سے اُمید تھی"

رات ہی کو سیدنا حسین علیہ السلام نے سامان سفر درست فرمایا اور دوسرے
دن علی الصباح قیس کو اپنے ہمراہ لیکر بنی کعب کی سرزمین کی راہ لی قیس کے
جوش و خروش میں اب کسی قدر کمی آگئی تھی۔ وہ بیتابیاں اور بے قراریاں
دور ہوگئی تھیں۔ انابت اور شائستگی کے ساتھ سفر کر رہا تھا اسلئے کہ جناب
سبط اصغر علیہ السلام کے تسلی و تشفی کے کلمات نے اسکے دل کو بہت کچھ تسکین
دیدی تھی۔ اسے اب بجائے محرومی قسمت کے وصل و آرزومندی کا مبارک
چہرہ نظر آرہا تھا۔ غرض اپنے آقا اور محترم ہمراہی کے ساتھ وہ خوش خوش شاداں
و فرحاں ارض بنی کعب میں پہنچا۔ بنی کعب کے خیمے ابھی ایک فرسخ کی مسافت تھے
کہ جناب امام حسین اپنے راحلے سے اتر پڑے اور قیس کو اپنے ہمراہ لے کے روانہ
ہوئے قیس کی خوش نصیبی سے بنی کعب اس دن اپنے خیموں میں ہی موجود تھے
معمول کے مطابق کہیں باہر نہیں گئے تھے۔ ایک کعبی شخص نے فاصلے سے حضرت امام
کو آتے دیکھا تو دوڑ کے سردار قبیلہ کو جناب کی خبر کی اور وہ مع چند اور معززین
قبیلے کے خیمے سے نکل کے کمال بدحواسی کے ساتھ استقبال کو دوڑا قریب جا کے
آپ کے قدم چومے اور دست بستہ عرض کیا "یا حضرت حضور کے قدوم میمنت
لزوم ادھر کیونکر آئے؟ خوشا نصیب بنی کعب کے ان کے خیموں میں ابن بنت

رسول اللہ رونق افروز ہوں۔
جنابِ حسینؑ۔ تمہارے ہی پاس آیا ہوں۔
جناب۔ حضور کا ہر کام خوشی سے پورا کیا جائیگا اور بدنصیب ہے وہ جو حضور کے حکم سے انحراف کرے آپ ارشاد فرمائیں کہ وہ کونسا کام ہے جس کے لئے حضور نے بنفسِ نفیس تکلیف گوارا فرمائی۔
جنابِ حسینؑ۔ خیمے میں بیٹھ کے اطمینان سے کہوں گا۔
جناب۔ تو حضور اونٹ پر سوار ہو لیں۔
جنابِ حسینؑ۔ اسکی ضرورت نہیں، غرض آپ پا پیادہ جناب کے خیمے میں تشریف لائے اور قیس کو پیش کر کے فرمایا۔ "اس نوجوان کو تم جانتے ہو؟"
جناب۔ خوب جانتا ہوں۔ یہ ایک شریف عذری شاعر ہے ایک رات کو ہمارے یہاں مہمان بھی رہ چکا ہے اور سنتا ہوں کہ بنی عامر کے تالاب کے کنارے کسی قبیلے کی عورتوں نے اسے زخمی کر کے نیم جان ڈال دیا تھا۔ ہماری عورتیں جو اتفاقاً پانی لینے گئی تھیں وقت پر پہنچ گئیں انہوں نے اسکی تیمارداری کی اور جب اچھا ہو گیا تب اپنے خیموں کو واپس آئیں۔
جنابِ حسینؑ۔ تمہارے نزدیک یہ شرفائے عرب میں ہے یا نہیں؟
جناب "بیشک ہے۔ بنی عذرہ کی شرافت میں کسے کلام ہو سکتا ہے۔
جنابِ حسینؑ۔ اور ایک اور بات بھی سن لو جسے شاید تم نہ جانتے ہو وہ یہ کہ یہ نوجوان میرا رضاعی بھائی بھی ہے۔
جناب۔ تو حضور کی طرح یہ بھی ہمارا آقا اور مخدوم ہے!

جنابِ حسین ۔ جب تم اسے شریف اور اچھا سمجھتے ہو تو اب مجھے اپنی درخواست بیان کرنے میں تامل نہیں میں چاہتا ہوں کہ اپنی بیٹی لبنیٰ اسکے عقد میں دیدو۔

جناب ۔ (بلا تامل) "مجھے اس میں ذرا تامل نہیں" جناب نے یہ جملہ حضرت امام کے لحاظ سے کہنے کو تو کہہ دیا۔ مگر ساتھ ہی متردد ہو گیا کیونکہ اسے قیس کو اپنا داماد بنانا پسند نہ تھا۔

جنابِ حسین ۔ "کیوں تمہیں اس میں کچھ تامل ہے؟"

جناب ۔ "مجال ہے کہ حضرت کے ارشاد کی تعمیل میں مجھے عذر ہو اگر ہمیں تامل ہے تو ۔۔ اور نہیں ہے تو ۔۔ بہر حال میں لبنیٰ اس نوجوان کے عقد میں دیجا ئیگی یہ ممکن نہیں کہ ابن رسول اللہ کا کہنا ٹل سکے۔

جنابِ حسین ۔ نہیں اگر اس میں کوئی مضائقہ ہو تو بیان کرو۔

جناب ۔ یا ابن رسول اللہ میں صرف اتنا چاہتا ہوں کہ ایسی درخواست بجائے حضور کے اس نوجوان کے باپ اور قبیلے کی طرف سے ہوتی جیسا کہ عرب میں دستور ہے تاہم حضور کا حکم بجا لانے میں مجھے ذرا بھی تامل نہیں بلکہ آپ نے ناحق تکلیف فرمائی ۔ اگر کسی معمولی شخص کے زبانی کہلا بھیجتے تو بھی مجھے عذر نہ ہوتا۔

جنابِ حسین ۔ تمہارا کہنا بھی صحیح ہے ۔ اس بات کا پیام قیس کے ماں باپ ہی کی طرف سے آنا چاہیے ۔ خیر تو جب ذریح کی طرف سے پیام آئے گا تو تم فوراً منظور کر لوگے۔

جناب ۔ میں تو بغیر اس کے بھی حضور کے حکم سے باہر نہیں۔

جنابِ امام حسینؑ اسی وقت خیمہ سے نکل کے واپس روانہ ہوئے تیج بنی کعب

نے ٹھہرنے اور کچھ نوش فرمانے کیلئے بہت اصرار کیا مگر آپ نے انکار فرمایا اور کہا۔
اب اسی وقت تم لوگوں کے ساتھ بیٹھ کے کھانا کھاؤں گا جب اس عقد کی تکمیل ہو جائے گی۔
حباب نے یہ بھی عرض کیا کہ آپ ٹھہریں میں اسی وقت نکاح پڑھائے دیتا ہوں مگر آپ نے قبول نہ فرمایا اور باہر نکل کے اپنے اونٹ پر سوار ہوئے قیس کو پیچھے بٹھایا اور سب سے رخصت ہو کے بادیہ پیمائی شروع کر دی۔ کچھ دور نکل کے ملاحظہ فرمایا تو قیس کے چہرے پر فکر و ملال کے آثار نمایاں پائے متحیر ہو کے پوچھا۔
اب تم پریشان ہو؟ خود حباب نے منظور کر لیا تو اب کس بات کا اندیشہ ہے؟
قیس۔ یا مولیٰ اب معاملہ میرے والدین کی رضامندی پر منحصر ہے۔ اور وہ ہرگز قبول نہ کریں گے۔
جناب حسینؑ۔ آخر اس کا سبب؟
قیس۔ سبب تو میں جانتا نہیں مگر ان کی منت سماجت کرنے میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا تھا۔ لیکن انہوں نے کسی طرح نہ مانا شاید قبیلے کی کسی لڑکی کو میرے لیے نامزد کیا ہے۔
جناب حسینؑ۔ تو انہیں بھی میں ہی رضامند کر دوں گا۔ بلکہ یہاں سے سیدھا بنی عذرہ ہی کی طرف چلو!
یہ فرما کے آپ نے بنی عذرہ کی راہ لی جو یہاں سے چھ منزل دور تھی چھ روز میں یہ منزلیں طے کر کے اور راستے میں مختلف قبائل میں ٹھہرتے ساتویں دن جناب امام حسینؑ بنی عذرہ کے قریب پہنچے دوپہر کا وقت تھا آفتاب نے گنبد فلک کے تنور کو خوب گرم کر دیا تھا۔ ریگ کے ذرے چنگاریاں بنے ہوئے تھے۔

اور وحوش و طیور بھی بھن جلنے کے خوف سے درول اور کھوہوں میں پناہ لے رہے تھے۔ اسی حالت میں بنی عذرہ کے خیام کو ایک میل کی مسافت پر دیکھ کر آپ شتر مبارک کی پیٹھ سے اترے تعلین مبارک کو بھی الگ کر دیا اور پا پیادہ بنی عذرہ کی طرف چلے قیس سے یہ دیکھ کے نہ رہا گیا بولا اس جلتی بالو پر حضور پا برہنہ چلیں گے؟

جناب حسین۔ ہاں ننگے پاؤں چلوں گا۔ اور جب تک تمہارا باپ صرخج میری درخواست نہ قبول کرے گا جوتہ نہ پہنوں گا۔

قیس۔ حضرت مجھے اپنی محرومی گوارا ہے مگر یہ تو نہیں دیکھا جاتا کہ حضور ایسی سخت تکلیف برداشت کریں۔

جناب حسین۔ بس اب کچھ کہو سنو نہیں، خاموش چلے چلو۔

بنی عذرہ کو جو معلوم ہوا تو سب کے سب پا برہنہ دوڑے قریب آتے ہی دوڑ کے آپ کے مبارک قدموں پر گر پڑے اور التجا کرنے لگے کہ حضور نعلین پہن لیں۔

جناب حسین۔ جبتک تمہارے خیموں میں پہنچ کے اپنا مقصد نہ بیان کر لوں گا ننگے پاؤں ہی رہوں گا۔ میں ایک کار خیر کے لئے آیا ہوں جسے ستعدی سے ننگے پاؤں ہی بجا لانا چاہئے۔

سردار بنی عذرہ۔ حضرت کا ہر کام پورا کیا جائیگا لیکن ان مبارک قدموں چلنا ہمارے کلیجوں کو بھونے ڈالتا ہے جو حکم ہو حضور جلدی ارشاد فرمائیں۔ ہم اسی وقت منظور کریں گے۔ مگر یہ نہیں دیکھا جاتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے ایسی گرم زمین پر ننگے پاؤں چلیں۔

جنابِ حسین۔ تمہارے خیمے میں بیٹھ کے بتاؤں گا کہ کس کام کے لئے آیا ہوں۔
مجبوراً سب نے گوارا کیا اور آپ نے قبیلے کے خیموں کے درمیان میں پہنچ کے
دریافت کیا کہ قیس کے باپ ضریح کا خیمہ کہاں ہے۔ ذریح نے جو حاضر تھا اپنا
نام سنتے ہی زمین پر گر کے قدم چومے اور ایک خیمہ کی طرف اشارہ کر کے
عرض کیا "غلام کا خیمہ یہ ہے" آپ نے اسی خیمہ کی طرف رخ کیا اور اندر جا کے
قبل اس کے کہ فرش پہ قدم رکھیں کھڑے ہی کھڑے فرمایا۔ ذریح میں خاص کر
تمہارے ہی پاس آیا ہوں اور امید ہے کہ تمہیں میری حاجت پوری کرنے میں دریغ
نہ ہوگا۔ چونکہ اس کا بیٹا قیس آپ کے ہمراہ تھا دل میں سمجھ گیا کہ ابن رسول اللہ
نے کس غرض سے زحمت فرمائی ہے۔ بھلا اتنی مجال تھی کہ کسی قسم کا عذر کر سکے بولا۔
"یا ابن رسول اللہ آپ کی ہر حاجت چاہے میری مرضی کے خلاف ہو یا موافق
پوری کیجائے گی۔
جنابِ حسین۔ میں چاہتا ہوں کہ تم اسے خوشی سے منظور کرو اور جب تک تم خوشی سے
منظور نہ کروگے میں نعلین نہ پہنوں گا اور نہ تمہارے فرش پر بیٹھوں گا۔
ذریح۔ میں خوشی سے منظور کروں گا حضور ارشاد فرمائیں۔
جنابِ حسین۔ قیس کی شادی کے متعلق میری خوشی ہے کہ تم سردار بنی کعب حباب
کو اسکی بیٹی لبنیٰ کے لئے پیام دو۔ اگرچہ میں نے سنا ہے کہ تم کو اس میں تامل
ہے لیکن اگر تامل ہے تو سبب بیان کرو۔
ذریح۔ میں چاہتا تھا کہ قیس کا عقد اپنے قبیلے کی کسی لڑکی کے ساتھ ہوتا لیکن
یہ لبنیٰ ہی کے پیچھے دیوانہ ہو رہا ہے اور حضور بھی سفارش فرماتے ہیں مجھے تامل نہیں

جناب حسین۔ ذریح ان لڑکوں کے ان معاملات کو خود انھیں کی مرضی پر چھوڑنا مناسب ہوتا ہے اس لئے ان کو اپنی زندگی نباہنی ہے اور ان کی زندگی کی مسرت انھیں پر منحصر ہے۔

ذریح۔ حضور کا جو ارشاد ہوگا غلام بجا لائے گا۔ لیکن آپ تشریف رکھیں۔ کیونکہ ان مبارک قدموں کو دھوپ اور جلتی ہوئی بھبل میں بڑی تکلیف ہوئی ہوگی۔

جناب حسین۔ پہلے وعدہ کرو کہ کل ہی میرے ساتھ چل کے تم جاب کو پیغام دو گے اور قیس کی خوشی پوری کرو گے۔

ذریح۔ بسر و چشم۔

یہ اطمینان بخش جواب سننے کے بعد حضرت امام حسینؑ خیمے میں رونق افروز ہوئے اور تمام اہل قبیلہ نے آ آ کے قدم چومنا شروع کئے۔ مغرب کے وقت آپ نے سب کو نماز پڑھائی اور ذریح کے خیمے کے سامنے صدہا بنی عذرہ کے مجمع میں جس میں قبیلے کی عقیدتمند خاتون بھی تھیں پند و نصائح کا دروازہ کھولا خدا پرستی اور اتباع رسول کی ہدایت فرمائی اور بنی عذرہ کی مہمانداری کا لطف اٹھا کے آرام فرمایا۔

دسواں باب

عقد نکاح

صبح ہوئی اور فریضۂ فجر ادا ہوا اور ساتھ ہی حضرت سیدنا امام حسین نے ذریح اور چند معززین بنی عذرہ کو ہمراہ رکاب لیکے مع قیس بن ذریح کے بنی کعب کے خیموں کی راہ لی۔ چند روز میں اسی مقام پر پہنچ گئے جہاں قیس کو کبھی انتہا

درجے کی پریشانی اور پیاس کی شدت کے آب حیات کا چشمہ ملا تھا اور اپنی معشوقہ حور تمثال کا جلوہ پہلے پہل نظر آیا تھا۔ بنی کعب میں پہنچکے معلوم ہوا کہ قبیلے کے مرد بہیر وشکار اور ضروریات معیشت کے لئے باہر گئے ہوئے ہیں مگر عورتیں یہ سنتے ہی کہ حضرت سرور کائنات علیہ التحیۃ والثنا کے نواسے رونق افروز ہوئے ہیں تو آنکھیں بچھانے کو تیار ہو گئیں اور مردوں سے زیادہ گرم جوشی کے ساتھ استقبال کیا۔ سردار قبیلہ کا خیمہ آپ کیلئے خالی کر دیا گیا۔ پانی اور کھانا ضرورت کے موافق فراہم کیا گیا اور آپ چونکہ کئی دن کے تھکے ماندے تھے اسلئے ہاتھ منہ دھو کے کچھ تناول فرمایا اور لیٹ کے آرام فرمانے لگے تھوڑی دیر کے بعد اُٹھ کے نماز عصر پڑھی اور شجاعان قبیلہ کی واپسی کا انتظار فرمانے لگے

اب آفتاب غروب ہو رہا تھا اور قبیلے کی عورتیں اور انکے معزز و محترم مہمان نماز مغرب کی تیاریاں کر رہے تھے کہ سواران قافلہ کی گرد نظر آئی مگر چونکہ ان لوگوں کے پہنچنے میں ابھی دیر تھی اسلئے حضرت امام نے نماز شروع کر دی اور فرائض وسنن سے فراغت کر کے اُٹھے ہی تھے کہ بنی کعب آپہونچے اور حباب اور دیگر اہل قبیلہ سبط اصغر کو اپنا مہمان دیکھتے ہی دوڑ دوڑ کے قدم چومنے لگے اور ہر ایک زبان پر یہی کلمہ جاری تھا، کہ اے ابن رسول اللہ آپ کا آنا مبارک ہو۔

اب ان سب نے حضرت سے رخصت ہو کے جلدی جلدی وضو کیا اور جماعت سے نماز ادا کی اور حیثیت ومقام کے مطابق اعلیٰ درجہ کی دعوت کا اہتمام ہونے لگا۔

بعد نماز جب حباب دوبارہ حاضر ہوئے تو عرض کیا یا ابن رسول اللہ میں بڑا خوش نصیب ہوں کہ پندرہ دن کے اندر دو مرتبہ مجھے اور میرے قبیلے کو حضور

کی قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔

جناب حسین۔ اور میں بھی اپنے آپ کو بڑا خوش نصیب سمجھوں گا اگر تمہاری عنایت اور میری کوشش سے وہ کام پورا ہو جائے جسے میں نے اپنے ذمہ لیا ہے۔

حباب۔ جس امر میں حضور کوشش فرمائیں گے ضرور پورا ہو گا۔

جناب حسین۔ "تو دیکھو میں ذریح کو اپنے ہمراہ لایا ہوں" یہ کہہ کر آپ نے ذریح کو بنی کعب اور ان کے سردار حباب سے ملایا اور ارشاد فرمایا کہ بنی عذرہ کے شریف عرب ذریح اور تمہارے زیبا احساق نوجوان قیس کے والد ہیں۔

حباب۔ (ذریح سے) میں آپ سے مل کر خوش ہوا۔ اور صدق دل سے مرحبا کہتا ہوں

جناب حسین۔ ذریح اب وقت ہے کہ تم اپنا حق ادا کر کے میری خوشی پوری کرو۔

حباب جانتا ہی تھا کہ آپ ذریح کو کس کام کے لئے ہمراہ لائے ہیں ادب کے ساتھ عرض کیا "حضرت ابھی کیا جلدی ہے" اس وقت کھانا نوش فرما کے آرام فرمایئے۔ صبح کو دیکھا جائے گا۔

جناب حسین "نہیں میں جبتک اس بارہ میں اطمینان نہ کر لوں گا کھانا نہ کھاؤں گا" آپ کی زبان سے یہ کلمات سنتے ہی ذریح نے حباب سے کہا۔

"اے برادر عرب اور اے سردار بنی کعب میری آرزو ہے کہ کریمۂ بنی کعب (بنی کعب کی شریف و فیاض لڑکی) لبنیٰ اسے ہمارے قبیلے کو فخر عطا کریں اور تمام بنی عذرہ کو اپنا رہین منت بنالیں۔ میرا بیٹا قیس جوانان قبیلہ میں ممتاز، فیاض شجاع اور عرب کا ایک آتش زبان شاعر ہے اور میں اقرار کرتا ہوں کہ وہ عفیف و سعید ہے۔

حباب۔ (ذرا تامل کرکے) اے برادر عذری جبکہ اس امر میں ہمارے مولا و آقا سید تا حسین کوشش فرما رہے ہیں تو مجھے کوئی عذر نہیں ہے میں خوشی اور فخر سے اپنی لڑکی لبنیٰ قیس کو دوں گا۔ لیکن اتنی اجازت چاہتا ہوں کہ خود لبنیٰ سے بھی دریافت کرلوں کہ وہ بنی عذرہ میں جانے کو پسند کرتی ہے یا نہیں؟

حضرت حسین۔ ضرور اصل دریافت کرنا لبنیٰ ہی سے ہے۔

حباب۔ اسی لئے میں چاہتا تھا کہ حضرت اس وقت کھانا نوش فرماکے آرام فرمانے اور میں اطمینان کے ساتھ اس سے دریافت کرلیتا۔

جناب حسین۔ نہیں امور کو ضیافت سے پہلے ہی طے ہونا چاہئے اس لئے کہ میرے اس سفر اور اس بادیہ پیمائی کی اصلی غرض یہی ہے اور عہد کرچکا ہوں کہ اس کی تکمیل کئے بغیر کوئی کام نہ کروں گا۔

حباب۔ "بہتر" یہ کہہ کے حباب اپنی عورتوں کے خیمہ میں گیا اور لبنیٰ کو قریب بلا کے کہا "لبنیٰ شریف بنی عذرہ ذریح آیا ہے اور اپنے بیٹے قیس کی طرف سے تیرے لئے پیام دیتا ہے۔

لبنیٰ۔ (سر نیچا کرکے) بنی عذرہ شریف قبائل عرب ہیں اور قیس کو میں جانتی ہوں کہ فیاض اور شجاع ہے۔ مگر اس بارے میں آپ کو اختیار ہے، میرا ہاتھ جس شریف عرب کے ہاتھ میں دیدیں گے خوشی سے قبول کروں گی۔

حباب۔ لبنیٰ! اپنی ذات سے میں نہ بنی عذرہ کو پسند کرتا ہوں اور نہ قیس کو کیونکہ وہ آشفتہ مزاج نوجوان ہے اور سنتا ہوں کہ کسی اور عورت پر بھی عاشق ہے۔ میری مرضی تو یہ تھی کہ تجھے خود اپنے قبیلے کے کسی اچھے نوجوان

کے عقد میں دیتا۔ اور کسی اپنے شریف ابن عم کے ساتھ بیاہ دیتا تاکہ تو خاص اپنے قبیلے میں اور بنی کعب ہی میں رہتی لیکن مجبوری یہ ہے کہ سیدنا امام حسین اس کی سفارش لے کے آئے ہیں اور نہایت ہی مصر ہیں،

لبنیٰ۔ ابا جان! ابن بنت رسول اللہ اور لخت جگر فاطمۃ الزہرہ کی سفارش رد نہ ہونی چاہیے

حباب۔ بیٹی اس قدر نہیں، میں سیدنا جناب امام حسین سے وعدہ بھی کر چکا ہوں کہ اگر ذریح خود آکے پیام دے گا تو قبول کروں گا۔

لبنیٰ۔ ابا جان شرفائے عرب کو اپنا عہد ضرور پورا کرنا چاہیئے بد عہدی سے برا کوئی جرم نہیں

حباب۔ تاہم مجھے اس میں اپنی ذلت نظر آتی ہے کہ میری بیٹی بنی عذرہ میں جائے جو عشق بازی و حسن پرستی میں بدنام ہیں۔

لبنیٰ۔ اس کا معاوضہ یہ ہو سکتا ہے کہ آپ مہر زیادہ طلب کیجیے جو لڑکی زیادہ مہر پر دی گئی ہو وہ عرب میں ذلیل نہیں ہو سکتی" بیٹی کی زبان سے یہ جوابات سن کے حباب متفکر و متردد باہر آیا اور ذریح سے کہا یا اخا العرب مجھے تمہاری درخواست منظور ہے مگر ایک شرط کے ساتھ۔

جناب حسینؓ۔ تمہاری جو شرط ہو گی منظور ہو جائے گی۔

حباب۔ (اسی طرح ذریح کی طرف مخاطب ہو کے) لبنیٰ کریمۂ بنی کعب ہے اور اکابر قریش تک اس کے آرزو مند ہیں لہذا اس کا مہر ایک سو جوان اور خوب صورت اونٹ اور ۵۰ ہزار دینار سے کم نہیں ہو سکتا" اس کے جواب میں ذریح متامل تھا کہ حضرت امام نے شگفتگی و جوش سے ارشاد فرمایا "منظور" مہر میرے ذمہ ہے۔ اور میں ادا کروں گا۔

حباب۔ مگر حضور کو ایسی تکلیف دینا داخل بے ادبی ہے،
جناب حسینؓ۔ کوئی مضائقہ نہیں ہاں اتنی درخواست ضرور ہے کہ عقد نکاح تم ابھی کردو۔ اور مہر ادا کرنے کے لئے تھوڑی مہلت دو زیادہ نہیں صرف پندرہ دن کی۔ میں مدینہ پہنچتے ہی ادا کردوں گا۔ اور پندرہ دن گزرنے سے پہلے ہی اونٹ اور زر نقد دونوں چیزیں تمہارے پاس پہنچ جائیں گی۔
حباب:۔ مجھے منظور ہے اور اگر حضور کا ارشاد ہو تو میں مہر گھٹا بھی سکتا ہوں۔
جناب حسینؓ۔ نہیں اس کی ضرورت نہیں۔
حباب۔ تو کل صبح عقد ہو جائے گا۔

اس طریقہ سے نکاح کا تصفیہ کر کے اور قیس کے دل کو اطمینان دلا کے آپ بنی کعب کی حلقہ میں رونق افروز ہوئے اور مختلف باتیں شروع کیں۔ جناب سرور کائنات علیہ التحیۃ والثنا کے بہت سے واقعات بیان فرمائے۔ جن سے زیادہ دلچسپ باتیں اس عہد کے صادق العقیدہ مسلمانوں کیلئے نہ ہو سکتی تھیں

رات ذرا زیادہ آئی تو نماز عشا جماعت سے ادا فرمائی اور دعوت میں شریک ہوئے۔ یہ دعوت اگرچہ بادیہ عرب میں اور متمدن بلاد سے دور تھی مگر کوئی امکانی تکلف اٹھا نہ رکھا تھا۔ حباب کو چونکہ آپ کے تشریف لانے کا پہلے ہی سے خیال تھا اس لئے بہت سی چیزیں دور سے منگوا رکھی تھیں اور بہت قسم کے کھانے تیار کئے جا سکتے تھے۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ ہمارے جد بزرگوار ایک وقت میں ایک ہی قسم کی غذا نوش فرمایا کرتے تھے اس لئے میں بھی صرف ایک چیز کھاؤں گا مجھے تم بدبخت کہا جاتا ہے اسلئے کہ جناب سرور

سب نسات کو بھی بھاتی تھی۔ حدیث نبوی میں ہے کہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو تمام عورتوں پر اسی طرح فوقیت ہے جسطرح ثرید کو تمام کھانوں پر فوقیت ہے۔

حباب۔ (ثرید کا پیالہ آپ کے آگے رکھ کے) آپ بھی ام المومنین عائشہ کو افضل جانتے ہیں۔

جناب حسین۔ جب خود میرے جد بزرگوار نے انہیں افضل بتایا ہے تو میں کیونکر اس کے خلاف کہہ سکتا ہوں۔ یہ اور بات ہے کہ میرے والدین اور ان میں گو رنجش ہے لیکن اس رنجش سے ان کے دینی فضائل میں فرق نہیں آ سکتا میرے پدر بزرگوار علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی قدر عائشہ جانتی ہیں اور عائشہ کی حرمت علی مرتضیٰ جانتے ہیں۔ ہمارا کام نہیں کہ ان رنجشوں کی بنا پر دونوں میں کسی ایک کی نسبت بھی سوء عقیدت رکھیں جس پاک نفس کی برأت قرآن پاک اور وحی نے کی اس کو الزام دینا مسلمان کا کام نہیں ان باتوں سے سب لوگوں کے دل نور ایمان سے روشن ہو گئے اور سب کے سب سبحان اللہ کہہ کے اور درود پڑھ پڑھ کے حضرت امام حسین کی قدسی صفاتی پر عش عش کرنے لگے آپ کی صحبت و برکت کا یہ اثر تھا کہ حاضرین اور شرکاء دعوت میں سے کسی نے دو کھانے ملا کے نہیں کھائے بلکہ جس شخص نے جس چیز کو کھانا شروع کیا اسی سے اپنا پیٹ بھر لیا صبح ہوتے ہی عقد و نکاح کا اہتمام ہونے لگا جناب امام حسین، حباب، قیس اور ذریح کو لیکے بنی کعب کی مسجد میں تشریف لیگئے اور ایجاب و قبول کی رسم متانت اور خاموشی کے ساتھ ادا کی گئی پھر حضرت امام نے ایک نہایت ہی پر اثر خطبہ نکاح پڑھا اور لوگ ایک دوسرے کو مبارک باد دینے لگے۔

آپ مسجد سے واپس آ کے خیمہ میں رونق افروز ہوئے تو حباب نے دست بستہ عرض کیا "جب فرمائیے لڑکی واپس کر دی جائے کیونکہ اب لبنیٰ ہماری نہیں آپ کی ہے" یہ فقرہ کہتے ہوئے حباب کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور آپ نے اسے تسلی دیکر فرمایا۔ رخصت کے بارے میں جبتک مہر ادا نہ ہولے تمھیں اختیار ہے۔

حباب۔ یا حضرت مہر کی نسبت اطمینان ہے اور رخصت میں مجھے عذر نہیں جب چاہے رخصت کرا لے جائیے۔ اگر قیس اور اس کے والد کی خوشی ہو اور حضور بھی پسند فرمائیں تو اسی وقت سوار کرا لے جائیں۔

جناب حسین۔ میں تمہاری اس عنایت اور محبت کا متشکر گزار ہوں بہتر ہے ہم لبنیٰ کو اپنے ساتھ مدینے لیجائیں گے۔ میں اس کی خوشی میں مدینہ منورہ اور جوار رسول اللہ کے اندر دعوت ولیمہ کروں گا۔ اور جب مہر کی رقم تمہارے پاس بھیج لوں گا تب قیس اپنی بیوی کو لے کے خیر و برکت سے اپنے گھر جائے گا۔

حباب۔ اس سے بہتر کیا ہو سکتا ہے؟ قیس اور لبنیٰ دونوں خوش نصیب ہیں اور یہ ان کے مبارک عقد کی پہلی برکت ہے۔" ذریح اور قیس نے بھی امام علیہ السلام کی اس تجویز کو پسند کیا اور اسی وقت جہیز اور سفر کا سامان ہونے لگا۔ مختصر سامان جو جہیز میں دیا گیا تھا باہر نکال کے ایک اونٹ پر لادا گیا۔ اور سواری کے اونٹ بھی تیار ہو گئے۔ لبنیٰ اپنے ماں باپ اور تمام زنان قبیلہ خاصتہً اپنی سہیلیوں سے حسرت واندوہ کے ساتھ رخصت ہوئی تو ایک خوبصورت پر تکلف محمل میں سوار کرائی گئی۔ جو اسے جہیز میں دی گئی تھی۔ دو لونڈیاں بھی جن کے نام ریحانہ اور نعمہ تھے اسے

خدمت کے لئے دی گئیں جن کے ساتھ وہ اپنی محمل میں سوار ہوئی چند سواران بنی کعب حفاظت کے لئے ہمراہ ہوئے اور جناب امام حسین نہایت ہی خوشی اور مسرت سے اس قافلے کو لے کے مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہوئے۔

گیارہواں باب

حجلۂ عروسی

اب قیس بن ذریح سے زیادہ کوئی خوش نصیب نہیں۔ مدینے پہنچ کر اس کی یہ حالت ہوئی کہ بار بار حضرت امام حسین کے قدموں پر گرتا اور کہتا یا امام مجھ سے درماندہ ہجراں نصیب کے کام آنا اور اس کی آرزو پوری کرنا حضور ہی کا کام تھا۔ حضرت کی توجہ نہ ہوتی تو خدا جانے اب تک میرا کیا حال ہوا ہوتا۔ خدا ہر ناکام اور نامراد کو حضور ہی کا سا ہمدرد و مربی عطا کرے۔

یہاں حضرت امام ظاہر مدینہ (آبادی کے بیرونی حصہ) میں ایک عمدہ خیمہ نصب کرایا جو بازہوشیار زنان انصار کے ہاتھ سے سج کے حجلۂ عروسی بنایا گیا۔ اور لبنیٰ اس میں اتاری گئی۔ چند نوعمر نساء مدینہ نے دف بجا کے برکت کے گیت گائے اور قیس نے جا کے اپنی معشوقۂ دیرینہ کے جمال سے ملایا گیا۔ ایک پرتکلف سریر پر لبنیٰ کو شرمیلی دلہنوں کی طرح سر جھکائے دیکھ کر قیس نے شکرانے میں دو رکعت نماز پڑھی اور معشوقہ کے پاس بیٹھ کے کہا "اس دن کی کسے امید تھی میں جوش مسرت سے بےخود ہوا جاتا ہوں خدا جانے دنیا میں ہوں یا جنت الفردوس میں کسی قصر دری میں پہنچ گیا۔

لبنیٰ۔ (آہستہ سے) ہم دونوں حضرت امام کی برکت سے جنت میں ہیں اور دعا کرو کہ خدا اب اس جنت سے نہ نکالے۔

قیس۔ لبنیٰ تیرا عشق میرے سینے میں ایسی آگ بھڑکائے ہوئے ہے کہ وصل کے آبِ حیات سے بھی اس کے شعلے نہیں بجھتے۔

لبنیٰ۔ (ناز سے) بس زیادہ باتیں نہ بناؤ۔ محبت یہی ہے کہ بنی کعب کی ایک لڑکی کو دیکھا اور عاشق ہو گئے۔

قیس۔ آہ لبنیٰ اس آگ پر تیل نہ ڈالو۔ یہاں تو یہ حالت ہو رہی ہے کہ،

کَاَنَّ الھوی بینَ الحیازیم والحشا　وَبینَ التراقِ وَاللہاۃ حریق

(ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے عشق تمام اعضائے اندرونی کے اندر شعلے مار رہا ہے) پھر جوش میں آ کے بولا:۔

تکذبنی بالوُد لبنیٰ وَ لیتَھا　تکلّفُ مِنّی مِثلَہٗ فَتَذُوقُ

(لبنیٰ میرے عشق کو جھوٹ جانتی ہے۔ کاش اس کی حالت بھی میری جیسی ہو جاتی تب مزہ معلوم ہوتا۔)

لبنیٰ۔ خیر اب انسانیت کی باتیں کرو اور اس جوش و خروش کو جانے دو۔

قیس۔ لبنیٰ میں بنی کعب کی اس لڑکی پر ضرور عاشق ہو گیا تھا مگر اس کی صورت اس کی شکل اور اسکی ذات پر نہیں فقط اسکے نام پہ اور یہ کیوں تھا اسلئے کہ اس کا نام لبنیٰ تھا جو مجھے ساری دنیا سے عزیز تھا۔

لبنیٰ۔ (مسکرا کے) تھا مگر اب نہیں ہے۔

قیس۔ تھا اور ہے اور میرے دم تک یہ پیارا نام عزیز رہے گا۔

(جوش میں آکے اور مجنوں کی طرح اظہار بیخودی کے ساتھ) لبنیٰ مجھے شک ہے
کہ میرے پاس تو ہی بیٹھی ہے یا کوئی اور ہے۔
لبنیٰ۔ میں لبنیٰ نہیں کوئی اور ہوں"
قیس۔ بے شک تو لبنیٰ نہیں ہو سکتی۔ لبنیٰ اتنی آسانی سے نہیں ملسکتی جس آسانی
سے تو ملی ہے جس کے لئے صحرائے عرب کی خاک چھانی ہے جسکی جستجو میں مرنے کے
قریب پہنچ گیا ہوں اتنی آسانی سے نہیں ملسکتی۔ جسکی ایک ہمنام صرف برائے
نام یکساں ہونے کے باعث اتنی بڑی ظالم تھی کہ نیم جاں چھوڑ گئی۔ وہ یوں مہربانی
کے ساتھ میرے پہلو میں آکے بیٹھ جائے۔ ممکن نہیں۔ سچ مچ تو لبنیٰ نہیں ہے۔
لبنیٰ (جھنجھلا کے) تو جاؤ دور ہو۔ اور یہاں سے نکلو کیونکہ نہ میں لبنیٰ نہ تم قیس۔
قیس۔ میں بھی میں نہیں یہ کیسے ہو سکتا ہے (خود بخود چونک کے) ہاں ہاں ٹھیک
نہ میں میں ہوں اور نہ تو تو ہے۔ کیونکہ میں لبنیٰ ہوں اور لبنیٰ قیس ہے" ساتھ
ہی ایک شعر پڑھا جس کا مضمون مولانا جامی نے فارسی میں کیا خوب ادا کیا ہے

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تاکس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

لبنیٰ۔ آخر وحشت اور جنوں کی باتیں کب تک؟
قیس۔ جب تک دل کو یقین اور اطمینان نہ ہو جائے کہ لبنیٰ میری ہو چکی۔
لبنیٰ۔ تمہیں اس بات کا یقین کیونکر دلاؤں کہ میں تمہاری ہوں۔ تمہاری
نہیں ہوں تو تمہارے پاس کیونکر ہوں۔
قیس۔ یہ سب سچ ہے مگر میرے بدگمان دل کو اطمینان نہیں ہوتا اچھا وعدہ

کرو کہ اب تو مجھے چھوڑ کے نہ چلی جاؤ گی؟

لبنیٰ۔ نہیں جاؤں گی کسی طرح تمہاری وحشت تو کم ہو۔"

قیس۔ تو میری زندگی کس مزے سے گذرے گی اور ہم کیسے جوش مسرت سے بسر کریں گے۔ لبنیٰ تمہارے خاندان والوں کو تمہارا مجھ سے نالائق شخص کے عقد میں آنا ناگوار گذرا ہو گا۔ مجھے اُمید نہ تھی کہ وہ قبول کریں گے۔ مگر حضرت امام کی برکت نے حاجت روائی کی اور یہ تدبیر پیاری لبنیٰ تمہیں نے تو بتائی تھی۔

لبنیٰ۔ ہاں اگر جناب حسینؑ بیچ میں نہ پڑتے تو ہماری آرزو پوری نہ ہوتی اور میں گھر میں کڑھ کڑھ کے مرجاتی۔"

قیس۔ تمہارے والد جناب نے جب تم سے پوچھنے کا ارادہ کیا ہے اس وقت میں دل میں بہت ڈرا تھا اندیشہ تھا کہ ان کی مخالفت کا لحاظ کر کے تم انکار کر دو گی!"

لبنیٰ۔ میں انکار کر سکتی تھی؟"

قیس۔ اچھا بتاؤ کہ تمہارے والد نے کیا پوچھا اور تم نے کیا جواب دیا۔

لبنیٰ۔ انہوں نے بنی عذرہ کا نام لیا تو میں نے کہا وہ شریف ہیں انہوں نے تمہارا ذکر کیا تو میں نے کہا وہ شجاع اور فیاض ہیں پھر جب میری مرضی پوچھی تو میں نے کہا آپ کو اختیار ہے اب اس کے بعد بھی میں نے انکو مخالف پایا تو رائے دی کہ آپ مہر زیادہ مانگئے۔"

قیس۔ میرے والد ذریح اتنا مہر ہرگز نہ منظور کرتے اور خود میرے پاس

کیا تھا۔ خدا بھلا کرے امام عالی مقام کا کہ انہوں نے فوراً انتظام کر لیا اور مہر بھی نہیں۔ کل مصارف عروسی کے متکفل ہوگئے۔

لبنیٰ۔ یہ انہیں کے طفیل میں ہے کہ ہم دونوں اس آرزومندی اور مقصدوری کے ساتھ جوار رسول میں ہیں اور حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ منورہ کے پاس ایک دوسرے سے ملے۔

قیس۔ لبنیٰ اب اسکے بعد کیا ہوگا؟ ہم کہاں چل کے رہیں؟ میرے باپ نے میری طرف سے اسقدر بے پروائی کی کہ اپنے قبیلے میں چل کے رہنے کو جی نہیں چاہتا۔

لبنیٰ۔ خوب یاد رکھو کہ ہر شخص اپنے قبیلے کے اندر ہی شریف ہے۔ تمہارے والدین اگر ہمارے اس تعلق کے خلاف تھے تو یہ بھی انکی اسی مصلحت کے خلاف ہوگا وہ سمجھتے ہوں گے کہ یہ تمہارے لئے غیر مفید ہے کہ کسی غیر قبیلے کی لڑکی لا کے اپنے گھر میں رکھو جیسا کہ خیال میرے والد صاحب کا تھا۔ اتنی سی بات پر انکو ناراض نہیں کرنا چاہئے۔ حقوق والدین کی طرف سے بے اعتنائی سے بڑھکر کوئی گناہ اسلام میں ہے اور نہ اس سے بڑھکر کوئی بداخلاقی شرفائے عرب کے مذاق میں ہے۔ تمہارے والدین نے چاہے کچھ کیا ہو مگر تمہارا یہی کام ہے کہ ان کے پاس چل کے رہو ان کی مرضی پر چلو اور ان کو خوش کرو۔

قیس۔ میں تمہاری مرضی کے خلاف نہیں کر سکتا۔ مگر لبنیٰ جی نہیں چاہتا۔ میں تو اپنی سکونت کے لئے ایسا مقام چاہتا ہوں جہاں ہم دونوں کے سوا کوئی غیر نہ ہو۔ تمہاری صورت ہر وقت ان پرشوق آنکھوں کے سامنے ہو اور

اور تمہارے خیال کے سوا اور دوسرا خیال دل میں نہ آسکے بنی عذرہ میں اور والدین کے پاس جاکے رہوں گا تو طرح طرح کی مشغولیتیں ہوں گی اور صدہا ناگوار مشاغل پیدا ہوں گے یہ فرصت کہاں نصیب ہو گی کہ "بیٹھے رہیں تصور جاناں کئے ہوئے"۔ بنی عذرہ میں یہ فارغ البالی کہاں کہ یہیں دل ہی دل میں مزے لے کہ تمہاری صورت دیکھ رہا ہوں اور تمہاری چشم فتاں مجھ پر جمی ہوئی ہو۔ میں تمہارے خیال میں محو ہوں اور تمہیں فکر ہو تو میری۔

لبنیٰ۔ ان باتوں سے انسان چند ہی روز میں اکتا جاتا ہے۔ آدمی کے لئے ضرورت ہے کہ مختلف قسم کے مشاغل ہوں تاکہ ہر مشغلہ دوسرے کو دلچسپ بنائے اس مشغلہ سے سیری ہو تو اس مشغلہ سے لطف اٹھایئے اور اس سے دل ہٹے تو تیسرے کو اختیار کرلے اور پھر زیادہ جوش و شوق کیساتھ پہلے مشغلہ کی رجوع کرے

قیس۔ خیر جو کچھ ہو اب میں تمہارے اختیار میں ہوں جس مشغلے میں لگا دو گی مصروف ہو جاؤں گا۔

رشتہ در گردنم افگندہ دوست   می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

لبنیٰ۔ میں تمہیں اچھے مشغلے میں لگا دوں گی بشرطیکہ تم اپنی اس وحشت کو چھوڑ دو۔

قیس۔ تم چھڑاؤ گی تو یہ بھی چھوٹ جائیگی اور ابھی اگر کوئی ایسی بات ہو بھی جائے تو معاف کرو کیوں کہ بحران نصیبی کی آفت سے ابھی ابھی چھوٹا ہوں اور مجھے یک بیک وہ دولت حاصل ہو گئی ہے جسکی امید نہ تھی اور سچ یہ ہے کہ یہ نعمت میرے حوصلے اور ظرف سے زیادہ ہے (کسی ذہنی وحشت ناک خیال سے چونک کر) لبنیٰ! اب

یہ دولت وصل مجھ سے چھین تو نہ جائے گی؟ خیال آتا ہے تو چونک اٹھتا ہوں"

لبنیٰ! پھر تم نے وحشت کی اِس صحبت عیش میں رنج و الم کو نہ یاد کرنا چاہئے۔

قیس۔ میں الم سے اس قدر مانوس ہو گیا تھا کہ عیش و راحت میں بھی بار بار یاد آ جاتا ہے۔

لبنیٰ۔ اب عیش و مسرت سے بھی اسی قدر بلکہ اس سے زیادہ مانوس ہو جاؤ گے۔

قیس۔ ایسے نصیب کہاں؟ مگر اے میری مونس و غم گسار تو سارے رنج و غم بھول جائیں گے

اب رات زیادہ آ چکی تھی لبنیٰ کی آنکھوں میں نیند بھر آئی تھی اور قیس کی بے سروپا باتوں سے اکتا اکتا کر جمائیاں لے رہی تھی خود قیس کو بھی مدت کے بعد بلکہ زندگی بھر میں عیش و عشرت کی یہ ایک رات نصیب ہوئی تھی دونوں پہ نیند کا خمار طاری ہوا۔ فرشتۂ وصل نے عیش کا پنکھا جھل جھل کر دونوں کو سلا دیا اور دونوں اس قیمتی اور نادر رات کا لطف اٹھانے لگے جس کی نسبت فارسی شاعر عجب مزے کے ساتھ کہہ گیا ہے۔

عمرہا باید کہ تا گردون گرداں یک شبے عاشقی را وصل بخشد با غیبے رازِ طن

صبح کو دونوں مسرور و محظوظ اور شاد کام و بامراد اٹھے۔ اور اپنی خوش قسمتی پہ نازاں تھے لبنیٰ کی متانت اور شرم میں اعتدال پیدا ہو گیا تھا اور قیس کی وحشت و بیقراری میں۔ اسی دن جناب سیدنا امام حسین علیہ السلام نے ان بیتاب عاشقوں اور حرماں نصیبی کی قید سخت سے رہائی پانے والوں کی کامیابی کی خوشی میں دعوت ولیمہ کی جس میں قریب قریب تمام عزیزین مدینہ شریک تھے اور صحابۂ کرام کا وہ بابرکات مجمع تھا جس کا جلوہ دنیا کو پھر دیکھنا بہت کم نصیب ہوا ہوگا۔ اصلی واقعات کو جس نے سنا حضرت سبطِ اصغر علیہ السلام

کی فیاضی اور عالی ہمتی اور نیک نیتی وسخی جذبہ پہ عش عش کر گیا اور سارے مدینہ میں مشہور تھا کہ ابن بنت رسول اللہ نے ایسے حرمان نصیب و ہجران زدہ عشاق کو ملا دیا۔ جیسے عشاق کو آسمان اپنی طاقت بھر نہیں ملنے دیتا ہے۔

مدینہ اب ایک بڑا متمدن شہر تھا لہذا یہ دعوت جو دی گئی نہایت پرتکلف اور بڑے بڑے ساز و سامان کی تھی۔ اور ایسی نکھری صحبت تھی جیسی صحبتوں سے عرب کے اہل بادیہ بالکل ناآشنا تھے۔ اسی صحبت میں مقدس محترم حاضرین کے سامنے مہر کے ایک سو اعلیٰ درجہ کے نوخیز اونٹ مع پچاس ہزار دینار کے ان سرداران بنی کعب کے ساتھ جو پہنچانے کو آئے تھے انکے سردار حباب کے پاس بھیجے گئے اور جناب امام حسین اپنے ان تمام عہدوں سے سبکدوشی و فراغت حاصل فرما کے تنہائی میں اپنے رضائی بھائی قیس اور اسکی پر جمال دلہن لبنیٰ سے ملے اور خندہ جبینی کے ساتھ فرمایا۔ الحمد للہ کہ خداوند جل علی نے تمہاری آرزو پوری کی اور مجھے اپنے فرائض سے سبکدوش کیا۔ اب تم کو اختیار ہے کہ چاہے یہاں رہو اور چاہے اپنے گھر جاؤ۔ اگر یہاں رہو تو میرا مکان تمہارا ہی گھر ہے اور جانا چاہو تو تمہاری خوشی ہے" یہ کلمات ہدایت سنکر دولہا دلہن دونوں آپکے مبارک قدموں پر گر پڑے اور پاؤں چوم کر عرض کیا "یا ابن رسول اللہ ہمارے باپ ماں اور ہماری جانیں آپ پر فدا ہوں آپ نے ہمیشہ کے لئے ہمیں مول لے لیا ہم درہم ناخریدہ غلام ہیں اور حضور کے قدم چھوڑ کے کہاں جا سکتے ہیں۔"

جناب حسین (قیس سے) تم میرے بھائی ہو اور مجھ پر تمہارے اور تمہاری والدہ کے حقوق ہیں لہذا یہ جو کچھ کیا گیا اپنے حقوق ادا کرنے کے لئے

کیا گیا۔ (لبنیٰ سے) اور تم میری بھاوج ہو اور اس وقت تمہارے حقوق بھی مجھ پر واجب ہو گئے ہیں جب کسی بات کی ضرورت ہو مجھے خبر کرنا حسینؑ نے اپنی زندگی خلق خدا اور اُمت محمدی کی خدمت کے لئے وقف کر دی ہے اور تم تو اپنے عزیز و قریب ہو اور ذوی القربا میں ہو لہذا تمہاری اعانت و دستگیری کرنا میرا لازمی فرض ہو گا۔ اس کی ضرورت نہیں تم یہاں مدینے ہی میں سکونت پذیر ہو جہاں گئے اور جہاں سے لکھو گے یا اگر کسی کے ذریعے سے اطلاع دو گے تو میں تمہاری حاجت روائی کے لئے تیار ہو جاؤں گا۔"

لبنیٰ۔ یا مولیٰ آپ عقبیٰ میں بھی ہمارے حاجت روا ہیں اور دنیا میں بھی خدا ہمیں توفیق دے کہ ان پاک قدموں کو زندگی بھر نہ چھوڑیں"

قیس۔ بیشک اب حضور کو چھوڑ کر میں کہیں نہیں جا سکتا۔"

جناب حسینؑ۔ لیکن نہیں تم پر تمہارے والدین کے حقوق ہیں میرے نانا حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے الجنۃ تحت اقدام امہاتکم (جنت تمہاری ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے) اس لئے جاؤ اور اپنے ماں باپ کے پاس رہو اور ان کی خدمت بجا لاؤ۔ ان کی خدمت میری خدمت سے مقدم ہے اور یہ تمہارا ذاتی فرض ہے۔

قیس۔ میں حضور کا حکم بجا لانے میں تامل اور کوتاہی نہیں کر سکتا۔ مگر مجھے اندیشہ ہے کہ یہ عقد ان کی مرضی کے خلاف ہوا ہے اسے وہ ناگواری کی نظر سے نہ دیکھیں۔

جناب حسینؑ۔ اس کا اندیشہ نہ کرو تمہارے والد ذریح یہاں موجود ہیں میں انہیں سمجھا دوں گا اور مجھے یقین ہے کہ میری سفارش

سے اس شادی کو انہوں نے خوشی سے قبول کر لیا ہے۔ لبنیٰ اُمید ہے کہ وہ تمہیں اچھی طرح رکھیں گے۔ بہرحال قیس تمہارا فرض ہیں۔ تمہیں سمجھائے دیتا ہوں کہ انہیں خوش رکھنا اور کوئی امر ان کی مرضی کے خلاف نہ کرنا۔ اور ان کا فرض ان کو سمجھا دوں گا کہ تمہیں اور اپنی بہو کو کس طرح دل دہی اور خاطر داری کے ساتھ رکھیں۔ اس کے بعد جناب امام نے ذریح کو بلا کے فرمایا "مجھے یقین ہے کہ تم نے اس عقد کو خوشی سے قبول کیا ہوگا"

ذریح۔ حضرت کی مرضی ہو اور میں اسے پسند نہ کروں میری اتنی مجال ہے۔

جناب حسینؑ۔ مجھے تمہاری نیک نفسی سے ایسی ہی اُمید تھی خیر اب تو یہ کہتا ہوں کہ قیس اور اپنی بہو لبنیٰ کو اچھی طرح رکھنا۔ میں نے انہیں بھی سمجھا دیا ہے کہ کسی امر میں تمہاری مخالفت اور تم سے سرتابی نہ کریں لیکن اس کے مقابل تمہیں بھی لحاظ رکھنا چاہیے کہ انہیں کسی بات کی تکلیف نہ ہو اور ان کی دل شکنی نہ ہونے پائے۔

ذریح۔ حضور کے ارشاد کا میں ہمیشہ خیال رکھوں گا اور ان مبارک الفاظ کو دستور العمل بنا لوں گا۔

جناب حسینؑ۔ تو تمہیں اپنی زندگی میں ہمیشہ فلاح حاصل ہوگی اور اب میں دعا کرتا ہوں کہ خدا تمہارے گھر، تمہارے کاروبار، اور تمہاری نسل میں برکت دے۔" یوں سمجھا بجھا کر دوسرے دن آپ نے ذریح قیس اور لبنیٰ کو رخصت کیا جنہوں نے مزار نبوی پر سلام کیا اور مدینہ سے نکل کے بنی عذرہ کی سرزمین کی راہ لی۔ ان کے رخصت کرنے کو جناب امام مدینہ کے باہر تک تشریف لائے

آپ کے ہمراہ معززین مدینہ کا ایک مجمع کثیر تھا۔

بارہواں باب

خانہ آبادی

ذریح چند روز کے سفر کے بعد بیٹے اور بہو کو لئے بنی عذرہ کی سرزمین میں پہنچا معززین بنی عذرہ نے ایک منزل ادھر آ کے استقبال کیا۔ بڑی دھوم دھام اور شان وشوکت سے دلہن کو اپنے قبیلے میں لیگئے۔ اور قیس کی ماں نے اپنی نازنین ومہ جبین بہو کو بڑی گرم جوشی سے آغوش میں لیا۔ لبنیٰ نے بھی اپنی ماں سے زیادہ اسکی تعظیم وتکریم کی۔ اور اگرچہ بالکل شرمیلی دلہن اور ہر شخص سے ناآشنا تھی مگر ایسے ادب اور پاس ولحاظ کا برتاؤ کیا کہ چند ہی روز میں قبیلۂ بنی عذرہ کی عورتیں اس پر پروانہ وار فدا ہونے لگیں۔ پورا سال نہیں گذرا تھا کہ عذریوں کے ہر خیمہ میں یہی تذکرہ تھا کہ لبنیٰ سے زیادہ نیک بخت لڑکی ہمارے قبیلے کو کبھی نہیں نصیب ہوئی تھی۔ قیس کی تو آرزو ہی بر آئی تھی مگر ذریح اور اسکی بی بی اپنے گذشتہ انکار پر نادم تھے اور اکثر تنہائی میں ایک دوسرے سے کہتے تھے کہ اپنی نادانی سے ہم کیسی صاحب تمیز اور خوشجمال بہو کو اپنے ہاتھ سے کھو دیتے تھے۔ سچ یہ ہے کہ یہ صرف سیدنا ومولانا حسین علیہ السلام کی برکت ہے ورنہ ایسی ہنرمند اور صاحب ادب لڑکیاں قبائل عرب میں ڈھونڈے نہیں مل سکتیں

اب یہ حالت تھی کہ لبنیٰ تو شب وروز ساس سسرے کی خدمت

میں مصروف رہتی اور قیس ہر دم اس کی ناز برداری میں مشغول رہتا کہا جاتا ہے کہ وصال کے بعد آتش عشق دھیمی پڑ جاتی ہے اور جوش و خروش اور ذوق و شوق کی بے تابیاں ہلکی ہو جاتی ہیں مگر یہاں معاملہ برعکس تھا وصال سے عشق کی پیاس بجھنے کے عوض اور بڑھ گئی تھی۔ اگرچہ اب وہ اگلی بیتابیاں اور مجنونانہ حرکات نہ تھے مگر ان کے عوض اپنے معشوق شیریں ادا کی ناز برداری اور دلداری تھی قیس میں ذریعے کا سوا اس کے کہ ہر گھڑی لبنیٰ کے پاس بیٹھے اس کے جمال جہاں آرا کی زیارت کرے کسی کام میں جی نہ لگتا تھا۔ اگر لبنیٰ کا رُخ گلگوں مصحف تھا تو وہ عقیدت کیش قاری اور تلاوت کرنے والا تھا۔ اگر اس کی جبین ناز ماہتاب تھی تو وہ ستارہ پرست تھا۔ خلاصہ یہ کہ کامیابی وصل کے زمانہ میں بھی اس کی نظر میں سوا پیاری لبنیٰ کے اور کسی چیز کی ہستی نہ تھی۔ آنکھوں سے لبنیٰ کی صورت دیکھتا کانوں سے اس کی نغمہ خیز آواز سنتا دماغ میں اس کے گیسوئے عنبریں کی خوشبو بسی رہتی اور ہاتھ پاؤں اور تمام قویٰ ہر دم اس کی ناز برداری اور خدمت گذاری کے لئے تیار رہتے۔

لبنیٰ بعض اوقات ان باتوں سے اکتا جاتی اور سمجھاتی کہ دنیا میں رہ کے زندگی کو یوں بیکار نہ کر دینا چاہیئے۔ گھر سے نکل کے قبیلے کے مردوں میں جاؤ ان کے کاروبار میں شریک ہو۔ اپنے ماں باپ کی خدمت کرو اور ان کے معیشت کے کاموں میں ہاتھ بٹاؤ۔"

قیس۔ "جانے کو تو جاؤں مگر لبنیٰ جب وہاں تیرا رخ زیبا نہیں نظر آتا تو دل کھینچنے لگتے ؟ میں تو سوا تیری ناز برداری کے اور کسی کام کے لئے پیدا ہی نہیں کیا گیا

لبنیٰ ۔ "مجھے بھی تمھاری ایک گھڑی کی جدائی گوارا نہیں ہے۔ مگر دنیا ایک ہی کام کے لئے نہیں ہے"

قیس ۔ "مگر میری دنیا تو صرف تو اور تیرا ہر کام ہے"

لبنیٰ ۔ "تو تمھارے نزدیک محبت فقط اس بات کا نام ہے کہ بیٹھے میری صورت دیکھا کرو اور میرے کہنے کا کچھ پاس و لحاظ نہ کرو؟"

قیس ۔ "ایسا نہیں ہے لبنیٰ تیرے ہر کام کو بسر آنکھوں سے بجا لاؤنگا"

لبنیٰ ۔ "تو میری خوشی یہ ہے کہ میرے لئے اپنے ماں باپ سے اس قدر بے تعلق نہ ہو جاؤ میں خود ان کی خدمت اپنا فرض خیال کرتی ہوں اس لئے کہ ہماری خوشی انھیں کی خوشی میں ہے"

اس گفتگو اور فہمایش نے قیس کو اپنے فرائض کتھوڑے بہت یاد دلائے۔ مگر اس کا کیا علاج کہ اس کا مقتضائے طبیعت ہی یہ تھا کہ زندگی کی گھڑیاں صرف لبنیٰ کی صحبت میں صرف کرے نہ آپ کوئی کام کرے نہ اسے کرنے دے لبنیٰ سمجھاتے سمجھاتے عاجز ہو گئی اور بعض وقت اس کی خانہ نشینی کاہلی اور بیکاری پر محمول کی جاتی اور جو جو زمانہ گزرتا معشوقہ شیریں ادا کے نظارے میں اس کی محویت ترقی کر جاتی۔

اس کیفیت کو ایک مدت گزر گئی اور حالت یہی ہے کہ قیس و لبنیٰ "میاں بی بی" نہیں تھے بلکہ ہنوز عاشق و معشوق ہیں۔ وہی پہلے دن کا جوش عشق قائم ہے اور وصل سے دل بیتاب کو کسی طرح سیری نہیں ہوتی صرف یہی نہیں کہ قیس کو امور خانہ داری اور کسب معیشت کوئی علاقہ نہیں بلکہ کوئی ولا

بھی نہیں ہوئی اور قیس کے ماں باپ کو خیال پیدا ہوا کہ ہماری نسل منقطع ہوئی جاتی ہے۔ بادیہ نشینانِ عرب میں اس سے بڑا کوئی نقصان نہیں خیال کیا جاسکتا تھا کہ انسان لاولد رہے اور نوعِ انسانی کے بڑھانے کا قرض ادا کئے بغیر دنیا سے گزر جائے۔ خود قیس کو اس کا خیال بھی نہ تھا مگر لیلیٰ کسی قدر محسوس کرنے لگی تھی کہ وہ زنانِ قبیلہ میں کم وقعت خیال کی جاتی ہے اور ساس سسر اس کی حالت پر پیچ و تاب کھا کر رہ جاتے ہیں۔ اور پھر اس پر طرہ یہ کہ قیس اب تک ویسا ہی عشق کا بندہ بنا ہوا ہے نہ پوری طرح ماں باپ کی خدمت بجا لاتا ہے اور نہ کسبِ معاش کی کوشش کرتا ہے۔ رفتہ رفتہ یہ خیالات اسے افسردہ خاطر اور ملول رکھنے لگے اور ایک دن اپنی اس نامرادی کی حالت کے خیال سے اس قدر متأثر ہوئی کہ دل بھر آیا اور اپنے خیمہ میں تنہا بیٹھ کے زار و قطار رونے لگی۔ قیس کسی کام کو باہر گیا ہوا تھا۔ اس کی لونڈی ریحانہ جو جہیز میں ملی تھی اپنی سراپا ناز خاتون کو خلافِ عادت روتے دیکھ کے پاس آئی اور پوچھنے لگی کہ بی بی آپ کی نازک طبیعت کو کس بات سے ملال پہنچا؟ ساس نے کچھ کہا؟ سسرے سے کوئی تکلیف پہنچی یا میاں کی زبان سے ناگوار کلمہ نکل گیا؟"

لیلیٰ۔" کوئی بات نہیں ریحانہ میں اپنی قسمت کو روتی ہوں۔"

ریحانہ۔" آپ سے اچھی قسمت کس کی ہوسکتی ہے؟ ایسے تابعدار اور نازبردار میاں چراغ لے کر ڈھونڈھئے تو ساری دنیا میں نہ ملیں گے۔ اور ساس سسر بھی آپ کی خاطرداری میں کوئی بات نہیں اٹھا رکھتے پھر آپ کو کس بات کا ملال ہے

لبنیٰ! "ریحانہ کہہ تو دیا کہ اپنے نصیب کا سب اچھے ہیں اور ہیں پری ہو
ہیں ان شفقتوں کے قابل نہیں نہ ایسے محبت والے شوہر کو مجھ سی نا قابل
بی بی ملنی چاہیئے تھی اور نہ ایسے انیس و شفیق ساس و سسر وں کو مجھ سی نکمی بہو"
یہیں تک باتیں ہونے پائی تھیں کہ قیس آگیا اور اپنی پیاری لبنیٰ کو آنسو بہاتے
دیکھ کے بیتاب ہوگیا ایک بے قراری کے ساتھ تڑپ کے قریب آیا اور پوچھا
خیریت ہے اور جواب میں دیر ہوئی تو ریحانہ پہ برہمی کے کڑوے تیور ڈال کے
بولا "ریحانہ تو نے کچھ کہا"

ریحانہ" میاں - میری مجال پڑی کہ بیوی کے خلاف کوئی کلمہ زبان سے
نکالوں میں تو خود ہی پوچھ رہی ہوں کہ دشمنوں کو کس بات کا ملال ہے -

قیس - (بیچذ ہو کے) لبنیٰ خدا کے لئے بتاؤ تمھیں کس بات کا صدمہ ہے

لبنیٰ - کسی بات کا نہیں فقط اپنے نصیبوں کو روتی ہوں -

اب قیس نے ریحانہ کو باہر ہٹا دیا اور خود برابر بیٹھ کے اور اس کی نرگسیں
آنکھوں سے آنسو پوچھ کے کہنے لگا - "لبنیٰ خدا کا واسطہ دلا کے کہتا ہوں کہ
اس ملال کا سبب بیان کرو ورنہ مجھے جنون ہو جائے گا - میرا دل تمھیں غمگین دیکھ
کے ہاتھ سے نکلا جاتا ہے اور صبر و قرار رخصت ہونے کو ہیں -

لبنیٰ - "تم ناحق حیران ہوتے ہو مجھے کسی سے شکایت نہیں ملال ہے تو
اس بات کا کہ روز بروز اپنے پرائے میں ذلیل ہوتی جاتی ہوں - تمھارے بھی
باپ کے دل میں یہ خیال پیدا ہو چلا ہے کہ مجھ سی نکمی بہو گھر ویران کرنے والی ہے
اور چند روز کے بعد ہمارے خیمہ میں کوئی چراغ جلانے والا بھی نہ ہوگا -

تو چلو میں کسی اور قبیلے میں چل کے رہوں کہیں اور جانا پسند نہ کرتی ہو تو خود تمھارے قبیلے بنی کعب میں اور تمھارے ماں باپ کے خیمے کے پاس ٹھہر سکتا ہوں اور وہاں بھی نہیں تو سب سے آسان یہ ہے کہ مدینہ طیبہ میں چل کے حضرت سیدنا حسین ؓ کے جوار عافیت میں بسر کر سکتا ہوں"

لبنیٰ!" میں کہیں جانا نہیں چاہتی لیکن ہاں یہ چاہتی ہوں کہ تم میری طرف سے بے پروا ہو کے اپنے والدین کی خدمت گذاری کرو جو کچھ وہ کہیں اس پر عمل کرو۔ اور گھر سے نکل کر دنیا کی سیر کرو۔ آج کل کے درباروں میں جاؤ۔ جہاد میں شریک ہو۔ اپنی فتوحات سے دین کی قوم کی اور اپنے خاندان کی مدد کرو

قیس "لبنیٰ میں تجھ سے علیحدہ ہو کے زندہ رہ سکوں گا؟ ع

وہ کام تو کہتی ہے جو آتا نہیں مجھ کو

اور آجکل جہاد کا بھی تو سدباب ہو گیا۔ امیر معاویہؓ نے حضرت علیؓ کی مخالفت کی اور مسلمانوں کے باہمی جھگڑے چل رہے ہیں۔

لبنیٰ!" تو بھی تمھارا فرض ہے کہ امیر المومنین علیؓ کی مدد کرو اور کوشش کرو کہ کوئی دشمن خلافت باقی نہ رہے تاکہ پوری قوت کے ساتھ دین اسلام کی اشاعت کی جا سکے"

قیس "لبنیٰ میرا جہاد اور میرا دینی اور دنیوی فرض یہی ہے کہ تیری نازبرداری کروں

لبنیٰ!" اور تمھاری انھیں باتوں پر مجھے رونا آتا ہے کوئی لڑکا خدا نے دیا ہوتا تو اس امید پر جیتی کہ بڑا ہو کے کام کرے گا اور تمھاری کمی پوری کر دے گا۔ اور تمھارے ماں باپ کو بھی امید پڑتی ہے کہ بیٹا نہیں تو پوتا تمھاری کمی پوری کر دے گا

اور جب میں اس بارے میں بدقسمت ہوں تو پھر تمہارے اس لاپروائی کو تمہارے
والدین کیونکر برداشت کر سکیں گے۔

قیس :۔ "لبنیٰ نہ مجھے اولاد کی آرزو ہے اور نہ ماں باپ کے ان فضول الزاموں کی پروا کرتا ہوں"

قیس "ہوا کریں"

لبنیٰ " اور حضرت امام حسینؑ کی نصیحت بھول گئے کہ ماں باپ کو ناراض نہ کرنا

قیس :۔ میں اپنی طرف سے ناراض نہیں کرتا۔ مگر وہ خود ہی ناراض ہو جائیں تو اس کا علاج نہیں۔

لبنیٰ " نہیں علاج ہے"

قیس " کیا علاج ہے"

لبنیٰ " یہ کہ ان کے کہنے پر عمل کرو ان کی خدمت کرو اور بجائے اس کے کہ رات دن میرے زانو سے زانو جوڑ کے بیٹھے رہو تم ان کے پاس جا کے بیٹھو اور ان کی خدمت کرو"

قیس " اس سے کیا ہوگا ؟

لبنیٰ " اس سے یہ ہوگا کہ تم اپنا فرض دینی بجا لاؤ گے اور انھیں تمہاری لاولدی کا خیال زیادہ نہ ستائے گا۔

قیس " اچھا تمہارے کہنے سے میں ان کے پاس جایا کروں گا اب تم خفا نہ ہو گی" ؟

لبنیٰ " مجھے اپنے معاملات کا انجام اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ دیکھو یہ تمہارا

تھا جس پر میری مسرتوں کا دارومدار ہے کہ کب تک نبھتا ہے۔
قیس" خدا نے چاہا تو ہمیشہ نبھے گا۔ اب کوئی تمہیں مجھ سے نہیں چھین سکتا
لیلیٰ" مگر مجھے اندیشہ ہے کہ ایسا نہ ہو تم مجھ سے چھین لئے جاؤ۔
قیس" ایسی باتیں زبان سے نہ نکالو"
لیلیٰ" چاہتی ہوں کہ ایسی باتیں زبان سے نہ نکالوں مگر اس کو کیا کروں
۔ دل میں ہر وقت یہی اندیشہ لگا رہتا ہے۔
اب قیس نے معمول کر لیا کہ دن بھر ماں باپ ہی کے پاس رہتا اور
ان کے اشاروں پر چلتا۔ باپ کے ساتھ اس کی دن کی گشتوں میں جاتا اور
رات کو واپس آکے تازہ جوش و اعتدال سے گزری ہوئی بے قراری کے ساتھ
لیلیٰ سے ملتا۔

تیرھواں باب ۱۳

(پڑ گئی اور یہ کیسی میرے اللہ نئی)

قیس کو ماں باپ کے ساتھ رہتے چند ہی روز ہوئے تھے کہ ایک صبح کیا
دیکھتا ہے کہ لیلیٰ زار و قطار رو رہی ہے اور اس کے گورے گورے گالوں پر
آنسو بہتے دیکھ کر کلیجہ پاش پاش ہو گیا۔ بے اختیار سینے سے لگا کے پوچھا
کیا ہوا۔ کسی نے کچھ کہا ؟"
لیلیٰ" (ہچکیاں روک کے) خدا جانے کیا ہونے والا ہے کہ روز بروز
میرے دل کا اندیشہ بڑھتا ہی جاتا ہے ؟
قیس" آخر کیوں ؟

لیلیٰ "ابھی صبح کو میں نے خواب دیکھا کہ جیسے ہم سب کسی صحرا میں چلے جاتے ہیں اور پیاسے ہیں۔ تم کہیں سے ڈھونڈھ کے پانی لائے ہو۔ ناگہاں کچھ لوگوں نے کٹورہ جو میرے منھ سے لگا ہوا تھا چھین لیا اور تمھیں زنجیروں میں باندھ کے پکڑلے گئے۔ اور مجھے اس لق و دق صحرا میں تنہا چھوڑ دیا۔ میں تمھارے غم میں چلا چلا کے رو رہی تھی کہ آنکھ کھل گئی۔

قیس" (تسلی دے کے) تمھارے دل کو ہر دم دھڑکا لگا رہتا ہے اور پریشان خیالات رات دن ستایا کرتے ہیں یہ اسی کا نتیجہ ہے"

لیلیٰ" مگر اس خواب کی تعبیر کیا ہے!

قیس" ایسے پریشان خیالات کی کچھ تعبیر نہیں"

لیلیٰ" خدا کرے ایسا ہی ہو۔ مگر مجھے ڈر لگا ہوا ہے کہ دیکھئے کیا ہوتا ہے"

قیس نے لیلیٰ کو تسلی دی جہاں تک بنا ان اندیشوں کو اس کے دل سے دور کیا اور حسب معمول اس سے رخصت ہو گئے۔ ماں باپ کے خیمہ میں آیا باپ کو آج خلاف عادت اپنا منتظر پایا اور جیسے ہی قیس نے ادب سے سلام کیا اس نے کہا۔ قیس میں تمھارا انتظار دیکھ رہا تھا۔

قیس:۔ لبیک یا ابت، اباجان جو حکم ہو اس کی بجا آوری کو حاضر ہوں

ذریح:۔ تمھاری والدہ کو تم سے شکایت ہے۔

قیس:۔ مجھ سے! میں نے کیا قصور کیا ہے۔

ذریح:۔ قصور یہ کہ اس شادی نے تمھارے اخلاق و عادات بگاڑ دیئے ہیں

قیس:۔ (تعجب سے) میرے اخلاق و عادات!"

ذریح :- ہاں ہاں تمہارے۔ لبنیٰ کے پیچھے نہ دین کی خبر ہے اور نہ دنیا کی یا تو تمہیں ماں باپ کی اطاعت کے سوا کسی کام سے تعلق نہ تھا یا اب یہ حالت ہے کہ گویا ماں باپ کوئی چیز ہی نہیں۔ اور یہ سب کیا دھرا لبنیٰ کا ہے۔ جس نے تم سے قبیلہ خاندان، اعزا، اقارب حتیٰ کہ ماں اور باپ تک کو چھڑا دیا ہے اور میں تو دیکھتا ہوں کہ اس نے تمہیں خدا تک سے بے پرواہ کر دیا ہے۔ اور خدا کے عوض تم سے اپنی پرستش کرا رہی ہے۔

قیس :- (لاجوابی کے لہجے سے) ابا جان اول تو میں روز بلا ناغہ صبح سے شام تک آپ ہی کی خدمت میں حاضر رہتا ہوں اور اگر اس فرض کے ادا کرنے میں مجھ سے کچھ کمی ہوئی بھی ہے، تو اس پر مجھے سب سے زیادہ الزام دینے والی لبنیٰ تھی۔ وہ غریب تو سمجھتی ہے کہ اس کا اور میرا دونوں کا یہ فرض ہے کہ شب و روز آپ کی اور اماں جان کی خدمت اور اطاعت کیا کریں۔

ذریح :- فضول باتیں نہ بناؤ۔ تم یہاں آتے بھی ہو تو تمہارا دل اسی میں لگا رہتا ہے۔ دنیا میں ہم نے میاں بی بی بہت سے دیکھے ہیں۔ مگر یہ شامت اعمال کہیں دیکھنے میں نہیں آئی کہ مرد سوا بی بی کی ناز برداری کے کوئی کام ہی نہ کرتے ہوں اور اس کے پیچھے دنیا و عقبیٰ کو بھول جائیں۔ آخر یہ حالت کب تک رہے گی

قیس :- ہاں مجھے اس کے ساتھ عشق تو ہے جو مرتے دم تک رہے گا۔

ذریح :- (نہایت برہمی سے) لبنیٰ یہ میرے کہنے سے بھی تم اپنا طرز نہ بدلو گے اور کسی طرح اس کی ناز برداری سے باز نہ آؤ گے۔ عرب کا پرانا اصول بہت ٹھیک ہے کہ جس لڑکی اور لڑکے میں عقد سے پہلے عشق ہو گیا ہو۔

ان میں باہم نکاح ہرگز نہ کرنا چاہیئے۔ اسی لئے میں اس نکاح کے خلاف تھا۔ تم دونوں نے بیٹے آوارہ گردی کی صحرا کی خاک چھانی۔ مگر میں نے ذرا پرواہ نہ کی، آخر حضرت حسینؓ درمیان میں پڑے اور وہ امر مجھے منظور کرنا پڑا جو دل سے منظور نہ تھا۔ اور بالکل مصلحت کے خلاف تھا اور یہ اسی کا خمیازہ بھگت رہا ہوں" ذریح نے سلسلہ تقریر ختم نہیں کیا تھا کہ اس کی بی بی آگئی اور بیٹے کی طرف غیض و غضب کے تیوروں سے دیکھ کے بولی "قیس لڑکے تو اتنا نالائق ہوگیا کہ اب باپ سے لڑتا ہے۔

قیس" اماں جان میں نے ایک لفظ بھی زبان سے نہیں نکالا"

ذریح " (طیش کھا کے) صاف صاف میرے منھ پہ کہہ رہا ہے کہ لبنیٰ کی نازبرداری نہ چھوڑوں گا۔ اور زبان سے کوئی لفظ نہیں نکالا (بی بی سے مخاطب ہوکے) میں نے وہی تمھاری شکایت بیان کی تھی اور کہا تھا کہ لبنیٰ کے پیچھے ماں باپ اور دنیا و عقبیٰ بھول گئے۔ ان باتوں سے باز آؤ۔ اس کا جواب یہ ملا کہ اپنی ان نالائقی کی حرکتوں سے باز نہ آؤں گا۔

ماں:۔ قیس! مجھے بے شک تم سے شکایت ہے تو نے جورو کیا کی کہ سارے گھر کو طلاق دے دی۔

قیس:۔ روز صبح سے شام تک حاضر رہا کرتا ہوں اگر اس کے سوا کسی اور وقت بھی حاضر ہونے کی ضرورت ہو تو ارشاد فرمائیے مجھے ہرگز عذر نہ ہوگا

ماں:۔ مگر ایسے بیٹھنے سے کیا حاصل کہ بیٹھے یہاں ہو اور بیوی تمھارے دل پر بیٹھی ہوئی ہیں۔ ایسی دکھاوے کی باتوں سے مجھے نفرت ہے۔

قیس :۔ میں نے تو عرض کیا کہ اور جو کچھ ارشاد ہو اس پر عمل کروں"
ماں :۔ (چپکے سے) مگر بیٹا میں پوچھتی ہوں کہ آخر لبنیٰ میں رکھا ہوا کیا ہے
کسی کام کی نہیں کاج کی نہیں۔ آج تک کوئی بچہ بھی نہیں ہوا۔ اور جس عورت کے
بچہ نہ ہو وہ بالکل بیکار ہے۔ رہی شکل و صورت تو بیٹا مجھے تو وہ بھی کچھ نہیں معلوم
ایسی پھونڈی صورت کو ہمارے قبیلے میں تو پسند کریں گے نہیں جو حسن کی شناخت
میں ساری دنیا میں جواب نہیں رکھتے بنی عذرہ میں بیسیوں لڑکیاں ایسی پڑی
جو ایک سے ایک بڑھ کے ہیں چندے آفتاب و چندے ماہتاب"
قیس :۔ (جوش کو حد سے زیادہ دبا کے) اماں جان لبنیٰ کو آپ میری نگاہ سے
دیکھیے۔ میرے نزدیک تو خدا نے اس سے اچھی صورت کیا بنی اس کی سی بھی کوئی نہیں بنائی۔
ذریح :۔ (بگڑ کے) پھر وہی بیہودگی، خود سری، اور خود پسندی
ماں :۔ (ذریح سے) تم نہ بولو۔ میں اپنے بچے کو آپ سمجھا لوں گی (قیس سے
مخاطب ہو کے) "بیٹا ذرا سمجھ سے کام لو۔ اچھا مانا کہ وہ ساری دنیا سے
اچھی ہے لیکن جب اولاد کے کام کی نہیں تو دو کوڑی کی ہے۔
قیس :" اماں جان! مجھے اولاد کی بالکل آرزو نہیں"
ماں :۔ واہ بیٹا واہ قربان تمھاری سمجھ کے ارے تم کو نہ سہی ہمیں تو اولاد
کی تمنا ہے۔ ہمارے دل کو تو لگی ہوئی ہے کہ تمھارے بچے کھلائیں۔ جو بڑے
ہو کے قبیلے کے کام آئیں گے اور ہمارا نام روشن
کریں گے۔
قیس :۔ یہ امر خدا کی مرضی پر منحصر ہے"

ماں :۔ بے شک خدا کے اختیار میں ہے مگر انسان کوشش تو کرتا ہے تیرے سوا دنیا میں کوئی اور بھی پسند کرے گا کہ بے وارث چھوڑے مر جائے" یہ سب باتیں اسی وقت تک ہیں جب تک جوان ہو اور دل میں عشق و محبت کا جوش بھرا ہوا ہے ۔ جب چند دن گزریں گے ہم مر چکیں گے اور تم بوڑھے ہو گے اس وقت لاولدی کا صدمہ بیتاب کرے گا ۔ اپنے کئے پر پچھتاؤ گے اور زندگی بے مزہ ہو جائے گی ۔

قیس :۔ میں کبھی نہیں پچھتاؤں گا ۔"

ذریح :۔ (بے اختیاری کے ساتھ) وہ اپنی ضد سے باز تھوڑے ہی آئے گا وہی مرغے کی ایک ٹانگ ۔

ماں :۔ (ذریح سے) "پھر تم بیچ میں بولے ۔ اگر تم سے نہیں رہا جاتا تو چلے جاؤ (قیس سے) بیٹا یہ تمھارا بچپن ہے ابھی خدا نے سمجھ نہیں دی ہے اس لئے ایسی باتیں کرتے ہو :۔

قیس :۔ لیکن امان جان ۔ آخر اس کی تدبیر ہی کیا ہے ؟ خدا کے معاملے میں کون دخل دے سکتا ہے ؟"

ماں :۔ میری مرضی تو یہ تھی کہ تم لبنیٰ کو چھوڑ دیتے "

قیس بیتاب ہو کے بولنے ہی کو تھا کہ ماں نے روک کے کہا ابھی جلدی نہ کرو ۔ پہلے میری بات پوری سن لو ۔ ہاں چھوڑ دیتے لیکن اگر اس میں تمھاری خوشی نہیں تو نہ سہی ۔ مگر میری خوشی کے لئے ایک اور شادی کر لو اور میں وعدہ کرتی ہوں کہ ایسی حسین و نازنین و پری جمال و باکمال سلیقہ مند

لائق اور شریف لڑکی تمہارے لئے ڈھونڈھ نکالوں گی کہ لبنیٰ کو بھول جاؤ گے۔"
قیس:- اماں جان آپ کے تمام احکام بجالانے کو تیار ہوں مگر یہ نہ ہو سکے گا خدا کے لیۓ اس پر اصرار کرکے میری زندگی خراب نہ کیجئے۔ لبنیٰ میری دین دنیا ہے اور وہ نہ ہوئی تو میں دونوں جہاں سے گیا گزرا ہو جاؤں گا۔"
ماں:- اے تو میں یہ تھوڑے ہی کہتی ہوں کہ لبنیٰ کو چھوڑ دو۔ لبنیٰ بھی رہے اور ایک اور بی بی بھی۔ اس میں نہ کوئی عیب ہے نہ مضائقہ عرب میں سب ہی جگہ ہوتی آئی ہے۔ خود ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیبیاں تھیں۔
قیس:- اماں جان! لبنیٰ کے ہوتے تو میں کسی عورت سے نکاح نہ کروں گا اس میں چاہے کچھ ہو۔
ذریح:- تم خواہ مخواہ اپنا بھیجا خالی کرتی ہو۔ اس سے کہو جس میں کچھ ادب اور تمیز ہو میں نے پہلے ہی کہہ دیا کہ یہ یوں نہ مانے گا۔"
ماں:- پھر کس طرح مانے گا۔؟"
ذریح:- زبردستی اور مارے باندھے سے (قیس سے) اب میں کہتا ہوں کہ اس لبنیٰ نے ہمارا گھر تو تباہ کر ہی دیا اب تجھے بھی تباہ کرے گی اس لئے میں حکم دیتا ہوں کہ اسے چھوڑ دے۔"
قیس:- (جوش وخروش سے) آہ یہ کیا سن رہا ہوں لبنیٰ کو چھوڑ دوں لبنیٰ میری جان ہے اور وہ ہے تو میں زندہ ہوں جس دن لبنیٰ میرے پاس نہ ہوگی۔ اس روز میں بھی نہ ہوؤں گا۔"

ذریح :۔ اگر ابھی میں تیری موت ہے تو کمبخت مرجا۔ لبنیٰ کے ساتھ رہنے سے تیرا مرجانا ہی اچھا ہے۔ ایسا ناخلف لڑکا ہوا تو کیا اور نہ ہوا تو کیا۔"

قیس :۔ (ماں باپ کے قدموں پر گر کے) ابا جان میری ایک یہ خطا معاف کر دیجیے پھر اور کوئی خطا نہ ہو گی فقط اس معاملے میں میری التجا سُن لیجیے۔ اور میری مخالفت گوارا کر لیجیے۔ پھر وعدہ کرتا ہوں کہ کبھی اور کسی امر میں آپ کے خلاف نہ کروں گا۔ اس کے جواب میں باپ نے ٹھوکر مار کر اسے پیچھے گرا دیا اور بولا "جا دور ہو، نہ تو میرا بیٹا ہے اور نہ میں تیرا باپ ہوں۔ یہ کہہ کے ذریح چلا گیا۔ ذریح کے جانے کے بعد قیس کی ماں کو بھی غصہ آیا جوش غضب میں اپنے کپڑے پھاڑنے لگی بال نوچ ڈالے اور منہ پیٹ پیٹ کے غل مچایا "یا بنی عذرہ" اس کی چیخوں کی آواز سُن کے بنی عذرہ کے زن و مرد فوراً دوڑ پڑے۔ خود لبنیٰ بھی اپنے خیمے سے نکل آئی اور بنی عذرہ کے ہجوم میں مل گئی۔ قیس کی ماں تو دیر تک منھ اور سینہ پیٹتی رہی۔ پھر جب دیکھا کہ گرد بھیڑ لگ گئی تو سب کی طرف مخاطب ہو کے چلائی "اے بنی عذرہ تم سب گواہ رہو کہ کعبہ چھو کر ی لبنیٰ بہت حباب نے میرے بیٹے کو کسی کام کا نہیں رکھا آہ قیس اس کے پھندے میں پھنس کے خدا اور رسول کے کام کا نہ رہا تو ہمارے کام کا کیوں ہونے لگا تھا۔"

ایک عذری شخص :۔ آخر اس نے کیا کیا ؟"

قیس کی ماں :۔ لبنیٰ بانجھ ہے اور اس سے اولاد کی امید نہیں میں نے دوسری شادی کرنے کو کہا تو یہ حالت تھی کہ ایک اور ہزار نہیں

عذری شخص ہے۔ اپنے اس فعل کا اسے اختیار ہے“
قیس کی ماں ؛۔ اسے اختیار ہے تو مجھے بھی اپنے فعل کا اختیار ہے اور تم سب لوگوں کے سامنے میں عہد کرتی ہوں کہ جب تک یہ لبنیٰ کو نہ چھوڑے گا میں مکان کی چھت کے نیچے نہ بیٹھوں گی اور نہ خیمے کے اندر اس میں جا۔ ہے مر ہی کیوں نہ جاؤں لیکن اب مکان اور خیمے کے اندر نہ سوؤں گی اور نہ جاؤں گی۔

یہ سنتے ہی قیس نے زور سے پچھاڑ کھائی اور زار و قطار رو کے خوشامد کرنے لگا کہ اماں جان! للہ ایسا عہد نہ کیجیے میں تربت رسول کی قسم کھا کے کہتا ہوں کہ لبنیٰ کے بغیر میں کسی کام کا نہ رہوں گا۔ ابھی تو آپ کی تھوڑی بہت خدمت بھی بجا لا سکتا ہوں اور اس حالت میں بالکل دیوانہ ہو جاؤں گا۔“

گرد و پیش کے چند لوگوں نے اس کی سفارش میں لب ہلائے بھی مگر اس کی ماں نے ایک نہ سنی اور بولی ”بس اب تو جو ہونا تھا ہوا“ یہ کہہ کے وہ تو دھوپ میں جا بیٹھی اور بنی عذرا جو گرد ہجوم کئے ہوئے تھے وہ بھی اپنے اپنے خیموں کو واپس جانے لگے۔

لبنیٰ نے قیس کو بیتاب و بے قرار دیکھا تو ہاتھ پکڑ کے اپنے خیمے میں لائی اور کہا۔ قیس، مفارقت میں اگرچہ تمہارے اور میرے دونوں کے لئے جان جانے کا اندیشہ ہے۔ مگر اب یہی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تم مجھے چھوڑ دو۔ تم سے طلاق لے کے میں اپنے قبیلے والوں میں جا کے

رہوں گی اور جس طرح تیرے گی نبھاؤں گی۔ تمہارے سر سے تو یہ الزام جاتا رہے گا کہ ماں باپ کو ناراض کر دیا۔ ان کے دل کی آزاری کسی کے نزدیک نہیں اچھی۔

قیس "لبنیٰ! تمھیں چھوڑ کے میں ہوش میں رہ سکتا ہوں؟

لبنیٰ" پھر آخر کیا کرو گے؟

قیس" سرِ دست تو میں جاتا ہوں اماں جان کو دھوپ کی تکلیف سے بچاؤں اور خوشامد درآمد کر کے راضی کروں تم خیمے میں بیٹھو۔ اور مجھے جانے دو۔

اب لبنیٰ میں بھی ضبط کی تاب نہ رہی تھی بے اختیار رو پڑی اور بولی آہ میں تو کہیں کی نہ رہی یہی میرے خواب کی تعبیر ہے اور ہائے یہ پوری ہی ہو کے رہی قیس نے اس کے آنسو پونچھے تسلی تشفی دے کے باہر آیا اور ماں کے پاس آ کے کہا۔ اماں جان خدا کے لئے اپنا عہد توڑیے میں اس کا کفارہ کر دوں گا

ماں" اس کا کفارہ یہی ہے کہ تو لبنیٰ سے دست بردار ہو"

قیس" ہائے یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ اور آہ! میں آپ کو اس کڑی دھوپ میں بھی نہیں دیکھ سکتا۔ یہ کہہ کے اپنی چادر دونوں ہاتھوں سے اس کے سر پر پھیلا دی اور سایہ کر کے کہا۔ اماں جان اب میری خطا معاف کرو"

ماں" جب تک تو لبنیٰ کو نہ چھوڑے گا میں راضی نہ ہوں گی پھر اس کی چادر اپنے ہاتھ سے ہٹا کر بولی"

جا دور ہو۔ اب مجھے کیوں ستانے آیا ہے"

قیس :۔ اماں جان اگر آپ چھت کے نیچے سایہ میں نہ بیٹھیں گی تو
میں بھی کہتا ہوں کہ ہمیشہ آپ کے سر پر میری چادر یوں ہی پھیلی رہے گی ۔ اور
پھر اسی طرح چادر کا سایہ کر دیا ۔

ماں :۔ تو دھوپ میں ہلکان ہو گا "

قیس :۔ اس کی پرواہ نہیں ۔ آپ تو دھوپ سے بچ جائیں گی

ماں :۔ میں تو اب ہمیشہ اس دھوپ میں رہوں گی "

قیس :۔ اور میں اسی طرح ہمیشہ سایہ کئے رہوں گا "

ماں :۔ آخر کب تک ؟ "

قیس :۔ جب تک آپ دھوپ میں بیٹھی رہیں گی "

ماں :۔ تو یوں بھی میرا پیچھا نہ چھوڑے گا ۔ ؟ "

قیس :۔ یہ تو نہ ہو گا کہ آپ دھوپ میں جلیں اور میں خیمہ میں
بیٹھ کے آرام لوں ۔

ماں :۔ اور لاڈلی دلہن کی ناز برداری کون کرے گا ؟ "

قیس :۔ اماں جان اس بیچاری سے آپ ناحق ہی بدگمان ہیں
نالائقی کاہلی یا خرابی جو کچھ کہئیے میری ہے ۔ میرا ہی جی نہیں مانتا کہ
اسے چھوڑ کے کہیں جاؤں ورنہ وہ غریب تو روز ڈھکیل ڈھکیل کے
مجھے آپ کی اور ابا جان کی خدمت کے لئے بھیجا کرتی ہے "

ماں :۔ تمھاری نالائقی بھی ہے تو اسی کی وجہ سے ہے میں ایسی بہو سے باز آئی

قیس :۔ تو اماں جان اب میرا قصور معاف کر دیجئے ۔

ماں :۔ (بگڑکے اور شور کرکے) "تو اب کچھ نہیں مجھے چپکا بیٹھا رہنے دو ورنہ اپنی جان دے دوں گی"

یہ سنتے ہی قیس خاموش ہوگیا۔ اور جب تک آفتاب غروب نہ ہوگیا، اسی طرح ماں کے سر پر اپنی چادر کا سایہ کیے رہا۔ شام کو جب واپس آیا ہے تو گرمی اور محنت سے حواس مختل ہو رہے تھے۔ اپنے خیمے میں آتے ہی لبنیٰ اس سے لپٹ کے رونے لگی۔ دونوں کا دل بھر آیا۔ اور دیر تک ایک دوسرے سے لپٹے ہوئے روتے رہے دیر تک گریہ و بکا کے بعد ایک نے دوسرے کے آنسو پونچھے اور لبنیٰ نے آپ کو سنبھال کر پوچھا "یہ مصیبت آخر کب تک رہے گی؟"

قیس :۔ جب تک قسمت میں لکھی ہے۔

لبنیٰ :۔ میں پہلے تم سے اصرار کرتی تھی کہ یہاں اپنے قبیلے میں رہو اور سچ یہ ہے کہ میں ہی تم کو یہاں لائی۔ مگر حالت یہ ہے کہ اب کہتی ہوں کہ چل کے مدینہ طیبہ میں رہو تاکہ حضرت امام حسینؑ کے جوار عافیت میں ہم زندگی بسر کریں"

قیس :۔ پیاری لبنیٰ اگر تم پہلے کہتیں تو میں چلا چلتا یا یہاں نہ آتا لیکن اب مشکل ہے چلا گیا تو اماں جان دھوپ میں جھلس جھلس کے جان دے دیں گی"

لبنیٰ :۔ پھر مجھ سے یہ تو نہیں دیکھا جاتا کہ تم دھوپ میں جل کے تباہ و حیران ہوا کرو۔ اچھا مدینہ میں نہیں چلتے تو کل سے یہ کام میرے سپرد کرو تمھاری طرف سے تمھاری والدہ پر اپنے آنچل کا سایہ کروں گی"

قیس :۔ "تم سی نازنین اور دھوپ سے یہ پھول سے گال کمھلا نہ جائیں گے یہ گوری رنگت سانولی نہ پڑ جائے گی تم بھلا ایسی تیز گرمی کی تاب لا سکو گی نہیں نہیں یہ نہیں ہو سکتا۔ ماں کی خدمت میرا کام ہے اور میں ہی اس کو بجا لاؤں گا

لبنیٰ :۔ کیا خدا نے مجھے تمہارے کام اور تمہاری مصیبت میں شریک نہیں کیا ہے؟ نہیں تو یہ کرو کہ ایک دن میں اپنے آنچل سے ان پر سایہ کروں اور ایک دن تم باری باری کرنے سے یہ کام شاید کسی قدر آسانی سے نبھ سکے اور تمہاری تکلیف تھوڑی بہت کم ہو جائے۔"

قیس :۔ نہیں لبنیٰ یہ نہیں ہو سکتا یہ میرا فرض ہے اور اسے اکیلا میں ہی بجا لاؤں گا۔ میرے لئے سب سے بڑی تسلی و آرام کی یہ بات ہوگی کہ روز شام کو تم سے ملوں گا اور ساری تکلیف تمہاری نگاہ محبت سے دور ہو جائے گی۔

قیس کو ضد اور اصرار کرتے دیکھ کے لبنیٰ خاموش ہو رہی مگر پھر بھی ایک دفعہ اس کی زبان سے نکل گیا ''آخر یہ مصیبت تم کب تک برداشت کرو گے'' اس کے بعد برابر یہی معمول رہا کہ روز آفتاب نکلتے ہی قیس جا کر اپنی ماں کے سر پہ سایہ کرتا اور شام تک بغیر اس کے کہ حوائج ضروریہ کے لیے بھی حرکت کرے اسی طرح چادر پھیلائے کھڑا رہتا۔ شام کو تھکا ماندہ خستہ خراب واپس آ کے اپنی معشوقہ با وفا سے ملتا اور دونوں لپٹ لپٹ کے روتے۔ اس کی ماں کی ضد کسی طرح ختم ہونے کو نہ آتی اور وہ شب و روز آسمان ہی کے نیچے بیٹھی رہتی۔

چودھواں باب ۱۴

(طلاق اور ہائے فراق)

اب قیس دھوپ میں جھلس جھلس کے کالا ہو گیا ہے اور دھوپ کی حدت نے دماغ پر اثر کرتے کرتے حواس مختل کر دیئے ہیں لاغری کی کوئی حد نہایت نہیں رہی شعرا نے لاغری اور دبلے پن کی جو تصویریں اپنے کلام میں دکھلائی ہیں سب اس کے دبلے پن کے مقابلہ میں وہم و خیال ہو گئیں اس کے ساتھ حرارت بھی رہنے لگی اور لوگوں کو تپ مزمن سے گزر کر تپ دق کا یقین ہو گیا۔ مگر نہ ضدی ماں اپنی بیرحمی سے باز آئی اور نہ وہ خود دھوپ میں جل جل کے اس پر سایہ کرنے سے دست بردار ہوتا ہے۔ لیلیٰ رات بھر اس کے پاس بیٹھی روتی اور دن کو اپنے خیمے کے اندر سے اس کی حالت دیکھ دیکھ کے اور بیمار ہوئی جاتی ہے۔ بنی عذرہ کے بوڑھوں اور نوجوانوں اور قریب قریب ہر زن و مرد نے آکے قیس کی ماں سے عفو تقصیر کی سفارش کی سمجھایا بجھایا مگر اس نے نہ ماننا تھا نہ مانا۔ اُسے اپنی دھن میں پکا دیکھ کے لوگ اب قیس کو بار بار سمجھاتے ہیں کہ وہ نہیں مانتی تو تم ہی مان جاؤ جس بی بی کی وجہ سے اپنی جان جاتی ہو اور اپنا گھر تباہ ہوا جاتا ہو اس کا چھوڑ نا ہی اچھا۔ قیس کے باپ ذریح کو بھی بیٹے کے حال پر ترس آیا اور بی بی سے کہا کہ لڑکا نہیں مانتا اور اس ضد میں اپنی جان ہی دیئے دیتا ہے۔ تو تم ہی طرح دو۔ ہمارا کام سمجھانا بجھانا ہے اب اس پر نہ مانے تو اپنی ایسی تیسی میں جائے۔

قیس کی ماں:۔ میں نہیں ماننے کی اپنے دل میں عہد کر چکی ہوں کہ اپنے

خیموں میں یا تو میں ہی رہوں گی اور یا یہ شامت زدہ لبنیٰ ہی رہے گی۔ خدا کی قسم جان دے دوں گی اور اس کے ساتھ رہنے پر راضی نہ ہوؤں گی۔

ذریح :۔ مگر مجھے تو یہ نظر آتا ہے کہ تمہاری اس کے ضد کے پیچھے قیس کی جان جائے گی۔ تم اپنے مزے میں سایہ کے اندر بیٹھی رہتی ہو اور لبنیٰ بھی خیمے کے اندر آرام سے رہتی ہے جو کچھ مصیبت ہے قیس کے سر پر ہے۔

قیس کی ماں :۔ تو میں کہتی تھوڑی ہوں کہ آکر مجھ پر سایہ کرو دبگڑ کے) بس اب مجھے زیادہ نہ ستاؤ۔ زیادہ چھیڑو گے تو کپڑے پھاڑ کے صحرا کی راہ لوں گی میرا اب اس مردار لبنیٰ کے ساتھ نباہ نہیں ہونے کا۔

ذریح :۔ تو لبنیٰ کو کیوں کوستی ہو۔ وہ تو بڑی ہی نیک بخت اور بے ہار لڑکی ہے۔ قصور ہے تو تمہارے لڑکے کا یا تقدیر کا لڑکے کا اس لئے کہ وہ تمہارا کہنا نہیں مانتا اور تقدیر کا اس لئے کہ اسے خدا نے اولاد سے محروم رکھا ہے۔

قیس کی ماں :۔ تمہارے نزدیک تو اس غریب لڑکی کی کچھ خطا ہی نہیں اور میں دیکھتی ہوں کہ اس نحس قدم نے میرا گھر تباہ کر دیا " جب بی بی نے کسی طرح نہ مانا تو ذریح نے ایک رات قیس کو علیحدہ بلا کے کہا بیٹا تم پر میرے حقوق ہیں اور خدا و رسولؐ نے تمہیں ان حقوق کے ادا کرنے کا ذمہ دار قرار دیا ہے۔

قیس :۔ بیشک والدین کے حقوق ہیں اور حتی الامکان میں ان کے بجا لانے کی کوشش کرتا ہوں "

ذریح :۔ تو میں تمہیں ان حقوق کا واسطہ دلا کے کہتا ہوں کہ میری ایک بات مان لو"

قیس :۔ فرمائیے میں اس میں اپنے امکان بھر کوتاہی نہ کروں گا۔

ذریح :۔ تو سنو۔ میں نے تمھاری ماں کو سمجھایا۔ قائل معقول کیا مگر وہ کسی طرح نہیں مانتی اور تم دونوں کی ضدم ضدا میں تمھاری جان کا اندیشہ ہے میری خاطر سے اور میرے حقوق پدری کا لحاظ کر کے تم لبنیٰ کو طلاق دے دو۔

قیس :۔ اباجان مجھے عذر نہ ہوتا مگر کیا کروں، لبنیٰ کے بغیر تو مجھے زندگی کا ایک دن بھی کاٹنا دوبھر ہو جائے گا۔ بغیر اس کے میں زندہ ہی نہیں رہ سکتا۔

ذریح :۔ اس وقت تمھیں ایسا معلوم ہوتا ہے اور سب لوگوں کی یہی حالت ہوا کرتی ہے مگر یقین جانو کہ صرف دو چار دن الجھن اور پریشانی رہے گی۔ پھر جب ہم ایک دوسری شریف لڑکی تمھارے ساتھ بیاہ لائیں گے اور دو چار دن اس کے ساتھ اٹھو بیٹھو گے لبنیٰ کو بھول جاؤ گے؟

قیس :۔ میں بھولوں گا اس سے میرے دل کو ایسا لگاؤ نہیں کہ کبھی یہ تعلق جاتا ہے

ذریح :۔ یہ صرف تمھاری ناتجربہ کاری ہے۔ اور فقط تمھاری نیک بختی اور عفت کا تقاضا ہے ورنہ یہ ممکن ہی نہیں کہ مرد کسی نئی حسین عورت کے پاس بیٹھے اور پہلی کو بھول نہ جائے۔ اس لئے بیٹا اگر ماں باپ کی زندگی چاہتے ہو اور ان کا کچھ بھی پاس و لحاظ ہے تو لبنیٰ کو چھوڑ دو۔

قیس :۔ آپ کے حکم کی تعمیل میں عذر نہیں مگر ہائے کیسے نباہ ہوگا اور کیونکر زندگی گذرے گی۔

ذریح :۔ اس کا میں ذمہ دار ہوں تم دیکھنا کس لطف سے گذرے گی اور جب یہ خانگی جھگڑے جاتے رہیں گے۔ اس وقت تمھیں بڑا لطف آئے گا۔ لبنیٰ کو طلاق دی اور ساری خرابیاں دور ہو گئیں۔

قیس :۔ (فکر و تردد سے سر جھکا کے) اچھا پھر اس پر غور کروں گا اگر مناسب معلوم ہوا تو۔؟

ذریح :۔ (پیٹھ ٹھونک کے) شاباش بیٹا شاباش، سعادتمندی کے یہی معنی ہیں ماں باپ کا کہنا ماننے میں یہاں دنیا میں فلاح ہے اور وہاں عقبیٰ میں بھی۔

قیس :۔ میں نے تو عرض کیا ہے کہ حتی الامکان آپ کے حکم سے انحراف نہ کروں گا

ذریح :۔ تو اتنا کہنا اور مان لو کہ اسی وقت پورا کر دو۔ آج کا کام کل پر نہ اُٹھا رکھنا چاہیئے۔ اب اس میں ہر طرح کی بھلائی نظر آتی ہے تو اسی وقت تین طلاق دے دو۔ بس فقط زبان سے کہہ دو میں پھر سب باتوں کو انجام دے لوں گا

قیس :۔ (آبدیدہ ہوکے) اَبّا جان اور جو حکم ہو اس کے بجالانے کو حاضر ہوں مگر مجھ سے میری لبنیٰ کو نہ چھڑایئے۔ خدا کی قسم میری زندگی عمر بھر کے لئے غارت ہو جائے گی۔

ذریح :۔ ایسا دیکھوں گا تو میں کوشش کر کے پھر اس کے ساتھ تمہارا عقد کرادوں گا۔ مگر اس وقت تم میرے کہنے سے طلاق دے دو۔

قیس :۔ ہائے کس دل سے طلاق دے دوں تو کسی طرح مانتا ہی نہیں

ذریح :۔ دل نہیں مانتا تو نہ مانے تم فقط زبان سے کہہ دو انھیں دو کلموں پر تمھارے خاندان کی زندگی ہے۔ اور ایسی حالت میں تمھیں انکار نہ کرنا چاہیئے۔ بھلا خیال تو کرو کہ اس کی خبر سنتے ہی تمھاری والدہ کیسی خوش ہو جائیں گی"

قیس :۔ اچھا اتنی اجازت دیجئے کہ ایک دفعہ اور جاکے لبنیٰ کا رخِ زیبا دیکھ لوں اور اس سے رخصت ہو آؤں۔

ذریح :۔ نہیں میں نہ جانے دوں گا۔ تم پہلے طلاق دے لو پھر جاکے رخصت ہو لینا۔

قیس بار ہا ٹالتا تھا اور چاہتا تھا کہ کسی طرح پیچھا چھڑا کے لبنیٰ کے پاس جائے۔ اور اس سے اس امر میں مشورہ کرے مگر ذریح کو یقین تھا کہ قیس ذرا ڈھیلا پڑا ہے اور دل کی کمزوری سے ملنے کے قریب آ گیا ہے کہ اگر اس وقت نکل گیا تو پھر جاتو کہ ہاتھ سے گیا۔ جو کچھ ہونا ہو ابھی وقت قبل اس کے کہ بیٹا لبنیٰ کے خیمے کے پاس بھی پھٹکنے پائے ہو جائے۔ اور زیادہ پھسلانا شروع کیا۔ اور طلاق کی مصلحتوں کے پہلو دکھلانے لگا۔ آخر قیس نے لاجواب اور بے بس ہو کے قبول کر لیا اور صرف باپ کے سامنے ہی نہیں کئی اور شرفائے قبیلہ کے سامنے بھی جنھیں ذریح نے پہلے ہی سے بلا کے اپنے قریب کھڑا کر رکھا تھا۔ لبنیٰ کو تین بار طلاق دے دی کہ جب تک لبنیٰ کسی اور کی بی بی نہ بن لے دوبارہ اس کے عقد میں آ ہی نہ سکے۔

اس کی زبان سے طلاق کے کلمات سنتے ہی ذریح نے دوڑ کے اپنی بی بی کو مبارکباد دی اور کہا تو تمھارا عہد خدا نے پورا کیا۔ اب خیمہ کے اندر آ کے بیٹھو۔

قیس کی ماں کیوں ؟

ذریح :۔ (اتنی زور سے چلا کے کہ لبنیٰ کے خیمہ میں بھی آواز گئی) قیس نے لبنیٰ کو طلاق دے دی۔

قیس کی ماں :۔ (خوشی سے اچھل کے) دیدی۔ خداوندا! تیرا ہزار ہزار شکر میرا بچہ بڑی آفت سے چھوٹا۔ اب اس نحس قدم لبنیٰ سے کہو کہ بنی عذرہ کی زمین چھوڑ کے اپنے قبیلے میں جائے۔ یہ کہتے ہوئے دوڑ کے بیٹے کے پاس گئی اس کی پیشانی چومی

پیٹھ پر ہاتھ پھیرا۔ اور کہا۔ بیٹا اب کلیجہ ٹھنڈا ہوا۔ خدا کا شکر ہے کہ تو نے
میری بات مانی اور اپنی ضد سے باز آیا۔

قیس اس وقت زار و قطار رو رہا تھا اور اپنے کئے پر پچھتا رہا تھا۔
اشکبار آنکھوں کو بار بار پونچھ پونچھ کے کہتا کہ ہائے اب کیا ہوگا؟ لیلیٰ!
میں نے تجھ پر ظلم کیا (باپ کی طرف دیکھ کے) ابّا جان میں تو لیلیٰ کے داغ
مفارقت کو کسی طرح برداشت نہیں کر سکتا اور اُسے چھوڑنا بالکل گوارا نہیں

ذریح :۔ جو کچھ ہونا تھا ہو چکا، اب لیلیٰ پر تمہارا اختیار ہے اور نہ تم پر لیلیٰ کا

قیس :۔ مگر آپ نے وعدہ کیا ہے کہ اگر مجھ سے صبر نہ ہو سکا تو اُسے پھر مجھ سے ملا دیں گے

ذریح :۔ از روئے اسلام۔ یہ امر میرے امکان سے باہر ہے۔

قیس :۔ (آہ فلک دوز کھینچ کے) تو میں کہیں کا نہ رہا۔ ہائے میری لیلیٰ!

ماں :۔ بیٹا ادھر سن! میں تیری شادی ایسی حسین و صاحب جمال لڑکی
سے کر دوں گی، جس کی صورت دیکھتے ہی تو لیلیٰ کو بھول جائے گا لیلیٰ نہ صورت
شکل میں اچھی اور نہ کام کاج میں۔

قیس :۔ لیلیٰ کو میری آنکھ سے دیکھو، اس کے سامنے نہ کوئی حسین ہے
اور نہ کوئی خوب صورت۔ ہائے لیلیٰ اگر تو میرے پہلو میں نہیں تو یہ دل بھی نہیں
کہتے ہی لیلیٰ کے خیمہ کی طرف لپکا اور دروازے کے قریب جا کے اندر داخل
ہونا چاہتا تھا۔ کہ ایک لونڈی نے روکا۔ اور بولی بس اب آپ لیلیٰ
کے محرم نہیں اور جسے آپ چھوڑ چکے۔ اس کی صورت دیکھ کر
کیا کیجئے گا!

قیس :- ہائے بیرحمی۔ اس سے کہو میں نے اُسے اپنی خوشی سے نہیں چھوڑا مجھے فریب دیا گیا ہے۔ اور باتوں باتوں میں پھنس کے میں ایسی حرکت کر بیٹھا جو میری مرضی کے بالکل خلاف اور میری خوشیوں کو زندگی بھر کے لیے برباد کر دینے والی تھی۔

لونڈی :- خوشی یا ناخوشی جس طرح ہو آپ نے لیلیٰ کو طلاق دی یا نہیں

قیس :- ہاں دی"

لونڈی :- طلاق دے چکے تو اب اگر مگر سے کیا ہوتا ہے اب ہماری بی بی آپ سے ملنے کے قابل نہیں۔

قیس :- ہائے رے محرومیٔ قسمت میں نے اپنے ہاتھ ہی کاٹ دیئے۔ " خود کردہ را دوائے نیست " مگر کیا اب سچ مچ لیلیٰ کا رُخ زیبا نہیں دیکھوں گا۔ زور زور سے لیلیٰ کو پکارنے لگا۔ لیلیٰ! لیلیٰ! پیاری لیلیٰ خدا کے لئے سُن، اپنے حسن وجمال کا واسطہ سُن۔ اپنی عفت وعصمت کا واسطہ سُن۔ میری ایک بات سُن لے۔ یہ کہہ کر عربی شعر پڑھا جس کا فارسی ترجمہ یہ ہے۔

بجرم عشق توام می کشند و غوغائیست
تو نیز بر سر بام کہ خوش تماشائیست

یہ پیتابانہ کلمات سُن کے لیلیٰ خیمہ کے دروازے کے پاس آئی اور بولی قیس اب مجھ سے کوئی واسطہ نہیں رہا۔ نہ تم میرے ہو نہ میں تمھاری ہوں۔

قیس :- جب تک جان میں جان ہے۔ میں تمھارا ہی رہوں گا۔ اس تعلق کو کوئی قطع نہیں کر سکتا ہے۔

لبنیٰ :۔ "گر شرع اور دین کی رو سے تم نے قطع کر دیا اور وہ قطع ہو گئے اب تمھارا مجھ پر کوئی حق نہیں۔ تم جا کے اپنے باپ کی خوشی پوری کر دو، اور مجھ بدصورت چڑیل کو گھر سے نکال کے کسی حسین لڑکی کو بیاہ لاؤ۔ میں بھی اپنے قبیلے میں جا کے زندگی کی ناگوار اور شرمناک گھڑیاں جس طرح بنے گا بسر کروں گی"

قیس :۔ "لبنیٰ خدا کی قسم نہ اس دل میں جو اس چاک سینے کے اندر ہے تیری دلربا صورت کے سوا کوئی صورت آنے پائے گی اور نہ تیرے دل تک اپنے سوا کسی اور کی رسائی ہونے دوں گا"

یہ کلمات سن کے لبنیٰ کا دل بھر آیا، آنسو نکل پڑے آواز رک گئی مگر اس نے آنسو پونچھ کے دل کو سنبھالا اور بولی قیس تم ہر طرح اچھے رہو گے مگر آہ تم نے میری مٹی خراب کر دی۔ لیکن اب زیادہ نہ ستاؤ اور کوشش کرو کہ تم مجھے بھول جاؤ اور میں تمھیں بھول جاؤں۔

قیس :۔ تو اتنی اجازت دو کہ رخصت ہوتے وقت ایک دفعہ تم سے بغلگیر ہو لوں

لبنیٰ :۔ نہیں اب تم اس کے مجاز نہیں۔ بس جاؤ خدا حافظ اس سے زیادہ باتیں کرنے کی مجھ میں تاب نہیں۔ یہ کہہ کے لبنیٰ وہاں سے ہٹ گئی اور قیس چلاتا پیٹتا پلٹا۔ ماں باپ ہزار بلاتے رہے مگر اسے ان کی بات سننے کا ہوش ہی نہ تھا خاک اڑاتا تھا۔ مجنوں کی طرح بنی عذرہ کے خیموں میں پھرنا شروع کیا۔ نالہ و فریاد کرتا تھا۔ خاک اڑاتا تھا اور ہر ایک شخص سے منت و زاری کہتا تھا کہ کوئی ایسی تدبیر بتاؤ کہ لبنیٰ پھر میری ہو جائے۔"

قیس نے نہ کچھ کھایا اور نہ پیا۔ ساری رات بنی عذرہ کے خیموں کے

آس پاس چکر لگاتا رہا۔ اسی حالت میں اسے تین چار مہینے گزر گئے۔ ماں باپ اور اہل قبیلہ نے ہزار اپنی باتوں میں لگایا مگر اس میں کسی کی نصیحت سننے کا ہوش ہی نہ تھا۔ یہاں تک کہ ایک دن صبح کو قبیلے کی مسجد میں نماز پڑھی اور فریضۂ فجر کے بعد دعا کرنے لگا "خداوندا مجھے لبنیٰ کے فراق سے بچا۔ اگر اس کی محبت دی ہے تو اُسے بھی میرے پاس رکھ،" دعا کا سلسلہ ختم نہ ہوتا مگر کسی نے کہا "تم دعا مانگ رہے ہو اور لبنیٰ نے اپنے گھر اور اپنے قبیلے کی راہ لی۔" یہ سننا تھا کہ بے اختیار دوڑ کے اس شخص کے پاس گیا اور پوچھا "کیا وہ گئی"؟

شخص:۔ ہاں وہ گئی اور چونکہ پو پھٹنے سے پہلے ہی روانہ ہو چکی ہے اس لئے کئی فرسخ نکل گئی ہو گی "بے اختیار لپک کے اس خیمہ میں آیا جس کے اندر ایک مدت معشوقۂ مہ لقا کے وصال وہم آغوشی میں گزاری تھی۔ مگر افسوس اب سناٹا پڑا تھا۔ ایک ایک چیز کو حسرت سے دیکھتا اور آنسو بہاتا ہوا باہر نکلا۔ ساتھ ہی کسی طرف سے کوّے کی آواز آئی۔ یہ عرب میں زمانۂ جاہلیت سے ناکامیوں کی خبر لانے والا تصور کیا جاتا ہے۔ بیتابی کے ساتھ یہ شعر پڑھا۔

لقد نادی الغراب ببین لبنیٰ
فطار القلب من حذر الغراب

کوّے نے فراق لبنیٰ کی خبر کیا دے کے سنائی لہذا کوّے کے ڈر سے دل ہاتھ سے نکل گیا۔ لیکن عشاق بھلا ایسے اوہام سے رُکتے ہیں؟ اس راستہ پہ دوڑتا ہوا چلا جس سے ہو کے لبنیٰ گئی تھی۔ آخر لبنیٰ کی محمل نظر آئی اور شوق کے پردا لگا کے اُڑ کر پاس پہنچ گیا۔ لبنیٰ کی لونڈی نے اس کی صورت دیکھتے ہی ڈانٹا

اور کہا "بس آپ واپس جائیے، آپ سے ہماری بی بی سے کوئی واسطہ نہیں۔
قیس :۔ "اچھا ایک بار اس کی تمکین ناز اس کا چاند سا چہرہ اور اس کا جمالِ جہاں آرا تو دیکھ لوں"
لونڈی :۔ "یہ ممکن نہیں"
قیس :۔ "یہ نہیں تو اچھا وہ اپنی سریلی اور نغمہ خیز آواز ہی ایک بار اور سنائے"
لونڈی :۔ "ہماری بی بی کو یہ بھی نہیں منظور"
قیس :۔ "ہائے میں کیسا محروم القسمت ہوں" اور اپنی جگہ ٹھٹک کر کھڑا ہو گیا جب تک محمل نظر آتی رہی نظر اسی پر جمی رہی۔ حسرت بھری آنکھوں سے دیکھتا رہا اور خاموش کھڑا تھا۔ یہاں تک کہ محمل بالو کے ٹیلوں کے درمیان میں غائب ہو گئی اور معشوقہ شیریں ادا کو صحرائے لق و دق نے اپنے آغوش میں چھپا لیا۔ تب بحسرت و یاس اپنے قبیلے کی طرف چلا مگر اس شان سے کہ ہر ہر قدم پر جھک کے ناقۂ لیلیٰ کے نقشِ قدم کو چوم لیتا تھا۔ غرض یوں ہی مذہب عشق کی عبادت بجا لاتا ہوا اپنی عذرہ کے خیموں کے پاس آیا اور ان کی طرف خطاب کر کے یہ شعر پڑھا ؎

وما احببت ارضکم ولکن
اقبّل اثر من وطئ الترابا

(مجھے تم لوگوں کی زمین سے محبت نہیں لیکن ہاں اس کے نقش قدم کو چومتا ہوں جو اس خاک کو روندتا ہوا آگیا ہے۔
رات کو ماں باپ کے مارے باندھے خوابگاہ میں جا کے لیٹا۔ لیکن

کسی پہلو پر قرار نہ آیا۔ کروٹیں بدلتا اور زمین پر گرگر کے لوٹتا تھا۔ صبح ہونے سے پہلے ہی خیمہ سے نکل کے بھاگا اور پھر اسی میدان میں خاک اڑاتا تھا اور صحرا کی خاک چھانتا تھا۔

پندرھواں باب

مرض عشق کا علاج

قیس اس مجنونانہ حالت میں مارا مارا پھرتا تھا۔ انسان تو انسان شجر اور حجر سے لیلیٰ کا پتہ پوچھتا تھا۔ بگولوں کے پیچھے دوڑتا تھا۔ شاید ان میں محمل لیلیٰ نظر آجائے۔ باد صبا کو نامہ بر بناتا تھا اور آہوان صحرا سے مانوس ہو کے ان کے حسن و جمال کی تعریف کرتا تھا کہ یہ لیلیٰ کی آنکھیں اڑا لائی ہیں۔ راتوں کو تارے گنتے گنتے سیاروں کی طرف مخاطب ہوتا اور کہتا تم بیکار مارے مارے پھرتے ہو کبھی ادھر جاتے ہو کبھی ادھر اتنا نہیں ہوتا کہ میری لیلیٰ کے پاس چلے جاؤ اور اسے میری حالت سے آگاہ کرو پھر دُب اکبر اور دُب اصغر تاروں کی طرف جو قطب کے گرد چکر لگاتے رہتے ہیں۔ دیکھ کے بولا۔ "تم دونوں بڈھے ہو گئے ہو۔ قطب تارے میں کیا رکھا ہے۔ جو رات بھر اس پر صدقہ ہوا کرتے ہو۔ ذرا میری پری جمال لیلیٰ کا رُخ روشن جا کے دیکھو۔ اس کے سامنے کسی تارے کی کچھ ہستی ہے؟ شوق ہے تو اس کے چاند جیسے مکھڑے کے گرد چکر لگاؤ اور یہ بھی نہیں تو اچھا میرے کام آؤ۔ بنی کعب کے خیموں میں لیلیٰ کا جمال جہاں آرا دیکھو اس کی زیارت سے لطف اٹھاؤ

اور جس طرح سے بنے اسے مناؤ تم بھی سرگرداں ہو اور میں بھی سرگرداں ہوں
اس ہم مذاقی سے شاید میری حالت تم پر آئینہ ہو لیکن نہیں میری تمہاری سرگردانی
میں فرق ہے۔ تم اپنے معشوق کے گرد پھرتے ہو تمہاری نظر اس کے رخ زیبا پر جمی
رہتی ہے اور میں اپنی لیلیٰ سے دور ہجراں زدہ، مبتلائے غم و اندوہ اس صحرا میں خاک
اڑاتا اور مارا مارا پھرتا ہوں جہاں لیلیٰ کی صورت کیسی اس کا خیال بھی آتے ہچکچاتا ہے۔
غرض یہی حالت تھی کہ کبھی چاند کو الزام دیتا کبھی زہرہ و مشتری کے نام رکھتا
کبھی مریخ سے ظلم کی شکایت کرتا اور کبھی آفتاب کی گرم جوشی پر بگڑ جاتا ایک دن
ایک سنگستانی ٹیلے پر بیٹھا مانوس ہرنوں کے حسن و جمال کی تعریف کر رہا تھا جو اس کے
قریب خاموش کھڑے ہوئے اپنی خمار آلودہ آنکھوں سے اس کی صورت دیکھ رہے
تھے کہ یکایک شمال کی طرف سے گھنگھور گھٹا اٹھی اور ساتھ ہی ٹھنڈی ہوا کے
جھونکے اپنے پنکھے جھل جھل کے کوشش کرنے لگے کہ اس کے سینے کی گرمی دور کر کے
اسے ذرا تسکین دیں۔ مجنوں کی طرح اوپر دیکھ کے بولا بھلا تیری ٹھنڈک سے میرے
دل کی سوزش کم ہو سکتی ہے وہ تیرا ٹھنڈا پانی تو آتش عشق کو بجھا سکتا ہی نہیں،
یہ ہوا کیا کارگر ہوگی وہ جا اپنا کام کر اور دل جلے عاشقوں کو نہ چھیڑ۔ مگر ہاں تو
جنوب کی طرف جاتا ہے اور ادھر ہی بنی کعب کے خیمے ہیں۔ میرا ایک پیام لیتا جا
تجھے ایک ماہ وش پری پیکر نظر آئے گی۔ جو گلاب کی نازک ٹہنیوں کی طرح لچکتی
ہے اور دیکھ ان ہرنوں سے اس کی آنکھیں بہت ملتی جلتی ہیں اس سے
کہہ دینا کہ تیرا شیدا اور تیرا عاشق بدنام موت کا آرزومند ہے مگر مر نہیں چکتا
یہ پیام عاشق پورا نہیں ہونے پایا تھا کہ اس کا باپ ذریح چند شرفائے بنی عذرہ

کے ہاتھ آگیا بیٹے کی حالت دیکھ کے آبدیدہ ہوا اور کہا "قیس اپنے گھر میں چلو کب تک صحراؤں کی خاک چھانو گے تمھاری ماں تمھارے لئے بیتاب ہیں اور کہتی ہیں۔ جب تک قیس نہ آجائے گا نہ کچھ کھاؤں نہ پیوں گی"

قیس:۔ میں گھر کیسے چلوں لیلیٰ کے عشق کی زنجیر میں بندھا ہوا ہوں وہ جدھر کھینچ لے جاتی ہے۔ چلا جاتا ہوں"

ذریح:۔ تو کیا اب اس حسرت نصیب ماں کا بھی خیال نہ کروگے جس کی تکلیفوں کا یہاں تک پاس و لحاظ کرتے تھے کہ لبنیٰ سی عزیز بیوی کو چھوڑ دیا اور اس کی مصیبت گوارا کی

قیس:۔ اس وقت تک میں ان کا بیٹا قیس تھا۔ اب خدا جانے کون ہوں وہ نہیں جس پر ان کی اطاعت فرض ہے" یہ جواب سن کے ذریح تو رونے لگا۔ مگر ہمراہی شرفائے قبیلہ نے قیس کو سمجھانا شروع کیا کہ دیکھو قیس یہ تمھارے باپ کھڑے ہوئے زار و قطار رو رہے ہیں اپنی ماں کا حال سن چکے کہ بغیر تمھارے کھانا پینا حرام ہو گیا ہے ہم یہ نہیں کہتے کہ تم گھر میں پاؤں توڑ کے بیٹھو۔ مگر اتنا تو کرو کہ کھڑے کھڑے چل کے انھیں تسلی دے آؤ" یہ کہہ کے انھوں نے قیس کا ہاتھ پکڑ کے اُسے زبردستی اُٹھایا اور کسی بھاگے ہوئے وحشی جانور کی طرح بہزار دقت اپنے پڑاؤ میں لائے اور اس کے گھر پہنچا کے چلے گئے۔ ماں صورت دیکھتے ہی دوڑ کے اس سے لپٹ گئی اور بولی بیٹا اگر میرے لئے تم نے اپنی بی بی کو چھوڑا ہے تو تھوڑی خاطر اپنے ماں باپ کی اور کرو۔ ہم نے تمھاری محبوبہ سے جھگڑا لیا ہے تو ہم ہی اس بات کے بھی ذمہ دار ہیں کہ تمھارا دل کسی نہ کسی طرح بہلائیں"

قیس:۔ اماں جان یہ اب اس زندگی میں ناممکن ہے۔

ماں :- نہیں بیٹا حکم ہے پہلے میرے ساتھ بیٹھ کے کچھ کھا لو پھر میرے
پیدر دیکھتا ہیں کیا کرتی ہوں۔ میں دو دن میں کتنا رادل بہلائے دیتی ہوں (آہ یہ
جبراً قہراً قیس نے اپنی ماں کے پاس بیٹھ کے دو ایک نوالے کھائے اور ماں
کو کھانا کھلایا۔ ماں کے جی اس توجہ سے نکل کے کہیں چلی گئی اور باپ قیس کے
پاس بیٹھ کے سمجھانے لگا کہ جوش وحشت سے کہیں چلا نہ جائے" اور واقعی
وہ پھر عازم صحرا تھا۔ کیونکہ جب کئی دفعہ اس نے قصد کیا اور ذریح نے روکا تو بولا
اب مجھے آپ کیوں روکتے ہیں؟ صحرا میں تو مجھے ہرنیوں کی صورت میں لیلیٰ کی
صورت نظر آتی ہے۔ یہاں کیا رکھا ہے؟ آپ کے حکم کی تعمیل ہو چکی ہے۔ لیجئے
اسی مسکن عشق میں جانے دیجئے"

ذریح :- یہاں تمھیں ہرنیوں سے اچھی لیلیٰ کی سی تصویریں بلکہ خود لیلیٰ سے
اچھی صورتیں دکھاؤں گا۔

قیس :- یہ ممکن ہے؟ نہیں، ہرگز نہیں۔ خدا نے اس سے اچھی صورت
پیدا ہی نہیں کی"

ذریح :- تم خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لوگے۔ اپنی والدہ کو آ جانے دو
لیکن ان پیاری صورتوں کے سامنے کوئی بدتمیزی اور وحشت کی حرکت نہ کر بیٹھنا
کہ مجھے بعد کو ندامت ہو۔

قیس :- میں لیلیٰ کے سوا کسی کو دیکھنا ہی نہیں چاہتا۔

ذریح :- آخر اس کے شوق میں ہرنیوں کو اس کی تصویر خیال کر کے دیکھتے ہو یا نہیں

قیس :- ہاں دیکھتا ہوں۔ ان میں کتنی باتیں لیلیٰ کی سی ہیں"

ذریح :۔ "کون کون"

قیس :۔ "ایک تو یہ کہ ان کی مستانہ آنکھیں بالکل جیسے لیلیٰ کی آنکھیں ہیں"

ذریح :۔ "دوسری"

قیس :۔ ان کی پھرتی، چالاکی، چلت پھرت اور ان کے سارے جسم کی بناوٹ بھی مجھے لیلیٰ کی یاد دلاتی ہے۔

ذریح :۔ "اور"

قیس :۔ اور یہ کہ جس طرح لیلیٰ کو مجھ سے وحشت ہو گئی ہے۔ اور مجھے چھوڑ کے بھاگ گئی۔ اسی طرح یہ ہرنیاں بھی مجھ سے وحشت کھاتی اور بھاگتی ہیں۔

ذریح :۔ "بس"

قیس :۔ "یہ تھوڑی مشابہت ہے"

ذریح :۔ تو ان سے زیادہ اچھی اور مکمل تصویریں دکھانے کا میرا ذمہ اتنا صبر کرو کہ تمھاری اماں آجائیں وہ اسی کام کے لئے گئی ہیں، آتی ہی ہوں گی۔

قیس :۔ میں تو بہت چاہتا ہوں کہ بیٹھوں مگر جب وحشت دل بیٹھنے بھی دے۔

اتنے میں قیس کی ماں آگئی۔ اور اس کے ساتھ پانچ صاحب جمال اور حسین وپری پیکر لڑکیاں تھیں۔ جنھیں قیس کی ماں صرف اس لئے لائی تھی کہ قیس کے پاس بیٹھ کے اس کا دل بہلائیں اور اگر کسی طرف اس کی طبیعت مائل ہو تو اس سے نکاح پڑھا دے۔ یہ پانچوں حسین و مہ جبین لڑکیاں جن کے نام ظریفہ، حمیدہ، حیدار۔ ہبیقہ اور نعمی تھا۔ بلا کی شوخ و چلبلی اور ذہین و فطین تھیں۔ قیس نے ان کی صورت دیکھتے ہی اُٹھنے کا ارادہ کیا تو ماں نے

ر دکا اور کہا تمھارے گھر میں کوئی مہماں آئے تو اس کی خاطر مدارات کرو۔ لطف
و محبت سے بٹھاؤ۔ اور ایسی باتیں کرو کہ اس کا دل بہلے یہ سب تمھیں دیکھنے کو آئی
ہیں اور تمھاری مہمان ہیں۔ میں جاتی ہوں۔ ان کے لئے کھانے کا بندوبست کرتی
ہوں۔ جب تک میں کھانا پکانے ریندھنے کے جھگڑوں میں رہوں۔ تم ان سے
بیٹھ کے باتیں کرو۔ تمھاری طرف سے ذرا بھی بے رخی ظاہر ہوئی تو ہم سارے
قبیلہ میں بدنام ہو جائیں گے" یہ کہہ کے اس نے ذریح کی طرف نظر اٹھا کے دیکھا
اور کہا تم چل کے ایک بکری ذبح کردو اس لئے کہ اپنے بیٹے کے گھر آنے کی خوشی کیا
ان پڑوس کی لڑکیوں کی دعوت کے لئے میں اچھا سامان کرنا چاہتی ہوں۔
ذریح :۔ "بہتر" کہہ کے باہر چلا گیا اور قیس گومگو اور الجھن کی حالت
میں مبتلا تھا کہ ماں بھی سمجھا بجھا کے خیمے سے نکل گئی اور صحبت ان بزرگوں سے
خالی ہو گئی، جن کا ان خوبصورت بنات بادیہ کو لحاظ ہو سکتا تھا۔ قیس بار بار
اُٹھنے کے لئے پہلو بدلتا اور چلے جانے کی دھن میں تھا کہ ظریفہ نے جو اپنے
نام کے مطابق سب میں زیادہ شوخ تھی کہا "اے سیدھے بیٹھو۔ کیا پیٹ
میں درد ہو رہا ہے؟ یا ہمارا آنا ناگوار ہے۔؟
قیس :۔ (آپ کو سنبھال کے) نہیں کچھ نہیں، تمھارا آنا کیوں ناگوار
ہونے لگا۔
حمیدہ :۔ (ظریفہ کی طرف دیکھ کے) میں تو جانتی ہوں کہ وہی لیلیٰ یاد آگئی ہوں گی
قیس :۔ "خوشی ہے) لیلیٰ مجھے کبھی بھولتی ہی نہیں جو شخص ہر گھڑی یاد رہتا ہو
اس کی نسبت یاد آجانے کا لفظ کہنا غلطی ہے۔

قیس :- واہ - دیکھ، ان تماشائیوں نے یہ لوگ بھی پیدا کیے ہیں"
جمیلہ :- اچھا میں یہ کہتی ہوں کہ میرے نزدیک لیلیٰ کا شمار خوبصورتوں میں نہیں۔ اس کے بڑے بڑے پھیلے ہوئے دیدے، سفید پھیکی رنگت، پرشکن پیشانی، اس کے ہلدی سے زرد گال اور کھسکے سیاہ اور روکھے بال آنکھیں کیا بھلے معلوم ہوتے ہیں۔ آخر ان میں کون سی بات ہے؟

قیس :- وہ بات ہے کہ دنیا میں آج تک کسی حسین کو نصیب نہیں ہوئی۔

ظریفہ :- اور خدا نہ کرے کہ کسی شریف لڑکی کو نصیب ہو۔ اس پر لڑکیوں نے قہقہہ لگایا۔

قیس :- افسوس خدا نے تمہیں سینے میں تمیز نہیں دی۔ لیلیٰ کو میری آنکھوں سے دیکھو۔

ظریفہ :- (مسکرا کر) اور میں کہتی ہوں کہ تم لیلیٰ کی نظر سے ایک دفعہ ہماری جمیلہ کو دیکھو۔ اس پر سب لڑکیاں تو بے اختیار ہنس پڑیں۔ مگر جمیلہ نے منہ بنا کے کہا "واہ دور پار! مجھے کوئی لیلیٰ سمجھ کے کیوں دیکھنے لگا۔ تو کیا میں ایسی گئی گزری ہوں کہ لیلیٰ بنائی جاؤں۔"

قیس :- اور نہ میں بناؤں گا۔ تم خفا نہ ہو۔ میرے نزدیک تو دنیا کے سارے حسن اس قابل ہیں کہ لیلیٰ کی پیاری صورت پر قربان کر ڈالے جائیں۔

ظریفہ :- تو تمہاری ان ہی باتوں نے تو ان کا دماغ خراب کر دیا ہے۔ اور آپ کو کچھ سمجھنے لگیں۔ (پھر قیس کی طرف متانت کی نظر سے دیکھ کے بولی) قیس ہوش کی دوا کرو! حسن بنی عذرہ کو چھوڑ کے کہیں پایا جا سکتا ہے؟ یہ خوبصورتی تو ہمارے گھر کی لونڈی ہے۔ بنی کعب کی ایک بدصورت اور بدقطع لڑکی اور بنی عذرہ کی نازآفریں لڑکی جمیلہ کا مقابلہ کرو۔ تم عذری ہو کے حسن دوسرے قبیلوں میں ڈھونڈتے پھرو اور کعبیہ لڑکی پر فریفتہ ہو جاؤ۔ غیرت شرم کی بات ہے۔ اس میں ہمارے قبیلے کی بے عزتی ہوتی ہے۔

قیس: لیلیٰ اب زیادہ نہ ستاؤ مجھے تمھاری باتوں سے وحشت ہوتی ہے میرے دل میں لیلیٰ ایسی ہوئی ہے اور اس کے سوا کسی کو اس میں جگہ نہیں مل سکتی "

ظریفہ: "تھوڑے دنوں جمیلہ کے پاس اٹھو بیٹھو گے تو لیلیٰ کو بھول جاؤ گے کیونکہ لیلیٰ میں نہ اُن کا حسن ہے اور نہ ان کی سی ادائیں اور خوبیاں۔

جمیلہ (بگڑ کے) ظریفہ دیکھو تم بار بار میرا نام لئے جاتی ہو۔ خدا کی قسم اسے گوارا نہیں کر سکتی کہ لیلیٰ کے مقابلہ میں میرا ذکر ہو "

قیس: تم لوگوں کی باتوں سے میرے سر میں درد ہونے لگا تم لیلیٰ کو بُرا کہتی ہو۔ اور میرا کلیجہ پاش پاش ہوا جاتا ہے اور ساتھ ہی یہ شعر پڑھے۔

یقر لعینی قربها و یزیدنی بها عجبا من کان عندی یعیبها

(اُن کی قربت سے مجھے تسکین ہوتی ہے اور جب یہ پاس آئے کہ جو کوئی اس کی مذمت کرتا ہم اس کو دیکھ کے میں حیران ہو جاتا ہوں)

کما قائل قد قال تب فعصیته ٭ وذلك لعمری توبة لا اتوبها

اکثر ناصحوں نے کہا (اس کے عشق سے) توبہ کرو میں نے ان کا کہنا نہیں مانا اور اپنی جان کی قسم یہ وہ چیز ہے جس سے میں کبھی توبہ نہ کروں گا۔

جمیلہ: "لو سُن چکیں ان کے سر پہ تو کعب کا بھوت سوار ہے وہ کسی اور کو کیوں خاطر میں لاتے لگے تھے "

ظریفہ: قیس بھی ضدی ہیں اور اتفاق سے میں بھی ضدی واقع ہوئی ہوں (قیس کی طرف رُخ کر کے) اچھا قیس جمیلہ کی صورت میں تم جیسں کو کوئی بات نظر نہیں آتی تو میری طرف دیکھو بھلا مجھ میں کوئی بات ہے کیا اب میں لیلیٰ سے بُری ہوں۔

جمیلہ: ہاں اب تم البتہ قائل قول کر کے انھیں اپنا شیدائی بنا لو گی "

قیس: تم میں سب خوبیاں ہیں مگر وہ چیز نہیں جو لیلیٰ میں ہے

ظریفہ :- (روکھا منہ کر کے) اچھا تم مجھ پر عاشق ہو۔ جاؤ کل جا کے وہ چیز لیلیٰ سے مانگ لاؤں گی۔ دیکھو انکار نہ کرنا۔

یہ ایسی بات ہے کہ اس پر قیس کو ہنسی آ گئی اور بولا۔ جاؤ تو پہلے جا کے وہ چیز لے آؤ۔ یوں میں نہیں ماننے کا۔

ظریفہ :- خیر اب تم راضی تو ہو؟ لیکن اب قیس کے دل میں جوش و جنوں پیدا ہو گیا تھا۔ وحشت ناک اور متجسس نگاہوں سے چاروں طرف دیکھا اور زور سے پکارا :

"اے لیلیٰ" ساتھ ہی خیال آیا اماں جان نے منع کر دیا تھا کہ ان لڑکیوں کے سامنے کوئی ایسا لفظ زبان سے نہ نکالنا جس سے ان کی دل شکنی ہو چنانچہ جیسے ہی ظریفہ نے پوچھا کہ لیلیٰ کیسی؟ کسے پکار رہے ہو۔ اس نے ایک بہانہ پیدا کیا۔

قیس :- ٹہلنے کے لئے میرا پاؤں سن ہو گیا تھا۔ اس لئے میں نے کہا کہ اس شخص کا نام لے کے پکاروں جو مجھے ساری دنیا سے زیادہ عزیز ہے"

ظریفہ :- (ہنس کر) تدبیر تو اچھی ہے جب کسی کو یاد کرتا ہو اپنا پاؤں سلا لو، خیر تو اب پھر تم اسی طرح پاؤں دبا کے بیٹھو تا کہ پھر اسی طرح سو جائے اور جب سو جائے تو مجھ سے کہنا۔ قیس نے کہا اچھا اور تھوڑی دیر پاؤں نیچے دبائے رہنے کے بعد مذاق کے طریق سے "لو اب پھر سو گیا پکاروں۔"

ظریفہ :- (ہنس کے) ہاں پکارو" مگر اب لیلیٰ کے عوض میرا نام لے کے پکارنا۔"

قیس :- تمہارا نام لینے سے کیا ہو گا۔!

ظریفہ :- یہی تو مجھے دیکھنا ہے کہ میرا نام لینے سے بھی تمہارا پاؤں اچھا ہوتا ہے یا نہیں۔ اس طرح اگر سن کا سن ہونا جاتا رہا تو پھر لیلیٰ کا تم پر کوئی دعویٰ نہ رہے گا اور۔

تمھاری دعویدار ہو جاؤں گی۔

قیس نے دو ایک دفعہ ظریفہ کا نام زبان پر لا کے کہا " ابھی تک تو کچھ فائدہ نہیں ہوا۔"

ظریفہ :۔ " (شرارت سے) مجال ہے؟ یوں ہی برابر نام لیتے رہو دیکھوں کیسے نہیں اچھا ہوتا۔"

قیس :۔ " لیلیٰ کا نام تو ایک ہی دفعہ لینے سے پاؤں اچھا ہو گیا تھا۔"

ظریفہ :۔ تو تم بنے ہوئے مریض ہو سچ مچ تمھارا پاؤں سن ہوتا تو میرا نام لینے سے بھی ایک ہی دفعہ میں اچھا ہو گیا ہوتا۔ قیس سے اس کا جواب نہیں بن پڑا۔ سب لڑکیاں کھل کھلا کر ہنس پڑیں اور کہنے لگیں " اب تو ثابت ہو گیا کہ تمھارے دل کو ظریفہ سے بھی کچھ لگاؤ ضرور ہے۔"

قیس :۔ اور مجھے کس سے محبت نہیں؟ سب ہی سے ہے، تم کو بھی چاہتا ہوں۔

ہمیشہ :۔ اور مجھے بھی؟" قیس نے کہا " ہاں تمھیں بھی" نعمی بولی " مجھے بھی" جواب دیا " تمھیں بھی" جیدا نے آگے بڑھ کے پوچھا " اور میرے حال پر بھی لطف عنایت ہے یا نہیں؟" بولا " ہاں تمھیں بھی چاہتا ہوں" یہ سن کے شوخ طبیعت ظریفہ نے عجیب شوخی کے لہجہ میں کہا " مگر دیکھو! رو میں کہیں ہماری جمیلہ کا نام نہ لے بیٹھنا وہ خفا ہو جائیں گی۔

قیس :۔ وہ خوش ہوں یا ناخوش مجھے ان سے بھی محبت ہے۔

ظریفہ :۔ تو پھر ان میں سے کس کے ساتھ شادی ہو گی؟

قیس :۔ مگر پہلے یہ تو پوچھ لو کہ تم سب سے مجھے کیوں انس ہے؟

ظریفہ :۔ خیر یہ بھی بتا دیجیے

قیس :۔ تم سب میری نظر میں چودھویں رات کا چاند ہو "

اہل عرب میں مشہور تھا کہ کسی کا پاؤں سن ہو جائے تو جو شخص اسے سب سے زیادہ عزیز ہو اس کا نام لے کے پکارے فوراً اچھا ہو جاتا ہے۔

ظریفہ:- اُفوہ! بڑی قدردانی کی آپ نے۔

قیس:- قدردانی نہ کروں گا؟ ان ماہتابوں کی روشنی سے میرے دل کو جنت ہوتی ہے ان کو ٹکٹکی باندھ کے ذوق و شوق سے دیکھتا اور ان پر اپنی جان کو قربان کرنے کو تیار ہو جاتا۔

ظریفہ:- دور تک کے ارادے! یہ زیادہ نہ بڑھیئے لیلیٰ کی حد تک رہیئے جہاں تک ہے

قیس:- ہاں وہاں قربان کرنے کو تیار ہو جاتا ہوں مگر کیوں؟ صرف اس خیال سے کہ تم سب اور تمہارے ساتھ سارا عالم بلکہ خود یہ تارے اور چاند سورج پیاری لیلیٰ کے حسن کے آئینے ہیں اس کا جلوہ ان سب میں نمودار ہے جس چیز میں جو خوبی ہے اسی کی دی ہوئی ہے اور تمہارا حسن و جمال در اصل اسی کی ناز آفرینیوں کا جلوہ ہے

جمیلہ: (ظریفہ سے) اب خوش ہوئیں!

ظریفہ:- اے ہے تم نے تو ہم سب کو پہلے یہاں تک چڑھایا کہ آسمان پر پہنچا دیا اور پھر دھکیل کے تحت الثریٰ سے بھی زیادہ گڑھے میں پھینک دیا ہماری خدمت ہمارے ہی منہ پر!

قیس:- مجھے تو ہر خوبی لیلیٰ میں اور ہر خوبی میں لیلیٰ ہی نظر آتی ہے اور یہ کہتے ہی جوش دل بڑھا تو دیوانگی کا زور ہوا اور سر و سینہ پیٹ پیٹ کے لیلیٰ کا نام لے لے کے پکارنے لگا۔

لڑکیاں صحبت کو بے مزہ دیکھ کر چلی گئیں اور قیس کو شدت سے بخار چڑھ آیا۔

* * *

سولھواں باب ۱۶

گر ہم سے مریضوں کی دوا ہوئے تو جانیں
بیمار محبت کو شفا ہوئے تو جانیں

قیس کو بخار چڑھا تو کسی طرح اُترنے کا نام ہی نہ لیتا تھا۔ وہ گھریلو دوائیں جو اُن دنوں بادیہ میں مروج تھیں۔ ماں باپ نے حتی الامکان سب استعمال کیں اور کوئی تدبیر اٹھا نہ رکھی۔ مگر قیس کی حالت روز بروز بگڑتی ہی جا رہی تھی ایک ہفتہ کے اندر صاحب فراش ہو گیا بچھونے پر پڑے پڑے اپنے شوق سے لیلیٰ کو یاد کیا کرتا جب دیکھیئے زبان پر لیلیٰ کا نام تھا اور دل میں لیلیٰ کا خیال آخر عاجز آ کے ایک دن اس کی ماں نے ذریح سے کہا "اب تو قیس کا خدا ہی حافظ ہے۔ اس روز ان لڑکیوں کی صحبت نے اس کا مزاج بگاڑ دیا خدا جانے کیا کر گئیں کہ اس وقت سے گرا تو اٹھنا نصیب نہیں ہوتا۔ میں تو سمجھتی تھی کہ دو چار روز میں لیلیٰ کو بھول جائے گا مگر لیلیٰ نے خدا جانے کیا جادو کر دیا ہے کوئی تدبیر ہی نہیں بن پڑتی۔

ذریح :۔ اب تو اس کی حالت بہت ہی نازک ہو رہی ہے۔ میں کل جا کے بنی طے کے مشہور طبیب کو لے آؤں گا اس کے علاج سے امید ہے کہ اسے جلد ہی شفا ہو جائے۔

ضرور۔ آہ! اس لڑکی نے میرے بچے کی جان تو لے لی ہے [illegible] بڑی حکیم صاحب کو لانے چلے جاؤ۔

اچھا آج ہی رات کو روانہ ہو جاؤں گا اور کل شام تک حکیم صاحب کو لے کے واپس آجاؤں گا" اس اقرار کے مطابق ذریح اول شب میں روانہ ہوگیا اور حکیم صاحب کو، جو کسی اور شخص کے علاج میں مصروف تھے، منت وسماجت راضی کر کے اپنے ساتھ لیا اور دوسرے دن سہ پہر کو بنی عذرہ کی سرزمین میں واپس آگیا۔ اتفاقاً عین اس وقت جب کہ حکیم صاحب تشریف لائے ظریفہ اور جمیلہ بھی عیادت کو آئیں۔ ادیب نے پوچھا کہ کہو کیا حال ہے۔ اس کے جواب میں قیس نے دو شعر پڑھ دیئے۔

عند قلبی من حب لبنیٰ ولبنیٰ ﴿ داء قلبی والحب صعب شدید

(قیس کو لبنیٰ کی محبت ہے اور لبنیٰ ہی قیس کا مرض ہے اور محبت سخت و دشوار ہے)

فاذا عادنی العوائد یوماً ﴿ قالت العین لا اریٰ من ارید

تو عیادت کرنے والیاں ایک دن عیادت کو آئیں تو آنکھ کہنے لگی کہ جس کو میں ڈھونڈھتی ہوں وہ نظر نہیں آتی۔

حکیم صاحب نے نبض دیکھ کے پوچھا۔ یہ بیماری کب سے ہے؟ اور کب سے اس عورت کے عشق میں مبتلا ہو۔ اس کا جواب بھی قیس نے اشعار ہی میں دیا جن کا مطلب یہ تھا کہ ہماری پیدائش سے پہلے ہی میری جان اس کے دم سے وابستہ تھی اور صلب و رحم و مہد کے مدارج طے کرنے کے بعد بھی اس کی محبت موجود رہی جوں جوں ہم بڑے ہوتے گئے وہ بھی [illegible] اور مرنے کے [illegible] عالم کے ہر قسم کے انقلاب کے بعد بدستور قائم رہتی ہے اور قبر و لحد کی تاریکی میں بھی میرے ساتھ ہوگی۔

حکیم صاحب نے تامل و غور کے بعد سوچ کے یہ علاج بتایا کہ اس محبوبہ میں
جو کچھ عیوب ہوں ان کا دھیان کرو اور انھیں بار بار یاد کیا کرو اور اس کی
حرکات و سکنات کا خیال رکھو جن سے طبیعت کو نفرت ہوتی ہو۔

قیس نے پھر اشعار ہی میں جواب دیا "حکیم صاحب اگر عیب لگانا ہو تو
ماہِ کامل سے تشبیہ دیجیے۔ میری تشبیہ دینا اس کی توہین ہے اور تعریف کہ تمام
لوگوں پر ویسی ہی فضیلت حاصل ہے جیسی فضیلت شب قدر کو ہزاروں راتوں پر
اور اس کے بعد لیلیٰ کا سراپا بیان کرنا شروع کیا۔ تو سلسلۂ کلام کسی طرح ختم ہونے
کو .... اتفاقاً اثنائے کلام میں اس کا باپ ذبیح آگیا جو کسی کام کو
باہر گیا ہوا تھا بیٹے کو اس طرح اپنی تعریفیں حکیم صاحب کے سامنے کرتے دیکھ کے
بہت بگڑا اور کہا "قیس تم کو شرم نہیں آتی کہ حکیم صاحب تو تمہاری
بیماری کا حال پوچھتے ہیں اور علاج کرنے کو آئے ہیں ... اور تم فضول بک بک
کر کے ان کا مغز چاٹے جاتے ہو۔ حکیم صاحب نے ذبیح کو [illegible] ملامت
کرنے سے روک کے کہا یوں بگڑنے اور خفا ہونے سے کام نہیں چلنے کا
عشق میں روکنے اور منع کرنے سے اور ضد پیدا ہوتی ہے اور جوش جنون
بڑھتا ہے۔ ان [illegible] سے الگ چل کے ہمیں غور کرنا چاہیے کہ تمہارے
لڑکے کو اس مصیبت سے کیوں کر نجات حاصل ہوگی۔ ذبیح نے کہا حکیم صاحب
اگر اس کی مجنونانہ کیفیت جاتی رہی تو میں نہایت ہی احسان مند ہوں گا
اور زندگی بھر آپ کا غلام ہو رہوں گا۔

حکیم صاحب: تمہیں اظہار شکر گزاری کی ضرورت نہیں۔ یہ تو میرا فرض ہے

اب جبل کے یہاں سے روکیں، اور خیمہ میں بٹھیو اور اپنے قبیلے کے چند صائب الرائے حضرات کو بھی بلالو۔ ذریح نے کہا " بہت بہتر" اور اس تجویز کے مطابق ذریح نے عبادت کرنے والی لڑکیوں کو تو قیس ہی کے پاس چھوڑا اور خود حکیم صاحب کو لے جاکر ایک دوسرے خیمے میں بٹھایا۔ پھر دوڑ کے پاس پڑوس کے چند معززین بھی عذرہ کو بلا لایا۔ مجمع پورا ہو گیا تو حکیم صاحب نے سب سے پوچھا۔ آپ حضرات کے خیال میں کوئی ایسی تدبیر ہے جس سے قیس کا یہ جنونِ عشق جاتا رہے۔

سب نے کہا حضرت ہم آپ کے سامنے کیا زبان کھول سکتے ہیں۔ ہمارے نزدیک تو کوئی تدبیر نہیں۔ ہاں جو تدبیر آپ بتائیں گے اس پر عمل کیا جائے گا

حکیم صاحب :۔ میرے نزدیک یہ مرض لاعلاج ہے اور کوئی دوا سود مند نہ ہو سکے گی۔ اگر ہے تو بس ایک تدبیر ہے اور وہ تدبیر بتانے کی نہیں صرف کرنے کی ہے۔ مگر آپ وعدہ کیجئے کہ میں جو کہوں گا آپ اس پر عمل کرنے کو تیار ہو جائیں گی۔

ذریح :۔ آپ کا جو حکم ہوگا بجا لائیں گے۔

حکیم صاحب :۔ میں اسے آپ سے جدا رکھوں گا اور جب تک اچھا ہو، آپ سے نہ ملنے دوں گا۔

ذریح :۔ مگر ابھی تو بخار سے صاحبِ فراش ہو رہا ہے ہم پاس نہ رہیں گے تو تیمارداری کون کرے گا؟

حکیم صاحب :۔ یہ بخار وغیرہ سب عارضی بیماریاں ہیں جن کا علاج تین چار روز میں

کر دوں گا۔ اور اسی ہفتہ میں اچھے ہو جائیں گے۔"

ذریح :- (عاجزی کے لہجہ میں) میں درم ناخریدہ غلام ہو جاؤں گا۔ حکیم صاحب میں اور کسی قابل نہیں۔ مگر اس کا آپ یقین رکھیے کہ میرے ساتھ پورا قبیلہ بنی خندہ آپ کا ممنون احسان ہو گا۔

حکیم صاحب :- یہ میرے فرائض ہیں اور اس کے معاوضہ میں آپ سے میں کسی چیز کا خواستگار نہیں لیکن جو کچھ آپ سے چاہتا ہوں اسی قدر ہے کہ میں جو تدبیر بتاؤں ان پر پورا عمل کیا جائے۔ آپ نے بڑی غلطی کی کہ طلاق دلوائی۔

ذریح :- یہ غلطی تو مجھ سے ہوئی۔ میں ہرگز طلاق نہ دلواتا۔ اور میں تو نہ دلواتا مگر میری بنت عم (بی بی) نے نہ مانا۔

حکیم صاحب :- آپ کی زوجہ نے بڑا ظلم کیا۔ لیکن اُن سے وعدہ لیجیے کہ اب پھر کبھی تو ایسی خود رائی نہ کریں گی۔ اگر وہ اس بات کا اقرار کرنے کو تیار نہیں تو میں علاج نہ کروں گا۔

قیس کی ماں :- حکیم صاحب میں وعدہ کرتی ہوں کہ پھر کسی معاملہ میں دخل نہ دوں گی۔ اور قیس جو چاہے کرے مجھے اس میں عذر نہ ہو گا۔ آپ کسی طرح اسے اچھا کر دیجیے بس اتنا چاہتی ہوں کہ اس کی جان بچ جائے۔

حکیم صاحب :- تو میں علاج کروں گا۔ لیکن اب خبردار کوئی شخص اس کی آرزو کے خلاف کلمہ اس کے زبان پر نہ لائے اور یہ بھی نہ ہو کہ اس کے منہ پر لبنیٰ کی مذمت کی جائے۔

زبیح :- انشاءاللہ میں پورا بندوبست کروں گا۔
حکیم صاحب :- اچھا تو آپ تھوڑی دیر کے لئے مجھے قیس کے پاس تنہا چھوڑ دیجئے اس ہدایت پر فوراً عمل کیا گیا۔ حکیم صاحب تن تنہا جا کے قیس کے پاس بیٹھے نبض دیکھی دلدہی کی۔ تسلی تشفی کی باتیں کیں اور باتوں باتوں میں اس سے عشق کا حال دریافت کیا اس نے عجب جوش دل کے ساتھ مزہ لے لے کے اپنی ساری سرگذشت کہہ سنائی کہ لبنیٰ پہ کیونکر عاشق ہوا۔ کیونکر وہ اس پہ مائل ہوئی اور اس کے قبیلے والے برہم ہوئے پھر حضرت امام حسینؑ کی کوشش سے لبنیٰ کے ساتھ اس کی شادی ہوئی۔ اور کامرانی و شادمانی کی زندگی بسر کرنا پھر حسرت واندوہ کے ساتھ اپنی ماں کی ناراضی اس کی قسم۔ باپ کے دھوکے دھوکے میں طلاق دلوانا۔ اور پھر اپنا مایوس نامرادرہ جانا۔ غرض ساری داستان رو رو کے اور آنسو بہا بہا کے کہہ سنائی ؛
حکیم صاحب :- خیر جو ہونا تھا ہوا۔ اب میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ جہاں تک بنے گا تمھیں لبنیٰ سے ملادوں گا۔
یہ سنتے ہی قیس یا تو ناتوان و کمزور پڑا تھا یا جوش میں آ کے اُٹھ بیٹھا اور عجیب بشاشت کے چہرے اور مسرت کے لہجہ میں کہا ؛
آپ مجھے اس سے ملادیں گے۔ ہاں بس یہی میری دوا ہے۔ اور اسی پہ میری زندگی ہے مگر حکیم صاحب یہ بھلا کیسے ہوگا سنتا ہوں کہ طلاق بائن کے بعد دوبارہ نکاح ہو سکتا ہی نہیں۔
حکیم صاحب :- مگر میں کوشش کروں گا کہ یہ دشواریاں سب دور ہو جائیں۔

قیس: حکیم صاحب بس اب کسی دوا کی ضرورت نہیں۔ آپ نے ان دو لفظوں سے جلا لیا۔ خدا آپ کو ہمیشہ زندہ سلامت اور کامیاب و بامراد رکھے اور ایک حرماں نصیب عاشق ناکام کی دعائیں اثر دے۔

حکیم صاحب: تم مطمئن رہو اور اب ان سب باتوں کو میرے ذمے چھوڑ دو

قیس: تو آپ میری آرزو برلانے کی کوشش کب سے شروع کریں گے

حکیم صاحب: تمہارا یہ بخار جائے اور تم میں ذرا چلنے پھرنے کی طاقت آ جائے۔

قیس: تو اب میں بالکل اچھا ہوں۔ بخار جاتا رہا (حکیم صاحب کا ہاتھ اپنی نبض پر رکھ کر)۔ دیکھئے نام کو بخار ہے۔

حکیم صاحب: ہاں اس وقت نہیں ہے مگر اندیشہ ہے کہ پھر نہ آ جائے۔

قیس: اب مجھے بخار نہ آئے گا۔ ہرگز نہ آئے گا

حکیم صاحب: تاہم ذرا طاقت تو آ لینے دو۔

قیس: طاقت بھی آ گئی جتنی دو، کہیے پیدل چلنے کو موجود ہوں۔

حکیم صاحب: مگر مجھے ابھی ان وعدوں کا اعتبار نہیں۔ جب برابر ایک ہفتہ تک تمہاری صحت قائم رہے گی اور بخار نہ آئے گا تب میں اپنی تدبیر شروع کروں گا۔

قیس: مگر اتنا تو بتا دیجیے کہ آپ کیا تدبیر کریں گے۔

حکیم صاحب: یہ ابھی نہ بتاؤں گا۔ کیا تمہاری تسکین کے لیے میرا اتنا کہہ دینا کافی نہیں کہ جب تک تم کو شادکام و بامراد نہ دیکھ لوں گا مجھے چین نہ آئے گا۔

قیس: بے شک کافی ہے۔ آپ کے اس وعدہ پر میں [illegible] اور سچ ہے کہ آپ نے ذرا باتوں کی آگ سے وہ تسلی دکھائی کہ مجھے مرنے سے [illegible] لیا

یہ کہہ کے حکیم صاحب اس سے رخصت ہو کے اُٹھ کھڑے ہوئے اور خیمے سے باہر نکلنے کو تھے کہ قیس نے عجب آرزو مندی کے لہجہ میں کہا۔

"حکیم صاحب مجھے بھول نہ جایئے گا اب میرا مرنا جینا آپ ہی کے ہاتھ میں ہے۔

حکیم صاحب نے پھر تسلی دی اور باہر نکل کے ذریح اور دیگر سرداران قبیلہ سے جو بے صبری کے ساتھ ان کا انتظار کر رہے تھے مل کے کہا:۔

اب آپ قیس کو اچھا سمجھیئے میں نے ایسی دوا دی ہے کہ بخار اسی وقت اُتر گیا اور امید ہے کہ پھر نہ آئیگا خدا نے چاہا تو طبیعت گھڑیوں میں سنبھلے گی اور جتنی شکایتیں ہیں سب جاتی رہیں گی میں آج کے آٹھویں دن آکے پھر دیکھوں گا اور اس وقت جو تدبیریں بتاؤں اس پر آپ کو عمل کرنا ہوگا۔

ذریح:۔ (کمال شکر گذاری سے) آپ جو فرمائیں گے وہی کیا جائے گا مگر آپ کے جانے کے بعد اسے کیا دوا دی جائے۔ آخر اس ہفتہ میں کوئی دوا دینے کی ضرورت ہوتے ہی ہوگی۔

حکیم صاحب:۔ جو دوا اس وقت ہوئی یہی کافی ہے۔ دوبارہ دینے کی ضرورت نہیں مگر ہاں پرہیز کی البتہ ضرورت ہے آپ کو پرہیز کا بے انتہا خیال رکھنا چاہیے ان کے پاس غیر لوگوں کا زیادہ ہجوم نہ رہے۔ آپ کہتے تھے کہ دل بہلانے کے لئے بعض بنات قبیلہ آکے ان سے باتیں کیا کرتی ہیں اب خبردار ان لڑکیوں کو نہ آنے دیجئے گا ان کی صحبت سے مرض بڑھے گا اور اگر اب کی طبیعت بگڑی تو پھر میرے بنائے کچھ نہ بنے گا تاکید کر دیجئے کہ ا

کے سامنے کوئی نامرادی و ناکامی کی باتیں نہ کرے نہ لبنیٰ کی مذمت و عیب گوئی کرے نہ یہ ظاہر کرے کہ اب لبنیٰ کا ملنا دشوار ہے۔

ذریح:۔ ان سب باتوں کا لحاظ رکھا جائے گا

حکیم صاحب:۔ ان کی والدہ کو بھی سمجھا دیجئے کہ اب اگلی سی بدمزاجیاں نہ ظاہر کریں۔ اصل میں یہ مرض ان ہی کا پیدا کیا ہوا ہے اور اسی لئے مجھے ان کی ذات سے بہت اندیشہ ہے اگر ممکن ہوتا تو میں یہ کہتا کہ وہ بھی ان کے پاس نہ آنے پائیں مگر شاید یہ دشوار ہوگا۔ اس لئے انھیں میں اجازت تو دیتا ہوں مگر اس شرط سے کہ کوئی کلمہ قیس کی آرزو اور اس کی مرضی کے خلاف اس کے سامنے زبان پر نہ لائیں۔

ذریح:۔ وہ بھی ان ہدایتوں کا خیال رکھے گی مگر دیکھیے آٹھویں دن ضرور آجائیے گا ایسا نہ ہو کہ آپ بھول جائیں کہیئے تو میں لینے کو آجاؤں

حکیم صاحب:۔ اس کی ضرورت نہیں میں ضرور آؤں گا۔ اور مجھے قیس سے کچھ ایسا تعلق خاطر ہو گیا ہے کہ اس کی صحت کی فکر مجھے بھی اتنی ہی جتنی آپ کو ہوگی

اس پر ذریح اور دیگر معززین قبیلہ نے حکیم صاحب کا شکریہ ادا کیا اور حکیم صاحب اونٹ پر سوار ہو کے قبیلہ کی طرف روانہ ہو گئے جس کے جاتے ہی ذریح وغیرہ تے قیس کے پاس آکے اس کی حالت دیکھی تو حیرت میں آگئے کہ مسیحا نہاد نے ایک دم میں اسے کیسا اچھا کر دیا۔ اور آنافاناً میں اس کے چہرے بشرے سے کیسی بحالی نمایاں ہونے لگی۔"

سترھواں باب ۱۷

تیز رکھنا سر ہر خار کو اے دشتِ جنوں
شاید آجائے کوئی آبلہ پا میرے بعد

قیس کا مرض تو اسی دن جاتا رہا تھا۔ آٹھویں دن جب حکیم صاحب اپنے وعدے پر آئے تو اس میں توانائی بھی آگئی تھی چونکہ کھانا شوق سے اور سیر ہو کر کھاتا رہا تھا۔ اس لئے ایک ہی ہفتہ کے دن اندر سارا دُبلا پن جاتا رہا۔ اصول طب کے مطابق خود طبیعت تو اصلاح کر رہی تھی۔ یہاں قیس خود کوشش کر کے اور طبیعت پر جبر کر کے اور زیادہ کھاتا کہ بدن میں جلد طاقت آئے اور حکیم صاحب وصال کی تدبیروں میں مشغول ہوں۔ غرض کہ حکیم صاحب نے دیکھا تو اُسے بہت اچھا پایا صورت دیکھتے ہی بے انتہا خوش ہو گئے اور بولے الحمد للہ کہ اب تم بہت اچھے ہو۔

قیس:۔ دخوش ہو کے) اچھا ہوں۔ شکر بس یہی آرزو تھی کہ آپ مجھے توانا اور تندرست پائیں کیونکہ اسی پر میری ساری امیدیں منحصر ہیں۔

حکیم صاحب:۔ بیشک اب وقت آگیا ہے کہ میں تمھاری آرزو پوری کرنے کی کوشش کروں۔ لیکن عشق کی دنیا میں انسان بہت آسانی سے منزلِ مقصود تک پہنچ سکتا۔

قیس:۔ میں تمام دشواریوں کا مقابلہ کرنے کو موجود ہوں۔ آخر کچھ ارشاد تو ہو آپ کون سی تدبیر کریں گے تاکہ میں اس پر فوراً عمل شروع کردوں۔

حکیم صاحب :۔ میں تمھیں اپنی تدبیر نہ بتاؤں گا ۔ اگر انجام میں کامیاب ہونا ہے تو جو میں کہتا ہوں تم اس پر عمل کرتے جاؤ اور یہ نہ پوچھو کہ آپ نے یہ کیوں اور کس لئے کیا عشق کی دنیا کو چون وچرا سے دشمنی ہے ۔

قیس :۔ بہتر اب میں یہ بھی نہ پوچھوں گا یہ کام آپ نے کیوں بتایا اور اس کا نتیجہ کیا ہو گا ؟

حکیم صاحب :۔ پہلا کام یہ ہے کہ تم قبائل عرب میں ایک دورہ کرو اور ہر قبیلے میں پندرہ بیس روز رہ کے اُن سے ہلمیل کے ان میں اُٹھ بیٹھ کے اور اُن کی صحبت سے لطف اُٹھا کے دوسرے قبیلے کا ارادہ کیا کرو ۔

قیس :۔ افوہ ! اس میں تو بڑا طول ہے ۔

حکیم :۔ دیکھو پہلے ہی کام پر تمھیں لغزش ہو گئی اور اسی سے کہتا ہوں کہ عشق کی ضروریات سے بالکل ناآشنا ہو میں اس وقت تک ساتھ دے سکتا ہوں جب تم بے عذر میرے کہنے پر عمل کرو ۔ تم نے عذر کیا اور میں علیحدہ ہو گیا

قیس :۔ نہیں میں عذر نہیں کروں گا اور جو کہیئے اس پر عمل کرنے کو حاضر ہوں جہاں کہیئے جاؤں اور جتنے دنوں کہیئے پڑا رہوں ۔

حکیم صاحب :۔ تو کل ہی سے سفر کرنا شروع کر دو ۔ میں خود تمھارے ساتھ چلتا مگر اپنے اور اپنی قوم والوں سے مجبور رہتا ہوں تاہم تمھاری خیر لیتا رہوں گا اور جب تم دس بارہ قبائل میں دورہ کر لینا تو مجھے اپنے حال سے اطلاع دینا ۔

قیس :۔ بہت اچھا یہ کہتے ہی وہ حکیم صاحب سے رخصت ہو کے اپنے

خیمے میں گیا اور سفر کا سامان درست کرنے لگا اس کے جانے کے بعد ذریح اور اس
کے ہم قبیلہ دوستوں کی طرف متوجہ ہو کر حکیم صاحب کہنے لگے تم قیس کو اچھا نہ سمجھو کبھی
ذرا بھی مایوسی کے خیالات اس کے سامنے ظاہر کئے جائیں یا ذرا بھی بے احتیاطی
کی جائے تو اس کی حالت پہلے سے بدتر ہو جائے گی۔ اس کی طبیعت کی اصلاح
کے لئے سفر کی بے انتہا ضرورت ہے سفر میں روز نئی باتوں اور نئی چیزوں سے
سابقہ پڑتا ہے اور ان چیزوں سے زیادہ کوئی چیز انسان کا دل بہلانے اور اس کے
افکار اور خیالات پریشان کو دور کرنے والی نہیں کیا عجب کہ سفر کی دلچسپیاں اسے
لبنیٰ سے بے پرواہ کر دیں یہ بھی ممکن ہے کہ لبنیٰ سے بھی اچھی کوئی لڑکی اس نظر سے
گذرے اور اُسے دیکھ کے وہ لبنیٰ کو بھول جائے۔ اس لئے آپ اُسے خوشی سے
سفر کی اجازت دیں اور اس میں کوئی مضائقہ نہ کریں۔

ذریح :۔ مگر حکیم صاحب ہم تو اس کے دیدار سے آنکھیں ٹھنڈی کر سکیں گے

حکیم صاحب :۔ لیکن کیا یہ اس سے بھی بُرا ہے کہ قیس صحرا کی خاک چھانتا پھرے
بگولوں کے پیچھے دوڑے آہوان صحرا سے باتیں کرے کپڑے پھاڑ کے پھینک
دے اور انسان کی صورت سے اُسے وحشت ہو۔

ذریح :۔ اس سے بُرا کیوں ہونے لگا

حکیم صاحب :۔ تو پھر اس کے سفر کو گوارا کر کے اُسے ہنسی خوشی رخصت
کیجئے چند ہی روز میں یکسوئی ہو جائے گی اور خدا نے چاہا تو وہ اطمینان کے ساتھ
آ کے اپنے خیمہ میں آباد ہو گا

غرض حکیم صاحب کے سمجھانے بجھانے سے ذریح اس کی بی بی اور تمام
اہل قبیلہ نے قیس کو سفر کی اجازت دی اور وہ نہایت ہی خوشی کے ساتھ اپنے سفر

کے متعلق طرح طرح کے خیالات پکانے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ واپس آیا تو
حکیم صاحب نے کہا۔

قیس میری رائے یہ ہے کہ اپنے سفر کو تم بنی طے سے شروع کرو اور چند روز
خاص میرے قبیلے میں چل کے میرے مہمان رہو دس پندرہ دن وہاں رہ کے آگے
کا ارادہ کرنا۔

قیس:۔ مجھے کیا عذر ہو سکتا ہے میرا تو اب یہ حیثیت ہے کہ کبھی سجادہ نشینگی کبھی گرفتاری گوید
حکیم صاحب:۔ تو میں یہاں ٹھہر جاتا ہوں۔ آج میں تمہارا مہمان ہوں اور کل
تم بنی طے کی سرزمین پر میرے مہمان ہوتا۔

رات مہمان داری اور صبح کے انتظار میں گزری اور صبح ہوتے ہی قیس
اپنے مہربان اور شفیق طبیب حاذق کے ساتھ بنی طے کے قبیلے کی طرف روانہ ہوا۔ حکیم
صاحب کے امید دلانے سے وہ تندرست و توانا ہے نہ وہ اگلی سی وحشت ہے نہ
جوش جنوں آدمیت کی باتیں کرتا اور زندہ دلی کے ساتھ آدمیوں میں اٹھتا بیٹھتا
تھا۔ اور ہم صحبت اس کی باتوں سے زیادہ لطف اور کسی باتوں میں نہیں پاتے اگر عشق
نہ ہوتا تو وہ نہایت ہی اچھا اور شائستہ نوجوان عرب تھا علی الخصوص اس لئے کہ شاعری
اسے ہر طبقہ ہر گروہ ہر قبیلے میں نہایت آسانی سے ہر دلعزیز بنا دیتی تھی۔ بنی طے میں
پہنچ کے وہ حکیم صاحب کے خیمہ میں فروکش ہوا مگر جب صبح کو حکیم صاحب نے
اپنے شرفائے قبیلہ کے سامنے پیش کیا تو ہر شخص نے ہاتھوں ہاتھ لیا جدھر
نکل جاتا لوگ آنکھیں بچھاتے۔ اور اس کی صحبت کو مایہ فخر و ناز تصور کرتے کیونکہ
شاعری کی حیثیت سے وہ سارے عرب میں مشہور تھا اور لوگ صورت دیکھنے سے
پہلے نام سن چکے تھے اور قبیلے بھر میں یہ حالت ہو گئی کہ بوڑھے اس کا ادب کرتے

جوان اس کی صحبت کو غنیمت جانتے بچے دور ہی سے اس کی صورت دیکھ کے خوش ہو جاتے عورتیں اس کو دیکھ دیکھ کے خوش ہوتیں اور باہم اشارے کرتیں اور بنات بادیہ اس کی متمنی تھیں کہ اُسے اپنی صحبت میں بُلا کے چھیڑیں اور اسکے اشعار سُنیں۔

خلاصہ یہ کہ پندرہ دن تک بنی طے نے اُسے عجیب ذوق و شوق سے رکھا روز اس کی دعوتیں ہوتیں اور اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ کے اونٹ اور بھیڑ بکریاں اس کے خوش کرنے کے لئے ذبح کی جاتیں پندرھویں دن حکیم صاحب سے اجازت لے کے وہ بنی طے سے رخصت ہوا۔ قبیلے کا ہر فرد اور زن و مرد چاہتا تھا کہ وہ ابھی چند روز اور رہے مگر قیس کسی طرح نہ مانا اور سب کو آنسو بہاتے اور اپنی جدائی پر حسرت و اندوہ کے خیالات ظاہر کرتے۔ چھوڑ کے آگے کی راہ لی اور اپنے طبیب کے مشورہ کے مطابق قبائل عرب میں چکر لگانے لگا۔

بنی طے سے نکل کر بنی شیبان میں گیا۔ وہاں چند روز قیام کر کے بنی مرہ میں پہنچا۔ پھر بنی یشکر، بنی عبس، بنی غطفان، بنی ثقیف، بنی کلاب بنی حارث میں دورہ کرتا اور ان کی حالت و معاشرت دیکھتا ہوا بنی خزارہ کی سرزمین میں جا کے اُترا اب اس کی حالت بہت سنبھلی ہوئی تھی اور معلوم ہوتا تھا کہ وہ اپنی معشوقہ لبنیٰ کو بھول گیا ہے کیونکہ عرب کے معزز اور شائستہ لوگوں میں اور اس میں کسی قسم کا فرق نظر نہیں آتا تھا۔ ذریح اور اس کے قبیلے والے کبھی کبھی آ کے خود ہی مل جاتے اور کبھی اپنے حلیف قبائل کے احباب سے مراسلت کر کے دریافت کر لیتے اور جب یہ دیکھتے یا سنتے

کہ اب اس میں نہ وہ اگلی سی بیتابی اور بے قراری ہے اور نہ اس وحشت و جوش کا پتہ ہے تو خوش ہو جاتے اور حکیم صاحب کو جاکے مبارک باد دیتے کہ آپ نے اس علاج میں کمال نہیں بلکہ پیغمبرانہ معجزہ دکھایا بہر حال اب اس کے والدین کو اس کے لئے کوئی نئی حسین و پری جمال لڑکی ڈھونڈھ نکالنے کی فکر تھی اور وہ نہایت خوش و خرم تھے۔

قیس ہی نجزارہ میں سولہ سترہ دن رہ کے روانہ ہونے کو تھا کہ ایک روز قبیلے کے پڑاؤ سے ایک میل کے فاصلہ پر کھجوروں کے ایک جھنڈ کے قریب جہاں پانی کا ایک چشمہ بھی جاری تھا۔ دل بہلانے کے لئے گیا شام ہونے کو ایک گھنٹہ باقی تھا اور قبیلہ کی عورتیں اپنے مردوں کے واپس آنے کا انتظار کر رہی تھیں جو وہاں سے قریب ہی اپنے دوستوں سے ملنے کو گئے ہوئے تھے۔ دور دور کے طیور بھی اسی طرف اڑے چلے جاتے تھے جدھر ہمارا عاشق مزاج نوجوان جا رہا تھا یہ تو صرف سیر و تفریح کے لئے جا رہا تھا مگر ان کے جانے کی غرض یہ تھی کہ شام ہونے سے پہلے اس چشمہ میں جاکے پانی پی لیں جس نعمت کی تلاش اس سرزمین میں چرند و پرند کو بھی ویسی ہی ہوتی ہے جیسے کہ انسان کو، قبیلے کے مویشیوں کے گلے پانی سے سیراب ہو ہو کے واپس آ رہے ہیں اور آفتاب اپنا سر لٹکائے ہوئے ان کی پیٹھوں کی طرف جھانک رہا ہے اسی حال میں اس نے دیکھا کہ ایک حسین اور نازک اندام اور شوخ چلبلی دوشیزہ چہرہ پر سے نقاب اٹھائے ہوئے شوخی و بے باکی سے ادھر ادھر نظر دوڑاتی خراماں خراماں چلی آتی ہے۔ سر پہ زرد خز (اطلس) کی خمار ہے گلے میں حریر سرخ کا کرتہ ہے

اور ایک نیلگوں ریشمی ازار اس طرح پاؤں پر لوٹتی جاتی ہے کہ حسن و عشق کے ناز و نیاز کا سماں بندھا ہوا ہے اس کے ازار کے کونے مستانہ روی کے ٹھوکروں سے الگ ہوتے اور پھر ذوق و شوق سے دوڑ دوڑ کے قدم چومتے ہیں۔

قیس اس نازنین کی ادائیں دیکھتے ہی کھو چکا ہو کے نقش حیرت بن گیا اور اس کے دلربا چہرہ پر ٹکٹکی باندھ دی وہ یوں ہی کھڑا تھا کہ اس پری جمال نے قریب آ کے اس کی حیرت اور از خود رفتگی کو دیکھا اور مسکرائی اسے مسکراتے دیکھ کے قیس کا حوصلہ بڑھ گیا۔ اور پوچھا اے حور طلعت تمھارا نام کیا ہے اس کے جواب میں اس ماہ وش نے بے پرواہی کے ساتھ کہا "لبنیٰ" قیس نے یہ پیارا نام سنتے ہی بے اختیار ایک چیخ ماری اور غش کھا کے زمین پر گر پڑا اس کی یہ حالت دیکھ کے وہ نازنین بہت گھبرائی ساری شوخیاں رفو چکر ہوگئیں اور حیرت و بدحواسی کے ساتھ بولی۔ یہ شخص یا تو قیس بن ذریح ہے اور اگر قیس نہیں تو پھر کوئی مجنوں ہے پھر جھک کے اس کی صورت دیکھی اور کہا۔ افسوس بالکل بیہوش ہے۔ یہاں اس صحرا میں کیا تدبیر کروں کہ اسے ہوش آئے پھر خود ہی دوڑ کے چشمہ پہ گئی اور ایک پیالے میں جو اس کے پاس تھا پانی بھر لائی اور قیس کے منھ پر پانی کے چھینٹے مارنے شروع کئے۔

بہت سی چھینٹوں کے بعد قیس نے آنکھیں کھولیں اور جب حواس ذرا ٹھکانے ہوئے تو ناتوانی کے ساتھ اٹھ کے سنبھل بیٹھا اور نازک بدن تیماردار کے چہرہ کو شکر گذاری کی نگاہوں سے دیکھنے لگا۔

اس کی زبان سے ابھی کوئی کلمہ نہ نکلا تھا کہ نازنین نے پوچھا!

کیوں صاحب! آپ کس قبیلہ کے چشم و چراغ ہیں۔

قیس :۔ چشم و چراغ! میں تو ننگ قبیلہ ہوں

نازنین :۔ لیکن وہ آخر کون سا قبیلہ ہے جس سے آپ کو تعلق ہے۔

قیس :۔ افسوس میرا قبیلہ بھی بدنام ہے بنی عذرہ کا نام آپ نے سنا ہوگا

نازنین :۔ (مسکرا کے) خوب جانتی ہوں بہ حرکتیں بنی عذرہ کی ہی ہیں تو میرا قیاس صحیح معلوم ہوتا ہے آپ غالباً قیس بن ذریح ہیں ہے نا ایسا ہی۔

قیس :۔ جی ہاں مجھ سیاہ بخت کا نام قیس ہی ہے مگر آپ کو بھی اپنا پتہ دینا چاہیئے

نازنین :۔ میرا پتہ ہی کیا۔ ایک فزاریہ لڑکی ہوں والد افریقہ کے جہاد پہ گئے ہوئے ہیں، چچا بحستان میں ہیں میں اپنے بھائی کے ساتھ قبیلے کی سرزمین میں رہتی ہوں۔

قیس :۔ اور نام

نازنین :۔ نام لیتے ڈر لگتا ہے ایک دفعہ نام لے کے تماشہ دیکھ چکی ہوں

قیس :۔ ہاں، ہاں، میری لبنیٰ آہ لبنیٰ!

نازنین :۔ وہ آپ کی لبنیٰ کوئی اور ہوں گی۔ میں تو لبنیٰ بنت الحارث الفزاریہ ہوں

قیس :۔ مگر مجھے دنیا کی ہر لبنیٰ پر اپنی ہی لبنیٰ کا دھوکا ہوتا ہے۔

نازنین :۔ مگر مجھ پہ عنایت ہی ہے۔ خیر آپ میرے ساتھ گھر چل کے کچھ کھا پی لیں اور ذرا آرام لیں۔ اور اگر ناگوار نہ ہو تو اپنا کچھ کلام سنائیں

قیس :۔ مجھے تو چلنے میں کچھ عذر نہیں مگر آپ کو کچھ تکلیف نہ ہو۔

نازنین :۔ میری تکلیف کا آپ خیال نہ کریں۔ آپ کے ایسے مشہور

شاعر عرب کے سامنے ہمارے قبیلہ کی سب لڑکیاں آنکھیں بچھانے کو موجود ہیں۔ اس کے بعد اس نازنین نے قیس کو ہاتھ پکڑ کر اٹھایا اور ساتھ لے کے گھر کی راہ لی۔

گھر پہونچ کے اس نے اپنی چند سہیلیوں کو جمع کیا۔ عاشق مزاج نوجوان کو ان سے ملایا ایک بکری ذبح کرکے آگ روشن کی اور بمذاق قوم کے مطابق ایک پرلطف دعوت کا سامان کر دیا۔ قیس اس سے اور اس کی ہمجولی لڑکیوں سے بہت شگفتگی کے ساتھ ملا اور ساری صحبت میں اول سے آخر تک شعر خوانی کے پھول برساتا رہا کھانے پینے سے فارغ ہوکے سب سے رخصت ہوا اور اپنی فرودگاہ کی راہ لی۔ لیکن ان لڑکیوں سے رخصت ہوکے باہر نکلا ہی تھا کہ اس نازنین کا بھائی عامر بن حارث فزاری آگیا۔ اس سے تو کچھ نہ بولا۔ مگر خیمہ میں جاکے بہن سے پوچھا یہ کون شخص تھا جو ابھی ابھی تیرے پاس سے گیا ہے لڑکی نے ساری گذشت اول سے آخر تک کہہ سنائی اور کہا آپ اگر موجود ہوتے تو میں آج رات کو اس شریف جوان عرب کو روک لیتی۔ مگر گھر میں کسی محرم کے موجود نہ ہوتے سے مجھے اس کا چلا جانا ہی مناسب نظر آیا۔

عامر :- تو شریف خاندان کی پاکدامن لڑکی ہے اور وہ ایک شریف اور مشہور شاعر عرب ہیں اس کے یہاں رہنے پر ہرگز بدگمانی نہیں ہوسکتی ہے بیشک۔ یہ بڑی ذلت کی بات ہے کہ ایک مہمان کو ہمارے خیمہ میں شام ہو اور رات وہ کہیں اور جاکے بسر کرے اور مہمان بھی قیس بن ذریح کا سا نامی گرامی مہمان، سچ یہ ہے کہ فزاریوں کا قبیلہ ایسی رسوائی کو

نہیں برداشت کرسکتا میں جاتا ہوں اُسے خوشامد درآمد کرکے اور معذرت خواہ ہوکے واپس لے آؤں گا۔

نازنین: ۔ بھائی اگر آپ نے اُسے روک لیا تو مجھے بڑی خوشی ہوگی

اس کے بعد عامر فزاری جلدی ہی میں گھوڑے کی ننگی پیٹھ پہ سوار ہوکے دوڑا اور تھوڑی ہی دور پر قیس کو پالیا قریب پہنچ کے گھوڑے سے اُتر پڑا اور اس کے گھوڑے کا دہانہ پکڑ کے بولا اے شریف عرب اس میں ہماری توہین ہے کہ آپ شام کو ہمارے خیمہ میں ہوں اور رات کہیں اور بسر کریں۔

قیس: ۔ مگر میں آپ ہی کے قبیلہ میں فلاں جگہ مقیم ہوں اور آپ ہی کا مہمان ہوں۔

عامر: ۔ جو کچھ ہو اب تو عامر بن فزاری کا خیمہ آپ سے خالی نہیں رہ سکتا

یہ کہہ کے قیس کو زبردستی واپس لے آیا اور پھر وہی پہلی سی بلکہ اس سے زیادہ دلچسپ صحبت قائم ہوگئی شرنگین لبنیٰ خدمت گذاری اور خاطر مدارات میں اگرچہ اب بھی کسی قسم کی کمی نہیں کرتی۔ مگر دفور حیا سے الگ الگ اور دور دور رہتی ہے۔ قیس کی باتوں کو شوق اور دلچسپی سنتی اس کے حرکات وسکنات کو غور سے دیکھتی اور دل ہی میں دل میں اس کی باتوں سے متأثر ہوتی ہے؟

اب رات زیادہ آئی اور سب لوگ اپنے اپنے بچھونے پر جا کے لیٹے۔ عامر نے اپنا بچھونا خاص قیس کے بچھونے کے پاس بچھایا لیٹے لیٹے اس کے تمام حالات دریافت کئے اور بیکسی اور حسرت نصیبی پر اظہار افسوس کرتا رہا یہاں تک کہ دونوں کی آنکھ لگ گئی ۔

صبح کو پھر وہی صحبت قائم ہوئی۔ عامر کسی ضرورت سے دو چار روز کے لئے کہیں جانے والا تھا قیس کی مہمان داری کے واسطے اس نے اپنا سفر ملتوی کر دیا اور قیس کو روز اپنے مختلف احباب کے پاس لے جاتا اور جس طرح بنتا اس کا دل بہلاتا ان باتوں کے ساتھ وہ بہن کی حالت پر بھی بار بار غور کرتا اور دل ہی دل میں کہتا کہ یہ بیوقوف لڑکی روز بروز زیادہ فریفتہ ہوتی جاتی ہے۔ جانتی ہے کہ قیس مجنون ہے۔ دیوانگی کی باتیں کرتا ہے اور دیوانوں کی طرح قبائل عرب میں مارا مارا پھرتا ہے مگر پھر بھی یہ اس کو پسند کرتی ہے۔

ان باتوں کو دو ہفتے گذرے ہوں گے کہ وہی بنی طے کے حکیم صاحب جنھوں نے قیس کو اچھا کیا تھا کسی اور شخص کا علاج کرنے کے لئے بنی فزارہ میں آئے اور اس خصوصیت کی وجہ سے جو انھیں قیس کے ساتھ تھی اس کے پاس عامر بن حارث کے خیمہ میں اُترے دو ایک روز میں عامر سے ان کی بے تکلفی ہو گئی اور اس نے لبنیٰ فزاریہ کی حالت کا اندازہ کیا تو قیس سے اس لڑکی کی حالت پوچھی اس سے پہلے پہل اُس سے ملنے اور پھر اس کی مہمان نوازی اور عنایتوں کے صدہا واقعات بیان کیے۔

حکیم صاحب :۔ میں دیکھتا ہوں کہ وہ تمھاری طرف بہت مائل ہے اور تم سے محبت کرتی ہے۔

قیس :۔ مجھے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کاش یہ بجائے فزاریہ لبنیٰ ہونے کے کعبیہ لبنیٰ ہوتی! مجھے اس غریب لڑکی پر افسوس آتا ہے کہ ایسے شخص پر مائل ہے جو اپنے بس میں نہیں

حکیم صاحب :۔ میری رائے میں تو مناسب ہے کہ تم اس سے عقد کر لو

قیس :۔ "عقد کر لوں" حکیم صاحب آپ یہ فرماتے ہیں۔ بھلا کیسے نباہ ہوگا۔ میرے نزدیک تو اس لیلیٰ پر اس سے بڑا ظلم نہیں ہو سکتا جب اپنے شوہر کا دل کسی اور طرف مصروف دیکھے گی تو اس کو کتنا بڑا صدمہ ہوگا۔

حکیم صاحب :۔ ان سب باتوں کو وہ پہلے ہی سے جانتی ہے اسے معلوم ہے کہ تم کعبیہ لیلیٰ کے عشق میں دیوانے ہو رہے ہو اور یہ جاننے پر بھی وہ تمھاری ہو کے رہنا چاہتی ہے تو پھر اُسے کس بات کی شکایت ہو سکتی ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ اس کے ساتھ سب سے بڑا ظلم یہ ہوگا کہ تمھاری محبت میں اسے ناکام رکھا جائے۔

قیس :۔ اور اس کی خبر سن کے میری لیلیٰ کیا کہے گی۔

حکیم صاحب :۔ بیشک وہ ناراض ہوگی۔ لیکن اس میں ایک بڑی بھاری مصلحت ہے جس کو میں ابھی تم سے نہ بیان کروں گا۔ فقط اتنا بتائے دیتا ہوں کہ تمھاری آرزو بر آنے کی بس یہی ایک صورت ہے۔

قیس :۔ اگر اس طریقے سے میں اپنی لیلیٰ سے مل سکتا ہوں تو مجھے آپ کا حکم بجا لانے میں کوئی عذر نہ ہوگا اگرچہ یہ اندھی تقلید ہوگی۔ مگر میں اندھی تقلید پہلے ہی سے کر رہا ہوں۔ اس فضول مارے مارے پھرنے اور قبائل عرب میں چکر لگانے میں کون سا فائدہ نظر آتا ہے۔ مگر چونکہ آپ نے ایک امید دلا کے راستہ پر لگا دیا ہے۔ اس لئے آنکھیں بند کئے چلا جاتا ہوں نہ یہ معلوم ہے کہاں جاتا ہوں اور نہ یہ خبر ہے کہ کس لئے جاتا ہوں۔ لیکن جا رہا ہوں۔ اسی طرح اس معاملے میں بھی آپ کی تقلید کرنے کو موجود ہوں۔

حکیم صاحب :۔ مرحبا۔ شاباش تم نہایت ہی سعادت مند اور نیک نفس جوانان عرب میں ہو اور خدا نے چاہا تو اپنی آرزو میں کامیاب ہو گے اور یقین جانو کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں تمہاری بھلائی کے لئے کہہ رہا ہوں۔

قیس :۔ مگر مجھے بار بار خیال آتا ہے کہ اس میں بنی فزارہ کی اس نیک و پاک دامن اور محبت والی لبنیٰ کے ساتھ بڑی دغا بازی ہو گی۔

حکیم صاحب :۔ یہ ہرگز دغا بازی نہیں ہے وہ تمہاری باتوں کو جانتی ہے اور جان بوجھ کر عقد میں آنا چاہتی ہے۔

قیس :۔ خیر اب تو میں قبول کر چکا ہوں آپ کو اختیار ہے جو چاہے کیجئے۔

حکیم صاحب :۔ مگر تم ابھی اس بارے میں کسی اور کے سامنے کوئی لفظ زبان سے نہ نکالنا :۔

قیس نے اس کا اقرار کیا اور دوسرے دن حکیم صاحب موقع پا کے بھائی عامر کو الگ لے گئے اور لبنیٰ کے لئے قیس کے واسطے پیغام دیا عامر کچھ دیر تو سر جھکائے سوچتا رہا پھر نظر اٹھا کے بولا حکیم صاحب مجھے اس بارے میں ہرگز عذر نہ ہوتا کیونکہ قیس شریف النسل اپنائے عرب میں ہے۔ اور میں خیال کرتا ہوں کہ خود لبنیٰ بھی اس تعلق کو پسند کرے گی۔ مگر دو باتیں ایسی ہیں جن کی وجہ سے مجھے تامل ہوتا ہے۔ اول تو یہ کہ اس کا پیام بجائے آپ کے قیس کے والد کی طرف سے ہونا چاہیئے اور دوسرے یہ کہ قیس کی حالت قابل اطمینان نہیں وہ ایک عورت کے عشق میں دیوانہ ہو رہا ہے۔

حکیم صاحب :۔ آپ کے دونوں عذر صحیح ہیں لیکن میں ان دونوں امور میں آپ کو

شافی دے سکتا ہوں۔ مجھ سے قیس کے والد سے ملاقات ہو چکی ہے اور وہ خوشی سے پیام دینے کو تیار ہیں بلکہ آپ یوں سمجھ لیجیے کہ میں انھیں کی طرف سے آپ کو پیام دے رہا ہوں ان کے پاس اور انھیں یہاں لانے میں طول عمل ہے ورنہ میں جا کے لے آتا رہی دوسری بات اس کا جواب یہ ہے کہ بیشک قیس کے دل کو لبنیٰ کعبیہ سے تعلق ہے مگر اس کے پہلوؤں پر غور کرنے والی آپ کی بہن لبنیٰ ہے اور جب وہ خود راضی ہے اور اس مصیبت کو برداشت کرنے کو تیار ہے تو پھر آپ کو عذر کرنے کا حق نہیں۔ جاہلیت میں لڑکی ماں باپ کی جائداد تصور کی جاتی تھی لیکن اسلام کی برکت نے اسے قید سے آزاد کر کے اپنا مختار بنا دیا ہے۔ لہذا اگر وہ خود راضی ہے تو آپ کو ان امور کا خیال نہ کرنا چاہیئے۔

عامر:۔ آپ بجا فرماتے ہیں لیکن سب سے بڑی دشواری یہ ہے کہ ہمارے والد صاحب افریقیہ میں جہاد پر گئے ہوئے ہیں اور جب تک وہ نہ آجائیں میں ایسی جرأت نہیں کر سکتا۔

حکیم صاحب:۔ یہ البتہ بڑی دشواری ہے۔ خیر آپ تو راضی ہیں اگر آپ کے والد آ گئے تو میں اُن کو بھی کہہ سُن کے راضی کر لوں گا۔

اس قرارداد کے بعد حکیم صاحب اپنے مریض کو دیکھنے گئے اور عامر ایک سوچ میں پڑ گیا۔ اب وہ اپنی بہن کی حالت پر زیادہ گہری نظر ڈالتا اس کے حرکات و سکنات کو زیادہ غور سے دیکھتا اور دل میں کہتا کہ یہ شادی تو اچھی ہو گی مگر خدا ہی راس لائے کیونکہ مجھے اس میں ہزارہا اندیشے نظر آتے ہیں۔ لیکن باوجود ان سب باتوں کے جب خود لبنیٰ کی بھی مرضی ہے۔ تو مجھے اس کی آرزو پوری کرنے میں تامل نہ کرنا چاہیئے۔

جس دن حکیم صاحب اور عامر میں گفتگو ہوئی تھی اس کے چوتھے دن حکیم صاحب اپنے مریض کے دیکھنے کے لئے سویرے ہی چلے گئے عامر نے اپنے اونٹوں کا اون بیچنے کے لئے بنی مرید ین کے بازار کی راہ لی جو یہاں سے ۲۵ میل کی مسافت پر تھا۔ قیس بھی بنی فزارہ کے چند احباب کے ساتھ ان کے خیموں میں چلا گیا۔ ان سب کے جانے کے بعد تنہا بیٹھے بیٹھے لبنیٰ کا دل گھبرایا آپ ہی آپ بولی۔ جرادہ (لونڈی) پانی لینے کو جاتی ہے چلو اس کے ساتھ چل کے میں بھی آج اس چشمہ میں نہا لوں، جہاں پہلے پہل قیس سے ملاقات ہوئی تھی۔ یہ خیال آتے ہی جرادہ سے پکار کے کہا آج تمھارے ساتھ میں بھی چلوں گی۔ بغیر مجھے ساتھ لئے نہ چلی جانا" جرادہ بولی "تو پھر چلیئے میں تو تیار ہوں پکھالیں اونٹ پر ڈال چکی اور گھر کے کاموں کے لئے جلدی واپس آنا ہے۔

لبنیٰ :۔ ابھی چلی۔ یہ کہہ کے اس نے کنگھی کر کے کپڑے بدلے پڑوس کی دو اور ہم عمر لڑکیوں کو ساتھ لیا۔ سواری کے اونٹ پر محمل کس کے تیار ہو گئی اور جرادہ سے کہا "چلو" سب لڑکیاں خوشی خوشی تیار ہو گئیں اور ہو کے روانہ ہوئیں اور آدھ گھنٹہ میں سرسبز کنج اور چشمہ پر پہنچ کے دیر تک ادھر ادھر دوڑتی رہیں۔ پھر پانی میں اُتر کر نہانا شروع کیا اور جب خوب نہا دھولیں تو پانی سے نکل کے اس کھجوروں کے جھنڈ کے اندر ایک خاموشی اور تنہائی کے مقام میں بیٹھ کے باتیں کرنے لگیں۔ باتوں باتوں میں ایک ساتھ والی لڑکی عمرار بولی۔

لبنیٰ! میں چند روز سے دیکھتی ہوں کہ تم پریشان خاطر اور کچھ ملول سی نظر آتی ہو۔ آخر اس کا سبب؟ اسی چشمہ پر ہم اکثر آئے ہیں اور ہمیشہ ساتھ ساتھ کھیلے کودے ہیں مگر جو افسردگی آج تم میں نظر آرہی ہے کبھی نہیں دیکھی تھی۔؟

لبنیٰ:۔ ہاں کئی دن سے طبیعت ذرا سست ہے اور کوئی بات نہیں۔

حمراء:۔ میں نہ مانوں گی۔ اس میں کوئی بات ضرور ہے مگر تم چھپاتی ہو۔ اچھا چھپاؤ، ہم بھی اپنی کوئی بات تم سے نہ کہیں گے۔

لبنیٰ:۔ کوئی چھپانے کی بات نہیں۔ تم خواہ مخواہ کو بدگمانی کرتی ہو پھر ٹالنے کے لیئے اپنی دوسری سہیلی نے عالیہ کی طرف دیکھ کے کہا۔

"عالیہ کچھ شعر سُناؤ۔ قیس بن ذریح کے اشعار روز سُنا کرتی ہو۔ بھلا دیکھوں تو سہی ان میں کتنے تمھیں یاد ہیں۔

عالیہ:۔ دس بارہ شعر سے زیادہ نہیں یاد کرسکی۔

یہ کہہ کے اس نے قیس کے اشعار خوش گلو سے سُنانا شروع کیئے جنھیں لبنیٰ اور حمراء دونوں مزے لے لے کے سنتی اور داد دیتی رہیں۔

چند شعر سُنانے کے بعد عالیہ دل میں سوچ رہی تھی کہ اور شعر یاد آلے تو سُناؤں کہ لبنیٰ اُٹھ کے ایک طرف چلی ساتھ والیاں سمجھیں کہ کسی حاجت ضروری کے لیئے جارہی ہے اور وہ کنج سے نکل کے سیدھی اس مقام پر پہنچی جہاں پہلے پہل قیس بن ذریح سے ملاقات ہوئی تھی اور اس حصۂ زمین پر نظر جمائی جس جگہ قیس لبنیٰ کا نام سنتے ہی غش کھاکے گر پڑا۔ دیر تک وہیں زمین پر نظر جمائے سوچ کہ لبنیٰ یہ جگہ تجھے زندگی بھر نہ بھولے گی۔

پھر چاروں طرف نظر دوڑا کے اور اس بات کا اطمینان کر کے کہ کوئی پاس تو نہیں ہے کہنے لگی "آہ لیلیٰ کا نام سنتے ہی اُسے غش آگیا مگر وہ کوئی اور ہی خوش نصیب لیلیٰ ہے اس بدنصیب لیلیٰ کے ایسے نصیب کہاں ؟ افسوس مجھے ہر وقت اس کا خیال رہتا ہے ۔ اس میں کون سی بات ہے ! جانتی ہوں کہ وہ میرا نہیں ہو سکتا اور نہ میں اس کے لئے ۔ وہ میرے ساتھ نباہ نہ سکے گا مگر پھر بھی دل اس کی طرف کھنچا جاتا ہے بس اُسی روز کی وہ لیلیٰ کا نام سنتے ہی تڑپ کر گر پڑنے کی ادا بھا گئی کوئی ایسی تدبیر ہو کہ میں اُسے بھول جاتی ۔ آہ ! دل پر زور نہیں ہے اس کے دیکھے بغیر چین نہیں پڑتا وہ کہیں جاتا ہے تو میں راستہ دیکھا کرتی ہوں اس کے شعروں میں مزہ آتا ہے ۔ اس کا جنون بھی مجھے بھاتا ہے ۔ خدا و ندا کیا ہوتا ہے ۔ اور یہ زندگی کیسے گزرے گی ؟" یہ سب باتیں اس نے زمین پہ نظر گڑو کے اپنے دل میں کیں اور اس کے بعد سر اُٹھایا تو کیا دیکھتی ہے کہ قیس عجیب مستانہ ادائی سے جھومتا چلا آتا ہے بے اختیار اُس کی زبان سے نکل گیا قیس !!

قیس :۔ (متحیر ہو کے) لیلیٰ تم کہاں ؟

لیلیٰ :۔ یہی سوال میں تم سے کرنے کو تھی ۔ جرادہ پانی لینے کو آتی تھی اپنی دو سہیلیوں کو لے کے میں بھی اس کے ساتھ چلی آئی اب تم بتاؤ کہ تمھارا آنا کیوں کر ہوا ۔

قیس :۔ میں تمھارے خیمہ میں گیا ۔ وہاں کوئی نہ تھا ۔ تنہائی میں دل گھبرایا تو ٹہلتا ہوا یہاں چلا آیا ۔

لیلیٰ :۔ بے اختیاری تھی ساتھ ۔ دل سے دل کو راہ ہوتی ہے ۔

کہنے کو کہہ گئی مگر ساتھ ہی اس فقرے کا مطلب خیال کیا تو زبان کو دانتوں میں دبا کے رہ گئی اور یہ حالت تھی کہ کاٹو تو لہو نہ تھا بدن میں سر سے پاؤں تک پسینے میں ڈوب گئی اور آنکھیں نیچی کرلیں ۔

قیس :۔ لبنیٰ شرمانے کی کوئی بات نہیں جو بات سچ بات تھی تمھاری زبان سے نکل گئی ۔ میں اس بات کو دیکھ رہا ہوں کہ تمھیں اپنے اس ادنی حقیر مہمان کے ساتھ محبت ہے اور اس کا اثر میں خود اپنے دل پر محسوس کر رہا ہوں میرا دل عجب کشمکش میں پڑا ہے ۔ دو دلربا ئیں اسے اپنی طرف کھینچ رہی ہیں اور دو لبنا کی کا جادو اس پر چل گیا ہے ۔

لبنیٰ نے اس کا جواب کچھ نہیں دیا اسے خاموش پاکر قیس نے کہا "جن دو شخصوں کے دل آپس میں باتیں کر لیا کرتے ہوں وہ چاہے دکھانے کے لئے خاموش رہ جائیں ۔ مگر اس خاموشی سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتے

لبنیٰ :۔ یہ سچ ہے ۔ مگر جب زبان بھی تو یاری دے ۔

قیس :۔ زبان چاہے یاری دے یا نہ دے مگر لبنیٰ اس وقت تنہائی میں دو باتیں کرنے کا موقع ملا ہے اور خدا نے راز کو خود ہی افشا کر دیا تو اسے غنیمت سمجھنا چاہیئے

لبنیٰ :۔ میں تنہا نہیں ہوں ۔ جرادہ چشمے سے پانی لے رہی ہے اور جرادہ اور عالیہ کھجوروں کے اس جھنڈ میں بیٹھی میرا انتظار کر رہی ہے اور دم بھر میں یہاں آن پہنچے گی ۔

قیس :۔ اچھا اتنا تو بتا دو کہ اگر میں تمھارے خاندان سے تم کو مانگوں تو تمھیں ناگوار تو نہ ہوگا ؟ مگر اس کا خیال کر لو کہ میری حالت مجنونوں کی سی ہے

اور ایک لبنیٰ ہے جو میرے دل پر قبضہ کئے ہوئے ہے۔ اگرچہ۔ اگرچہ اس تک رسائی نہیں ہو سکتی مگر اس کی یاد میں سر دھنتا ہوں اور اس کے فراق میں روتا ہوں اور یہ حالت زندگی بھر رہے گی۔

لبنیٰ: مجھے ان باتوں میں دخل نہیں یہ سوال تم بھائی سے کرو یا ابا جان سے پوچھو جو جہاد پر گئے ہوئے ہیں۔

قیس: ان دونوں سے پوچھ لیا جائے گا۔ مگر تم اپنی رضامندی یا ناراضی سے تو واقف کر دو۔

لبنیٰ: تمھاری صحبت میں میں بھی کچھ سٹرن سی ہو گئی ہوں اور دل کی عجیب حالت ہے اپنے جو کچھ حالات تم نے بیان کئے سب معلوم ہیں مگر پھر بھی دل تمھاری طرف مائل ہے۔

قیس: بس اتنا کافی ہے اور خوب جان لو کہ مجھے اختیار کر کے تم جان بوجھ کے کنوئیں میں گرتی ہو۔

لبنیٰ: "جو نصیب میں لکھا ہو" یہ کہتے وقت لبنیٰ کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے اور عجیب حسرت کی آواز میں کہنے لگی۔ قیس اگرچہ تم میرے دشمن ہو اور ایک دوسری عورت پر قربان کرنے کے لئے تم نے مجھے اپنے قبضہ میں کیا ہے مگر مجھے یقین ہے کہ تم شریف ہو اور اس مظلوم پر کبھی ترس بھی آجائے گا جو تمھارے ہاتھ کی ستائی ہوئی ہے۔

یہ باتیں سن کے قیس کا دل بھی بھر آیا آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور بولا "لبنیٰ اس کے جواب میں اس کے سوا میں کچھ نہیں کہہ سکتا کہ خدا مجھے توفیق خیر دے یعنی تمھارے لئے مجھے یہ دعا مانگنی پڑے گی کہ خدا مجھے ہمیشہ

حرمان نصیب اور اپنی آرزوئیں ناکام ہی رکھے اور گو ایسی دعا میری زبان سے بمشکل نکلے گی۔ مگر میں اپنی راحت پر تمھاری راحت کو ترجیح دیتا ہوں۔

اس گفتگو کا سلسلہ یہیں تک پہنچا تھا کہ لبنیٰ کی دونوں سہیلیاں دور سے آتی نظر آئیں۔ دونوں نے جلدی سے آنسو پونچھ ڈالے اور وہ دونوں لڑکیاں قریب آتے ہی تعجب سے چلا اُٹھیں، اری قیس تم یہاں کیوں کر آ گئے ابھی تھوڑی دیر ہوئی ہم تمھارے شعر عالیہ کی زبان سے سُن رہے تھے۔

قیس: ۔۔یہ بالکل حسنِ اتفاق تھا دل بہلانے کے لئے ادھر آ نکلا تو یہاں تم لوگوں کی صورت نظر آئی۔

حمراء: ۔۔اچھا اب وہاں کھجوروں کے سایہ میں چل کے بیٹھو اور اپنا کلام خود اپنی زبان سے سناؤ۔

قیس: مجھے اس میں کیا عذر ہے؟ سب لڑکیاں پھر اس کنج میں جا کے بیٹھیں اور اُن سے ذرا فاصلے پر بیٹھ کے قیس نے سوز و گداز سے اپنے پُر سوز و پُر جوش اشعار سنانا شروع کئے۔ لڑکیوں کا تو یہ ایک معمولی مذاق تھا مگر اس شعر خوانی سے قیس کا جوش ساعت بہ ساعت بڑھتا جاتا تھا۔ اور قریب یہ حالت ہو گئی تھی کہ جوشِ جنوں سے اپنے کپڑے پھاڑنے لگے اتنے میں جرادہ نے آگ سلگائی اور اونٹ کا خشک گوشت جیسے ساتھ لائی تھی بھون کے قیس کی طرف بڑھایا۔ اب گھر چل کے رات کو اشعار سنائیے گا۔ اس وقت کچھ کھا لیجیے آپ کی وجہ سے یہ لڑکیاں بھوکی بیٹھی رہیں۔

یہ سنتے ہی قیس جیسے خواب سے چونک پڑا اُٹھ کے چشمے پر گیا اور ہاتھ مُنھ

دھو کے ذرا حواس ٹھکانے کئے تو واپس آیا اس کے بعد سبھوں نے کھانا کھایا اور باہم باتیں کرنے لگے اور جب دیکھا کہ دن کم رہ گیا تو قبیلہ کی فرودگاہ میں واپس آئے۔

اٹھارھواں باب ۱۸

ایک دل اور دو دلبر

قیس کی خوش نصیبی سے اس واقعہ کے چوتھے روز لبنیٰ کا باپ حارث جہاد سے واپس آگیا۔ اور بیٹے بیٹی سے ملکر بہت خوشی ہوا حکیم صاحب ابھی تک قبیلۂ بنی فزارہ ہی میں موجود تھے۔ وہ حارث فزاری سے نہایت گرمجوشی کے ساتھ ملے اور دو ایک ملاقاتوں کے بعد انھوں نے لبنیٰ کے لئے قیس بنی ذریح کا پیام دے دیا۔ حارث نے ذرا تامل سے کہا میں اپنے بیٹے اور قبیلہ کے دیگر معززین سے مشورہ کرلوں تو جواب دوں حکیم صاحب نے جواب کے لئے ایک ہفتہ کی مدت قرار دی اور کہا اس وقت تک میں یہیں ٹھہرا رہوں گا۔

حارث نے اس کے بعد اپنے بیٹے عامر سے مشورہ کیا تو اس نے اس تجویز کو نہایت ہی پسند کیا۔ بلکہ عامر نے اس قرابت میں کچھ ایسی مصلحتیں بتائیں کہ حارث راضی ہوگیا۔ اور بولا۔ قیس اگرچہ کسی اور کے عشق میں مبتلا ہے مگر اس کی شرافت سے امید ہے کہ لبنیٰ کے لئے بُرا شوہر نہ ثابت ہوگا۔ اور علی الخصوص جب وہ اپنی خوشی سے اس عقد کا خواستگار ہے تو مجھے یقین ہے کہ نباہ ہے گا لیکن خود لبنیٰ ابھی خدا جانے اس کو پسند کرتی ہے یا نہیں۔

عامر۔ لبنیٰ راضی ہے۔

حارث:۔ مگر جب خود اس کی زبان سے سن لوں گا۔ تب مجھے یقین

آ سکے گا۔

دو ہی تین دن کے اندر حارث نے ایک دن موقع پا کے بیٹی کو پاس بلایا اور کہا "بیٹی شریف عرب قیس بن ذریح تیرے لیے شادی کا پیام دیتا ہے اور شاید تو نے سنا ہو کہ وہ ایک کعبیہ لڑکی پر فریفتہ ہے۔

لبنیٰ نے یہ سن کر ندامت سے سر جھکا لیا اور عرب کی شریف زادیوں کی طرح آنکھیں نیچی کر کے بولی" ابا جان شریف اور بہادر نوجوان عرب کی درخواست رد نہ کرنی چاہیئے اور محبت و عشق شرافت کے جوہر ہیں۔

حارث:۔ اگر وہ کعبیہ لڑکی اس کے ہاتھ لگ گئی تو پھر تجھے ایک ایسی عورت سے سابقہ پڑے گا جو شوہر کی نظروں میں تجھ سے زیادہ اچھی ہو گی اور جسے وہ تجھ سے زیادہ عزیز رکھے گا۔

لبنیٰ:۔ عرب کی شریف لڑکی سوت سے نہیں ڈرتی تمام شرفائے عرب متعدد بیویاں رکھتے ہیں۔

حارث:۔ تو تجھے اس میں کوئی عذر نہیں؟" لبنیٰ نے اس کا کچھ جواب نہیں دیا اور حارث اس کی خموشی کو رضامندی پر محمول کر کے وہاں سے اُٹھ کے بنی طے کے حکیم صاحب سے ملنے کو روانہ ہوا۔ جو دو روز ہوئے اپنے نئے مریض کے مکان پہ جا کے ٹھہرے تھے راستے میں اُسے اپنے قبیلہ کا ایک معزز سربرآوردہ شخص ملا جس کا نام افلح بن عیاد تھا۔ افلح نے صاحب سلامت کے بعد دوڑ کے حارث سے مصافحہ کیا اور پوچھا افریقہ سے کب آئے

حارث:۔ مجھے آئے کئی دن ہو گئے۔

افلح:۔ مجھے تم سے ایک ضروری بات کہنا تھی تمام بنی فزارہ میں مشہور

ہے کہ تمھاری لڑکی لبنیٰ کا عقد قیس بن ذریح کے ساتھ ہونے والا ہے

حارث: تو پھر

افلح: کیا یہ عقد تمھاری رضامندی سے ہوگا۔

حارث: بے شک بغیر میری رضامندی کے کیونکر ہو سکتا ہے۔

افلح: کیا تم نے نہیں سنا کہ تمھاری بیٹی لبنیٰ اور قیس میں پہلے سے عشق ہو گیا ہے اور شرفائے عرب کے لئے موجب ننگ ہے کہ لڑکی کا عقد اس شخص کے ساتھ کر دیں جو اس پر پہلے سے عاشق ہو۔

حارث: اول تو ایسا نہیں ہے۔ اور اگر ہو بھی تو میں اس کی پرواہ نہیں کرتا میں نے جہالت کی سب رسمیں چھوڑ دیں۔ ملت اسلامیہ کی رو سے اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ شرعاً اس شخص کے ساتھ عقد کرنا اولیٰ ہے کیونکہ لڑکی کی سچی رضامندی اور خوشی اسی میں ہے۔

افلح: تمھیں اختیار ہے مگر یاد رکھو کہ بنی فزارہ اس کو اچھی نظر سے نہ دیکھیں گے

حارث: میں قبیلے والوں کے خلاف کوئی کام کرنا نہیں پسند کرتا۔ لیکن یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ اُن کی خوشی کے لئے اپنی لڑکی پر ظلم کروں۔

اس کے بعد حارث افلح سے رخصت ہو کے آگے بڑھا اور دو ہی قدم گیا ہوگا کہ حکیم صاحب کی صورت نظر آئی جنھوں نے لپک کے نہایت گرمجوشی سے مصافحہ کیا اور پوچھا کدھر کا ارادہ ہے۔

حارث: آپ ہی سے ملنے کو آ رہا تھا۔

حکیم صاحب: عجیب حسن اتفاق ہے کہ میں بھی آپ ہی سے ملنے کے لئے گھر سے نکلا تھا تو چلیے اب آپ ہی کے خیمے میں چل کے بیٹھیں غالباً قیس گھر ہی پر ہوگا۔

حارث :۔ جی ہاں ہے۔ مجھے آپ سے اس وقت یہ کہنا تھا کہ آپ نے اس روز جو قیس کے لئے لبنیٰ کا پیام دیا تھا وہ مجھے قبول ہے، یہ الفاظ سنتے ہی حکیم صاحب ایک بے اختیاری کے جوش مسرت سے حارث کا ہاتھ چوم لیا اور کہا میں آپ کی اس عنایت کا حد سے زیادہ شکر گذار ہوں۔

حارث :۔ تو اب میرے اور آپ کے درمیان میں مہر کا بھی تصفیہ ہو جانا چاہیئے کہ میں یہاں گھبراتا ہوں اور ارادہ ہے کہ بہت جلد اس عقد سے فراغت کر کے کسی طرف جہاد پر چلا جاؤں۔

حکیم صاحب :۔ آپ جس قدر مہر طلب کریں مجھے عذر نہیں اور نہ قیس کو اس کے قبول کرنے میں تامل ہوگا۔ رہی ادائی تو میں اپنے پاس سے ادا کر دوں گا۔

حارث :۔ یہ تو اچھا نہیں معلوم ہوتا تو اس کی طرف سے مہر آپ ادا کریں۔

حکیم صاحب :۔ میرے اس کے معاملات ایک ہیں اور اگر مہر کی رقم بنی عذرہ میں جا کے اس کے باپ سے طلب کی جائے تو اس میں بھی دیر لگے گی الغرض آپ اس میں دخل نہ دیں۔ اور جو مہر چاہتے ہوں فرما دیں

حارث :۔ میں تو لبنیٰ کے مہر میں دس ہزار دینار سے کم رقم نہ لوں گا

حکیم صاحب :۔ منظور اب فرمایئے کہ کس دن نکاح ہو گا

حارث :۔ ایک ہفتہ تیاری کے لئے کافی ہے۔ آج جمعرات ہے بعد والی جمعرات مناسب معلوم ہوتی ہے۔ بَارَكَ اللّٰهُ يَوْمَ السَّبْتِ وَالْخَمِيْسَ

حکیم صاحب :۔ بہتر اب اس میں کوئی تغیر و تبدل تو نہ ہوگا۔

حارث :۔ میں اپنی بات کبھی بدلا نہیں کرتا جو کہا بس کہا

یہ باتیں کرتے ہوئے دونوں حارث کے کمرے میں آئے جہاں قیس اور عامر بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے۔ حکیم صاحب نے آتے ہی قیس کو خوشخبری سنائی کہ لو مبارک آئندہ جمعرات کو تمہارا عقد لبنیٰ بن حارث فزاریہ کے ساتھ ہو جائے گا اور دس ہزار دینار مہر قرار پایا ہے جسے میں عقد سے ایک دن پہلے ادا کر دوں گا۔

قیس:۔ آپ ادا کریں گے؟ اگرچہ میں اتنی جلدی رقم کو فراہم نہیں کر سکتا مگر جناب حکیم صاحب آپ کو زحمت دینا تو کسی طرح مناسب نہیں ہے۔ یہ تکلیفیں اور عنایتیں کیا کم ہیں کہ آپ کو اتنی بڑی مالی زحمت دی جائے

حکیم صاحب:۔ تم کو اس سے کوئی تعلق نہیں یہ میرا اور تمہارے والد ذریح کا معاملہ ہے ہم آپس میں سمجھ لیں گے۔ تم کو بلا عذر قبول کرنا چاہیئے

قیس لاجواب ہو کے خاموش رہا۔ لیکن اب اس کے دل میں بار بار خیال آتا ہے کہ میں اپنی خود غرضی سے لبنائی فزاریہ کی زندگی غارت کر رہا ہوں اب تمام مراحل طے ہو چکے۔ اور دو ایک دن میں شادی بھی ہو جائے گی لیکن شادی کے دن ہی قیامت برپا ہو جائے گی میں لبنیٰ کے کام کا نہیں نہ اس کے پاس رہ سکتا ہوں اور نہ اسے اپنے ساتھ لیجا سکتا ہوں اس بے تعلقی کو خود لبنیٰ اپنے قول کو نباہنے کے لئے چاہے گوارا بھی کرلے مگر اس کے خاندان کے لوگ اور اس کے قبیلے والے کیوں گوارا کرنے لگے انتیجہ یہ ہے کہ عقد ہی کی گھڑی سے یہ لوگ میرے دشمن ہو جائیں گے دل میں آیا کہ انکار کر دینا چاہیئے۔ مگر دل نے جواب دیا کہ لبنیٰ کیا کہے گی لعنت کرے گی کہ اقرار کر کے مکر گئے اور انکار کر دیا اور ظاہر ہے کہ جب میں نے اپنی تمام نالائقیاں بیان کر دیں اپنی حالت الم نشرح کر دی اس پر بھی

اُس نے مجھ سے نکاح کرنے کو منظور کر لیا تو پھر اب میرے لئے کیا عذر ہو سکتا ہے۔ علاوہ بریں حکیم صاحب کو سخت ملال ہوگا کہ انھوں نے کوشش کر کے لبنیٰ کے باپ اور بھائی کو راضی کر دیا۔ مہر کی رقم خود اپنے پاس سے ادا کرنے کو تیار رہیں اور جب تمام دشواریاں دور ہو گئیں اور کل مراتب طے ہو گئے تو میں نے انکار کر دیا۔ بڑی خرابی ہوئی اور سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں۔

چند لمحہ توقف کے بعد بولا! حکیم صاحب نے اس نکاح میں کوئی مصلحت بھی بیان کی ہے جو اس وقت تک مجھے معلوم نہیں ہے خدا جانے ان کے نزدیک اس میں کون سی مصلحت ہے خیر جو کچھ ہو اب میں بالکل مجبور ہوں جو کہا ہے کرنا پڑے گا نہ میں لبنیٰ کو امید دلا کے ناامید کر سکتا ہوں نہ حکیم صاحب سے خلاف وعدگی ہو سکتی ہے۔

یہ پورا ہفتہ اُسے اسی تردد اور پس و پیش میں گزرا اور آخر تک وہ کوئی مستقل رائے نہیں قائم کر سکا۔ یہاں تک کہ جمعرات کا دن آیا اور عقد کی تیاریاں ہونے لگیں۔

بنی فزارہ میں اکثر لوگ اس عقد کے خلاف تھے اس لئے کہ بعض لبنیٰ کے ساتھ اُٹھنے بیٹھنے والی لڑکیوں نے مشہور کر دیا تھا کہ قیس اور لبنیٰ میں پہلی ہی سے تعلقات عشق پیدا ہو چکے ہیں۔ چند جوانان قبیلہ جو لبنیٰ کے رخ زیبا پہ عاشق تھے اور بد تہائے دراز سے اسی کی محبت کو دل میں پرورش کرتے رہے تھے۔ دراندازی اور فتنہ پردازی پر آمادہ ہو گئے لیکن حارث اور اس کے دوستوں نے ان مخالفانہ خیالات کو دور کر دیا اور شادی سے کئی دن پہلے حارث فزاری کے خیمہ میں عجیب چہل پہل تھی۔ عروسی کے کپڑے

تیار ہو رہے تھے ان خیموں کے قریب ہی ایک نیا خیمہ مجلۂ عروسی قرار دے کے
سجایا جا رہا تھا۔ قبیلہ کی لڑکیاں لیلیٰ کی صحبت میں جمع رہتی تھیں اور اکثر اوقات دف
بجا بجا کے مبارکباد کے اشعار گاتیں۔

خلاصہ یہ کہ قبیلہ میں ایک دھوم مچی ہوئی تھی اور ہر ادنیٰ و اعلیٰ خوش تھا
سوا قیس کے جو بیچارے فکروں کے گھلا جاتا تھا۔ اور کچھ کرتے دھرتے نہ بن پڑتی
تھی۔ اس فکر کے اثر سے لیلیٰ بھی خالی نہ تھی اگرچہ اپنی سہیلیوں اور ساتھ کھیلنے
والیوں میں اکثر بہلی رہتی تھی مگر جب کبھی شادی اور قیس کا خیال آ جاتا تو اس
کے نازک دل پر ایک چوٹ سی لگ جاتی اور دل میں یہ کہہ کے رہ جاتی کہ دیکھوں
اس کا انجام کیا ہوتا ہے" آخر شادی کا وقت آ گیا۔

حکیم صاحب نے مہر کی رقم بغیر اس کے کہ قیس کو خبر بھی ہونے پائے ایک دن
پہلے حارث کے پاس پہنچا دی تھی قیس نے آج نئے کپڑے پہنے سر پر ایک عمامہ
باندھا اور اعلیٰ درجہ کے اسلحہ سے آراستہ ہو کے حکیم صاحب اور چند معزز و فرزار بھی
لوگوں کے ساتھ حارث کے دروازے پر پہنچا۔

یہاں لڑکے کے وکیل اور گواہ اور چند معززین جو حارث کی طرف سے
شریک تھے اس کے ساتھ روانہ ہو کے قبیلہ کی مسجد میں پہنچے یہاں قاضی نے ایک مسنون
خطبہ پڑھ کے ایجاب و قبول کی رسم ادا کر دی اور چاروں طرف سے تہنیت و مبارکباد
کا غل مچ گیا۔ ساتھ ہی سنت نبوی کچھ چھوہارے لٹائے گئے اور مبارک سلامت کے
نعروں کے ساتھ لوگ اُسے پھر دلہن کے مکان پر لے آئے۔ اب اکثر اہل قبیلہ رسم مبارکباد
ادا کر کے اپنے گھر چلے گئے۔ صرف حکیم صاحب چند نوجوانان بنی فزارہ اور عامرین
حارث کے ساتھ قیس نے باقیماندہ دن ظاہری اطمینان اور دلچسپی کے ساتھ بسر کیا

شام ہوتے ہی حسب رسم عرب دونوں دولہا دلھن آراستہ و پیراستہ خیمے
میں جو محلۂ عروسی قرار دیا گیا تھا۔ پہنچا دیئے گئے۔

اس پُر تکلف خیمے میں قدم رکھ کے لبنیٰ قزاریہ کی صورت دیکھتے ہی
قیس کو لبنیٰ کعبیہ یاد آ گئی۔ بے اختیار ایک آہ کھینچی اور لبنیٰ کی طرف دیکھ کے
بولا "لبنیٰ! تو نے مجھ سے مجنوں کو اختیار کر کے اپنی زندگی خراب کی۔ آہ میں تیرے
کام کا نہیں۔ اور نہ تجھے اپنے پہلو میں دیکھنے سے میرے دل کو چین پڑتا ہے
اب تک میں دکھ درد کے ساتھ یہاں پڑا ہوا تھا۔ لیکن اب اس شادی کے
بعد یہاں ٹھہر بھی نہیں سکتا۔

لبنیٰ:- اپنی اس بدنصیبی کو میں پہلے سے جانتی تھی۔ مگر قیس میں تمھیں الزام
نہیں دیتی یہ اپنا کیا ہوا ہے اور "خود کردہ را درمانے نیست" تمھاری باتوں
تمھاری بے تابیوں، تمھارے اشعار تمھارے بیساختہ پن۔ اور میری
ایک ہمنام لڑکی کے ساتھ تمھاری سچی محبت نے مجھے تمھارا شیدا بنا دیا۔

قیس:- مگر مجھ پر شیدا اور فریفتہ ہونے کا نتیجہ؟

لبنیٰ:- یہی کہ تمھیں اپنے پہلو میں دیکھوں گی، اور دل کو سرور حاصل ہوگا قیس
میں تم سے صرف اس قدر چاہتی ہوں کہ میرے پاس رہو۔ میں جہاں تک بنے گا کوشش
کر کے تمھاری لبنیٰ سے تم کو ملاؤں گی۔ اور وہ آ گئی تو اس کی لونڈی بن کے رہوں گی
اور اس کے معاوضہ میں فقط اس قدر آرزو رکھتی ہوں کہ تم مجھے چھوڑ کے نہ جانا۔

قیس:- اور میرے اس طرح رہنے پر عزیز اور قبیلے والے کیا کہیں گے؟

لبنیٰ:- "ان کو اطمینان دلانا میرا کام ہے۔"

قیس :۔ آہ لیلیٰ تو بڑی شریف عورت ہے تیری باتیں سن سن کے مجھے حیرت ہوتی ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا خدا نے تیری صورت میں کسی فرشتہ کو میری دلدہی اور تسلی کے لیے بھیج دیا ہے۔

لیلیٰ :۔ تو اب تم کسی بات کا اندیشہ نہ کرو۔ اور آج رات کی صحبت پرلطف رکھنے کے لیے مجھے اپنے وہ مزہ دار اشعار سناؤ جو تم نے لیلیٰ کی تعریف میں کہے ہیں

قیس :۔ اور ان اشعار کو سن کے تم خوش ہوگی"

لیلیٰ :۔ بے انتہا خوش۔ تم یہ جانو کہ تم پہ نہیں تمھارے عشق پر عاشق ہوں جو تمھیں میری ہم نام لیلیٰ کے ساتھ ہے۔

قیس :۔ (حیرت سے) لیلیٰ تجھ سی کوئی عورت بھی اس دنیا میں ہوگی؟ معلوم نہیں خدا کے پاس سے تو کیسا دل لے کے آئی ہے۔

لیلیٰ :۔ قیس تم لیلیٰ پر عاشق ہو۔ اور یہ تمھارے سامنے والی لیلیٰ تم پر عاشق ہے اس لئے تم اسے اپنی ایک ادنیٰ خادمہ سمجھو، میں تمھاری انیس و ہمدم اور تمھارا غم بٹانے والی رہوں گی۔ میرے خیال میں عشق اس کا نام نہیں کہ انسان معشوق کو اپنے بس میں لانا اپنا تابع بنانا اور اسے اپنی مرضی پر چلانا چاہیے بلکہ میرے نزدیک عشق یہ ہے کہ جو معشوق کی خواہش مرضی اور آرزو ہو وہی اپنی بھی آرزو ہو اس لئے قیس اب میری سے بڑی اور اکیلی آرزو یہی ہے کہ تمھاری لیلیٰ تم کو مل جائے۔ دفور محبت میں مجھے اب یہ نہیں معلوم ہوتا کہ تم لیلیٰ کعبیہ پر عاشق ہو بلکہ ایسا نظر آتا ہے کہ گویا میں ہی لیلیٰ پر عاشق اور اس کے رخِ زیبا کی دیوانی ہوں اور اسی لئے کہتی ہوں کہ اس کے حسن و جمال کی تعریف کرو اس کا سراپا بیان کرو اور اس کی شان میں اشعار سناؤ

قیس:۔ لبنیٰ تیری باتیں کیسی ہیں کہ انھیں سن سن کے بارے حیرت کے میں پتا عشق بھولا جا رہا ہوں

لبنیٰ:۔ تو اپنے اشعار پڑھنا شروع کرو۔ وہ بھولا ہوا عشق پھر یاد آجائیگا

قیس: اچھا اگر مجھے جوش وحشت ہو۔ دیوانگی کا زور ہوا اور کپڑے پھاڑ کے کوہ وصحرا کی راہ لوں تو تم کیا کروگی۔

لبنیٰ:۔ میں ساتھ چلوں گی اور جہاں تم ہوگے وہاں میں بھی ہوں گی۔

قیس:۔ تم سے ایک مجنوں اور دیوانے کا ساتھ دیا جائے گا۔

لبنیٰ:۔ میں خوب ساتھ دوں گی بس اب اس ذکر کو جانے دو اپنے اشعار سناؤ

قیس نے لبنیٰ کا شوق پورا کرنے کے لئے اپنے پرسوز وگداز شعر جھوم جھوم کے پڑھنا شروع کئے جن پر لبنیٰ بیتاب ہو ہو کے داد دیتی اور کہتی وہ صورت کس بلا کی ہوگی جس نے تمہارے دل میں یہ جوش اور تمہاری طبیعت میں یہ مزہ پیدا کردیا ہے غرض ان ہی باتوں میں ساری رات کٹ گئی اور کچھ ایسے مزے میں کٹی کہ صبح کو دلہا دلہن دونوں خوش وخرم اور بشاش نظر آئے اور حکیم صاحب جنھیں قیس کی طبیعت سے طرح طرح کے اندیشے تھے وہ بھی حیران ہوگئے کہ یہ کیا معاملہ ہے اور قیس کے وہ جذبات عشق کیا ہوگئے انھوں نے فوراً اس شادی کی خبر قیس کے والدین کو کی اور جیسے ہی بنی عذرہ میں یہ خبر پہنچی کہ قیس نے ایک فزاریہ لڑکی سے شادی کرلی تو تمام بنی عذرہ متحیر ہوگئے۔ اور قیس کے ماں باپ کی خوشی کی تو نہایت ہی نہ تھی ماں کہتی کہ میں کسی طرح اڑ کے بنی فزاریہ میں جاتی اور اس اپنی ناز آفریں اور جادو نگاہ بہو کو گلے سے لگا لیتی جس نے لبنیٰ کعبیہ کے حسن کو خاک میں ملا کے اس کے

سحر کو رد کر دیا۔ اور اسی لئے اس نے اپنے شوہر ذریح کو مجبور کرنا شروع کیا کہ جس طرح بنے فزاریوں کی سرزمین کو چلو تاکہ میں اپنی نئی بہو کے دیدار سے آنکھیں ٹھنڈی کروں اور اپنے بیٹے اور بہو کو اپنے قبیلے میں لائے اپنا اُجڑا گھر پھر آباد کروں آخر ذریح نے ایک ہفتہ کے اندر سفر کا سامان درست کر لیا اور دونوں میاں بیوی چند اور ہم قبیلہ شہر لفیوں کو ساتھ لے کے ارض بنی فزارہ کی طرف چل کھڑے ہوئے۔

انیسواں باب

احکام خلافت

شادی کو دس بارہ دن گذرے ہوں گے کہ قیس نے لبنیٰ سے کہا کہ اب میرا جی چاہتا ہے کہ گھر جاکے اپنے والد کو لے آؤں تاکہ وہ تمھیں عزت و حرمت سے اپنے قبیلے میں لے جائیں"

لبنیٰ:۔ مگر میرا تو جی چاہتا ہے کہ میں بھی تمھارے ساتھ چلتی"

قیس:۔ اس پہلے سفر میں تو مجھے تنہا جانے دو لیکن گھر چلنے کے بعد تمھارا ساتھ رہے گا۔

لبنیٰ:۔ میں تمھاری مرضی کے خلاف نہیں کرنا چاہتی ۔ مگر دیکھو ایسا نہ ہو کہ یہاں سے جاکے تم مجھے بھول جاؤ۔ تمھاری طبیعت کا کوئی اعتبار نہیں بس اسی سے میں ڈرتی ہوں۔ دیکھو، قیس مجھے دغا نہ دینا۔

قیس:۔ خدا نے چاہا تو ایسا نہ ہوگا۔ اس کے بعد لبنیٰ نے اجازت دی اور قیس اور حکیم صاحب دونوں مل کے بنی فزارہ کی سرزمین سے روانہ ہوئے دو منزلوں

کے بعد حکیم صاحب نے ارض بنی طے کی راہ لی اور قیس اپنے قبیلے بنی عذرہ کی طرف
چلا لیکن ابھی گھر چار پانچ منزل پر تھا کہ قیس ایک تالاب کے کنارے ٹھہرا اور
ہاتھ منہ دھو کے مناظر قدرت کا تماشہ دیکھ رہا تھا کہ ایک شتر سوار نے آکے
اپنے اونٹ کو پانی پلایا اور خود پانی پی کے اسی تالاب کے کنارے اپنی زنبیل
سے خرمے نکالے اور قیس سے کہا "اے برادر عرب آؤ کھاؤ"
قیس :- میں کھا چکا اور آپ کی عنایت کا شکر گزار ہوں" تھوڑی دیر کے
بعد قیس نے اس شتر سوار سے پوچھا۔ آپ کہاں سے آرہے ہیں"؟
شتر سوار :- میں نے پندرہ دن ہوئے مدینہ چھوڑا ہے۔ اور ایک ہفتہ ہوا
کہ میں بنی کعب میں تھا۔
قیس :- (بہت متوجہ ہو کے) بنی کعب میں! وہ لوگ خیریت سے تو ہیں؟
شتر سوار :- ہاں اچھے ہیں مگر اُن میں آج کل ایک جوش پیدا ہو گیا ہے
قیس :- "وہ کیا؟"
شتر سوار :- "قبیلہ بنی کعب کے سردار حباب کی بیٹی کے ساتھ قیس بن
ذریح عذری نے عاشق ہو کے عقد کیا اور اُسے طلاق دیدی جس پر بنی کعب ایک
مدت سے برہم ہو رہے ہیں۔
قیس :- (قیس ایک ٹھنڈی سانس بھر کے) اُن کی برہمی بالکل بجا و
درست تھی بلکہ انہیں چاہیئے تھا کہ اپنے مجرم کو قتل کر ڈالتے۔
شتر سوار :- مگر بنی کعب شریف اور نیک لوگ ہیں انھوں نے اس
قسم کے انتقام لینے سے درگزر کیا اور چاہتے تھے کہ صبر و شکر کے ساتھ اپنے سردار
کی بیٹی کا عقد کسی اور شریف عرب سے کر دیں مگر لبنیٰ کو اپنے شوہر کی اس بیدردی

اور بے حمیتی سے ایسا صدمہ پہنچا ہے کہ عام طور پر مردوں سے بدگمان ہو گئی ہے
اور باوجودیکہ متعدد شرفائے قبیلہ نے اس سے نکاح کرنا چاہا مگر اس نے قطعاً انکار
کر دیا اور باپ سے صاف الفاظ میں کہہ دیا کہ اب کسی سے نکاح نہ کروں گی اس
کی بیوگی اور جوانی کی حسرت نصیبی سارے قبیلہ کے دل کا داغ بنی ہوئی تھی۔ مگر
اس پر بھی سب لوگ خاموش تھے لیکن ادھر چند روز ہوئے معلوم ہوا کہ قیس بن
ذریح طلاق دینے اور سارے قبیلے کی توہین کرنے پر اپنی شرارتوں سے نہیں باز آیا
اور بجائے اس کے کہ خود سکوت اختیار کرے اور لبنیٰ کے باپ اور قبیلے والوں کو
خاموش بیٹھنے دے ایک ہنگامہ مچائے ہوئے ہے اور اسی لڑکی لبنیٰ کے عشق کا
دم بھر رہا ہے جس کو وہ نہایت بے حمیتی سے طلاق دے چکا ہے اس کے ساتھ
اپنے اشعار میں تشبیب کرتا ہے اس کا نام لے لے کر کوہ و صحرا میں روتا اور چلاتا
پھرتا ہے۔

قیس:۔ مگر یا اخا العرب! اگر قیس کے دل میں محبت کا جوش ہو تو اپنے
ان افعال کے متعلق کیا وہ معذور رکھنے اور معاف کئے جانے کے قابل نہیں؟
بعض حالتوں میں انسان دل کے ہاتھوں سے مجبور ہو جاتا ہے۔

شتر سوار:۔ اگر سچی محبت تھی۔ اس کے دل میں حقیقتاً لبنیٰ کے عشق کا جوش
و خروش تھا تو ایسی نازنین اور وفادار معشوقہ کو طلاق کیوں دی؟ کیا عاشق
معشوق کے ساتھ ایسا ہی کیا کرتے ہیں ،،

قیس:۔ (جوش و خروش سے آہ کر کے) تم سچ کہتے ہو واقعی قیس کشتنی و گردن زدنی
ہے اچھا تو پھر وہ اس سے انتقام کیوں نہیں لیتے؟

شتر سوار:۔ (اس کے یہ الفاظ سن کے اب وہ انتقام کے درپے ہو گئے ہیں

سارے قبیلے میں جوش ہے ہر کوئی قیس کے خون کا پیاسا ہو رہا ہے اور خود لبنیٰ کے باپ حباب نے اسی غرض سے دور دراز کا سفر اختیار کیا اور دمشق میں پہنچ کے امیر المومنین معاویہؓ کے دربار میں شکایت اور بے انتہا واویلا کی۔"

قیس :۔ تم معاویہؓ کو امیر المومنین کہتے ہو جنھوں نے دنیائے اسلام میں فتنہ ڈال رکھا ہے اور سچے جانشین رسالت امیر المومنین علیؑ کے لئے ہمیشہ دشواریاں پیدا کرتے رہے ؟ یہاں تک کہ ہمارے آقا و مولیٰ علی شہید ہو گئے۔

شتر سوار :۔ مجھے اس سے تعلق نہیں کہ معاویہ سچے خلیفہ ہیں یا نہیں اور خلافت کو انھوں نے جائز طور پہ حاصل کیا ہے یا ناجائز طور پر اب چونکہ سلطنت اسلامی کی باگ ڈور ان کے ہاتھ میں ہے ابن بنت رسول اللہ ابن علی نے بھی ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے اس لئے میں انھیں امیر المومنین کہتا ہوں۔

قیس :۔ خیر تو معاویہ نے حباب کی فریاد سن کے کیا حکم دیا ؟

شتر سوار :۔ انھوں نے تو ایک طرف والی مدینہ مروان بن حکم کو لکھ بھیجا ہے کہ قیس بن ذریح کا خون حلال ہے جہاں ملے قتل کر ڈالا جائے اس کے ساتھ حباب کو حکم دیا کہ خالد بن خلدہ غطفانی کندی کے ساتھ جو کہ قبیلۂ قریش کا حلیف اور دوست ہے لبنیٰ کا نکاح کر دے۔"

یہ سنتے ہی قیس کی حالت دگرگوں ہو گئی بے اختیاری کے ساتھ سر اور سینہ پیٹنے لگا۔ اور بولا آہ دونوں باتیں سخت ہیں مگر میرے حال پر اتنا رحم کیا جاتا کہ جب مجھے قتل کی سزا ملتی تب دوسرے حکم کی تعمیل ہوتی پھر جوش و خروش سے یہ اشعار پڑھنا شروع کئے۔

فان یحجبوہا او یحل دون وصلہا ؛ مقالۃ واش او وعید امیر

اور اگر اسے چھپا لیتے اور (میرے اس کے) وصال کے درمیان کسی چغلخور کا قول یا امیر کی دھمکی اٹل ہے"۔ فلن یمنعوا عینی من دائم البکا ؛ ولم یذھبوا ما قد اجن ضمیر

تو نہ انھوں نے میری دونوں آنکھوں کو ہمیشہ روتے رہنے سے روکا ہے اور نہ مجھ سے وہ چیز چھپتی ہے جسے میں اپنے دل میں چھپائے ہوئے ہوں۔"

الی اللہ اشکو ما القی من الھوی ؛ ومن کرب تعتادنی وزفیر

پس خدا ہی کی درگاہ میں شکایت ہے اُن باتوں کی جو مجھے عشق سے پہنچ رہی ہیں اور ان بے چینیوں اور نالوں کی جن کا میں عادی ہو گیا ہوں۔

ومن حرق للحب فی باطن الحشاء دلیل طویل الحزن غیر قصیر

اور ان سوزشوں کے جو عشق نے سینے کے اندر پیدا کر دی ہیں اور اس طولانی رات کی جو کسی طرح کٹنے کو نہیں آتی

قیس کے ان اشعار کا سلسلہ ختم ہونے کو نہ آتا تھا اور وہ شتر سوار حیران و مبہوت کھڑا سن رہا تھا۔ آخر اس نے رو کر کہا مجھے معلوم نہ تھا کہ تم ہی قیس ابن ذریح ہو ورنہ تم سے یہ حالات نہ بیان کرتا۔ خیر اب یہ غلطی مجھ سے ہو گئی تو مجھے معاف کر دو اور صبر و سکون سے میرے چند سوالات کا جواب دو۔

قیس (دونوں ہاتھوں سے دل تھام کے) خدا کی قسم اس دل میں ضبط کی تاب نہیں لیکن تم کو جو کچھ پوچھنا ہو پوچھو"

شتر سوار۔ تمھارے دل میں ایسا جوش عشق تھا تو کیوں طلاق دی؟

قیس:۔ اپنی بدقسمتی، نالائقی اور بے حمیتی کے سوا اور کیا کہوں ماں باپ نے میرے ساتھ دشمنی کی وصال کی لذتوں نے غافل کر دیا۔ ماں کی ضد اور قسم نے مجبور کیا اور میں اس نتیجہ کو پہنچ گیا جو تم دیکھتے ہو میں سچ مچ مجرم ہوں اس دنیا میں جینے کے قابل نہیں اب اس ناپاک زندگی سے جس قدر جلد نجات مل جائے

اچھا ہے۔ پس اب جاتا ہوں مدینہ میں خود مروان کے سامنے حاضر ہوؤں گا۔ اور کہوں گا کہ میں ہی سلطنت کا مجرم ہوں۔ میرے قتل کا جلدی حکم دے تاکہ میرا اور بنی کعب کا دونوں کا ان ذلتوں اور بدنامیوں سے پیچھا چھوٹے

شتر سوار :۔ مگر یہ خودکشی ہوگی اور خودکشی حرام ہے

قیس :۔ میرے لئے سب کچھ جائز ہے۔ اور مجرم کو عدالت کے دروازے پر پہنچا دینا ہرگز گناہ نہیں۔ پس اب مجھ میں ٹھہرنے کی تاب نہیں تم جہاں جانتے ہو جاؤ اور میں مدینہ طیبہ جاتا ہوں۔ "خدا حافظ۔ قیس کی ان مجنونانہ حرکتوں پر شتر سوار مبہوت اور حواس باختہ ہو رہا تھا۔ اور دم بخود کھڑا تھا کہ قیس نے جوش جنوں سے از خود رفتہ ہو کے اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے اور فوراً اپنے اونٹ پر سوار ہو کے مدینہ کی راہ لی۔ راستہ بھر یہ حالت تھی کہ جتنا بیاں بڑھتی جاتی تھیں اور اضطراب ترقی تھا۔ راستہ میں کوؤں سے باتیں کرتا ان کی آواز پر نحوست کا گمان کر کے عشق کے انجام سے ڈر جاتا اور ان کی طرف خطاب کر کے کہتا " تو کیا ڈراتا دھمکاتا ہے ہم ہر طرح کے عذاب اور ہر قسم کی مصیبت کے لئے تیار ہوں میں نے جرم ہی ایسا کیا ہے کہ جو سزا تجویز کی جائے کم ہے کبھی کسی پیلو کے درخت کے نیچے گزرتا تو اونٹ کی مہار کھینچ کے ٹھہر جاتا اور کبوتر کے گونجنے کی آواز مزہ لے لے کے سنتا اور آپ ہی آپ کہتا " اس نغمہ عشق میں کتنا درد ہے اور کیسی بے چین کر دینے والی آواز ہے۔ پھر کبوتروں کی طرف مخاطب ہو کے کہتا " تم وصال و عشق کا رونا رو رہے ہو تو اس بدنصیب کی کیا حالت ہوگی جو عشق کے آزار کے ساتھ فراق کے عذاب میں مبتلا ہے۔

جاتے جاتے اسے ایک دامن کوہ کے پاس ایک خوب صورت ہرنی نظر آئی اس پر نظر پڑتے ہی اپنے اونٹ سے کہا "رک ذرا میں اس معشوقۂ صحرا کے حسن جمال کو جی بھر کے دیکھ لوں اور پھر اس کی ایک ایک ادا کی تعریف کرنے لگا۔ آہ! آنکھیں کیسی بڑی بڑی سیاہ اور مستانہ ہیں بدن کیسا چھریرا ہے اور ہاتھ پاؤں کیسے نازک اور دلربا ہیں دیکھو پیاری خوبصورت گردن کو کس ادا سے اٹھائے کھڑی ہے اور اپنے سایہ تک سے بھڑکتی ہے یہ سب باتیں میری پیاری لیلیٰ کی ہیں۔ خداوندا تجھ سے شکایت ہے کہ جو خوبیاں میری لیلیٰ کو دی تھیں وہ اس وحشی جانور کو کیوں دیں؟ مگر نہیں یہ کوئی اور نہیں یہ تو میری دلربا لیلیٰ ہی ہے فوراً اونٹ کی پیٹھ سے کود کے اس کی طرف چلا اور کہتا جاتا تھا۔ آ پیاری لیلیٰ میرے لئے دشت و در کی خاک چھان ڈالی اور دیکھ تیرے واسطے میں کیسا حیران و پریشان ہوں تیرا محروم نصیب عاشق قتل گاہ کو جاتا ہے قتل سے پہلے اس کی دو آخری باتیں سن

ایں وہ تو بھڑک کے بھاگ گئی ہے یہ بے اعتنائی یہ بے رخی ہاں ہاں اب وہ نہ مجھے اپنی صورت دکھانا چاہتی اور نہ مجھ سے بات کرنے کی وہ روادار ہے ہرنی چلی گئی اور وہ اپنی بدقسمتی پر رو رہا ہے۔ آہ کیسا محروم القسمت ہوں کیسا حرماں نصیب ہوں۔

اب اونٹ پر سوار ہو کے اس نے آگے کی راہ لی لیکن جذبات خیالات اور تمام حرکات و سکنات مجنوں کے سے ہیں دو تین منزلیں اسی قسم کی بیتابیوں میں بسر کی تھیں کہ ایک جگہ کسی قدیم آبادی کے نشانات نظر آئے دیکھتے ہی اُسے امراؤ القیس کا قصیدہ لامیہ "قفا نبک من ذکری حبیب و منزل" یاد آگیا اس کے پُر درد تمہیدی اشعار پڑھتا ہوا ان کھنڈروں میں جا بیٹھا۔ یہ خاک اس اگلی مہمان نوازی کی

یادگار ہے۔ جبکہ میں قبیلۂ بنی کعب میں لیلیٰ کی دعوت کھا رہا تھا" کہہ کے اس خاک کو اچھالنے اور اپنے پنڈے میں ملنے لگا۔ اس مجنونانہ کام میں مشغول تھا کہ سامنے سے ایک شتر سوار آیا جس نے اس کو اس حالت میں دیکھ کے اپنا اونٹ بٹھایا اتر کر اس کے پاس آیا اور کہا السلام علیک، مگر قیس خاک اڑانے میں اس محویت سے مشغول تھا کہ نہ اس کی طرف نظر اٹھا کے دیکھا اور نہ سلام کا جواب دیا شتر سوار نے دو تین بار اور سلام کیا مگر جب کسی طرح جواب نہ ملا تو واپس روانہ ہوا اور اپنے اونٹ پر سوار ہو کے واپس جانے کو تھا کہ قیس نے بے اختیار چلا چلا کے پکارنا شروع کیا اور کہا خدا کے لئے آ۔ پھر اونٹ سے اتر کے قریب آیا تو قیس نے اب جواب سلام دیا۔ اور کہا وعلیکم السلام پھر اپنی سابقہ بے توجھی کے متعلق عذر خواہی کرنے لگا۔ اور کہا "آپ کون شخص ہیں۔

سوار "۔ میں ابن عم رسول اللہ عبداللہ بن عباس ہوں"

اتنا سنتے ہی قیس نے دوڑ کے ابن عباس کے قدم چوم لئے آپ کے قدموں کو آنسوؤں کے سیلاب سے اس نے دھویا اور کہا "معاف کیجیے میں ایک ہجراں زدہ عاشق، حرماں نصیب مجنوں ہوں" ابن نے کہا تمہارا نام؟

قیس "۔ میں قیس بن ذریح ہوں جس کا خون حلال کر دیا گیا ہے اور جس کی جان لینا سلطنت کی خدمت ہے اور میرے قتل کرنے میں بنی کعب کی بھی خوشی پوری ہو گی۔ جن کو میرے ہاتھ سے آزار پہنچا ہے۔ اس کے بعد اس نے جھوم جھوم کے اپنے پرسوز و گداز اشعار سنانا شروع کئے۔ ابن عباس کا دل بھر آیا اور پوچھا اب تم یہیں بیٹھے رہوگے یا کہیں جانے کا ارادہ بھی ہے۔؟"

قیس :- ہاں مدینہ طیبہ کو جاتا ہوں کہ حسنین رضی اللہ عنہما کے قدم چومنے کے بعد مردان والی مدینہ کے پاس حاضر ہو جاؤں اور کہوں "لے تیرا مجرم حاضر ہے اس کو قتل کر کے معاویہؓ کے حکم کے ساتھ بنی کعب کی آرزو پوری کر"

ابن عباس :- مگر مدینے جانے سے پہلے اپنا فرض حج پورا کر لو ہم یہ ارادۂ حج جا رہے ہیں تم بھی ہمارے ساتھ ہو لو - حج سے فارغ ہونے کے بعد غلاف کعبہ پکڑ کے دعا کرنا شاید خدا تمھاری فریاد سن لے اور کوئی مفید نتیجہ ظاہر ہو حسنینؓ سے بھی وہیں ملاقات ہو جائے گی "

قیس :- تو میں آپ کے ساتھ چل کے حج ہی کروں گا - یہ کہتے ہوا اُٹھ کھڑا ہوا اور اپنے اونٹ پر سوار ہو کر ابن عباس کے ساتھ ارض بطحا و مکہ کی راہ لی -

بیسواں باب

سفر حج

اب وہ جوش دل سے اور صدق نیت کے ساتھ حج کعبہ کے لئے جا رہا ہے چونکہ ثواب آخرت کی توقع میں عاشقانہ امیدیں بھی شریک ہو گئی ہیں اس لئے اس کا سا خلوص اس سال کے حجاج میں شاید ہی اور کسی میں ہو - سراپا شوق بنا ہوا ہے - جوش جنوں اور از خود رفتگی نے شرع شریف کی تہذیب سے مل کے متانت خموشی اور ثقاہت کی صورت اختیار کر لی ہے - جوں جوں آگے بڑھتا جاتا ہے - قبائل عرب کے قافلے ساتھ ملتے جاتے ہیں - اور ہمراہیوں کی

تعداد بڑھتی جاتی ہے۔ ابن عباس اس کی خبرگیری کرتے ہیں۔ جوش عشق جب کوئی نیا مجنونانہ خیال پیدا کرتا ہے تو سمجھا بجھا کے اس کی اصلاح کر دیتے ہیں اور تسلی تشفی دیتے ہوئے اپنے ساتھ لئے جاتے ہیں۔ اسی حالت میں افتاں خیزاں چلا جاتا تھا کہ ایک منزل میں جبکہ قافلہ ٹھہرا ہوا تھا۔ لوگ ظہر و عصر کی نمازیں جمع کرکے پڑھ چکے تھے اور کھانے پینے میں مشغول تھے کہ قیس قافلے سے نکل کے ایک پہاڑی کی طرف چلا جہاں بدوؤں کے خیمے نصب تھے اور ان کے مویشی اس کے دامن میں ایک پرانے کنوئیں کے قریب چر رہے تھے۔ قیس نے قریب جاکے ایک بدوی سے پوچھا بنی کعب کی سرزمین یہاں سے کتنے فاصلے پر ہے۔

بدوی :۔ بنی کعب یہاں سے بہت دور ہیں ان کے حجاج اسی طرف ہوکر ارض حجاز کو جایا کرتے ہیں اور چار منزلیں کرکے یہاں پہنچتے ہیں"

قیس :۔ اس سال بھی ان میں سے کوئی ارض حجاز کو گیا ہے؟ غالباً حج کے لئے بہت سے لوگ گئے ہوں گے۔؟

بدوی :۔ پرسوں جو قافلہ گیا ہے اس میں بہت سے کعبی تھے اور اس قافلے میں بھی ہوں گے کیونکہ وہ کہتے تھے کہ ہمارے قبیلے کے بہت سے لوگ پیچھے آرہے ہیں

قیس :۔ کوئی ایسا بھی ہے جو ان کے حالات بتلائے۔؟

بدوی :۔ ان کے حالات ہی کیا؟ ہاں یہ سنا ہے کہ سردار قبیلہ حباب کی بیٹی لبنیٰ کے بارے میں خلیفہ معاویہ بن ابی سفیان نے حکم دیا ہے کہ اس کا عقد خالد بن خلدہ غطفانی کے ساتھ کردیا جائے۔ مگر لبنیٰ کو اپنے پہلے شوہر کا اس قدر پاس تھا کہ دوسرا عقد کرنے سے انکار کرتی تھی۔ سارا قبیلہ ایک طرف تھا اور وہ ایک طرف

اس لیئے کہ اس نے سُنا تھا کہ اس کا پہلا شوہر اس کے عشق میں روتا اور اڑاتا پھرتا ہے اور بالکل مجنون ہو گیا ہے لیکن ان دنوں خبر آئی کہ اس نے ایک فزاریہ لڑکی کے ساتھ عقد کر لیا ہے۔ یہ خبر سنتے ہی لبنیٰ برہم ہو کر دوسری شادی پر آمادہ ہو گئی اور اپنے باپ کے اصرار سے خالد کے ساتھ عقد کر لیا

قیس :۔ "کمبخت نے کر لیا! ہائے غضب"

بدوی :۔ ہاں کر لیا بلکہ جس دن شادی کے بعد دونوں ملے ہیں بنی کعب کی لڑکیوں نے یہ گیت گایا تھا جو فوراً مشہور ہو گیا۔

لبنیٰ زوجھا اصبح لاحی بوا زیہ فضل علی الناس وقد باتت تناجیہ
وقیس میتٌ حقا سریع فی بوا کیہ فلا یبعدہ اللہ ویعد النوا عبہ

دیکھو لبنیٰ کا شوہر ایسا ہے کہ کوئی آزاد شخص اس کے ہم رتبہ نہیں اسے لوگوں پر فضیلت ہے، اور لبنیٰ اس سے چپکے چپکے (راز و نیاز کی) باتیں کر رہی ہے اور قیس تو سچ مچ مر گیا جو اپنے رونے میں بیہوش پڑا ہوا ہے تو اللہ اسے (اس کے نئے شوہر کو) جدا نہ کرے اور اس کی خبر سنانے والوں کا برا ہو۔

قیس ہائے کمبختی "

بدوی :۔ تو تمھیں کس بات کا ملال ہے؟ کیا تم قیس کے دوست ہو؟"

قیس :۔ دوست کیا معنی یہ سمجھو کہ میں وہی ہوں"

بدوی :۔ تو بتاؤ کیا سچ مچ قیس نے کسی فزاریہ لڑکی سے عقد کر لیا ہے یا یہ کہ فقط لبنیٰ کو دھوکا دیا گیا ہے۔

قیس :۔ اس نے نکاح تو بیشک کیا ہے"

بدوی :۔ "افسوس کمبخت بڑا بے وفا ہے۔ واہ اچھی عاشقی ہے"

اس کے جواب میں قیس سے کچھ نہ بن پڑی روتا اور سر دھنتا ہوا قافلہ
میں واپس آیا - اور ابن عباس کے ساتھ آگے کی راہ لی - اب مکہ معظمہ صرف
دو منزل رہ گیا تھا - تمام اہل قافلہ احرام باندھ چکے تھے اور وہ بھی بے سلے ہوئے
کپڑے پہنے اور سر برہنہ تھا اور جوش جنون میں اپنے اشعار پڑھ کے قافلہ
والوں کو پریشان کرتا رہتا تھا
قافلہ چلا جاتا تھا اور وہ گرد کا رواں بنا ہوا اپنے اونٹ کے پیچھے
پیچھے خاک اڑا رہا تھا کہ قافلہ والوں ہی میں سے ایک بڑھیا اس کے قریب
آئی اور پوچھا تم کون ہو ؟
قیس :۔ میں گردن زدنی، کشتنی، سوختنی اور کون بتاؤں ؟"
بڑھیا :۔ آخر کچھ نام بھی ہے ؟"
قیس "عاشق ناکام اور محب نافرجام قیس بن ذریح عذری"
بڑھیا :۔ یہی میرا خیال بھی تھا - خیر تو سنو مجھے تمہارے پاس لبنیٰ بنت حباب
کعبیہ نے بھیجا ہے -
قیس (جوش مسرت سے اچھل کے) اس نے بھیجا ہے ؟ میں اسے یاد
ہوں اور میرے نام کچھ پیغام بھی دیا ہے -
بڑھیا " ہاں سلام کہا ہے "
یہ سنتے ہی قیس نے چند برجستہ اشعار پڑھے جن کا مطلب یہ تھا کہ اسے
طلوع شمس کے وقت دس سلام کہنا اور غروب کے وقت دس - اور میری
حالت یوں بیان کرنا اور یوں کہنا" یہ سراپا جوش اشعار ختم ہونے کو نہ

آئے اور بڑھیا اسے جوش جنوں میں از خود رفتہ دیکھ کے واپس چلی گئی۔

اب قیس کی حالت بالکل متغیر تھی۔ لیلیٰ کے پیام نے آتش عشق کو حد سے زیادہ بھڑکا دیا۔ رات ہو گئی۔ اور وہ ماہتاب کی روشنی میں قافلے کے پیچھے بالو کے اُجلے فرش پر خاک اڑاتا چلا جاتا ہے رات زیادہ آ چکی ہے اہل قافلہ کجاووں اور محملوں کے ہنڈولوں میں سو گئے ہیں۔ حدی خوانوں کا نغمہ ہوا میں گونج رہا ہے اور آدھی رات کی خاموشی میں دور دور تک سُنا جاتا ہے چرند پرند سب خاموش ہیں تاروں کی آنکھیں جھپک رہی ہیں۔ اور اونٹ حدی کے نغمہ پر قدم رکھ رکھ کے اپنی رفتار سے کسی ناز آفریں کے رقص کا تماشا دکھا رہے ہیں۔ ساربان حدی کی دھن میں گاتے اور نیند کے جھونکوں سے جھومتے چلے جاتے ہیں اور رلیٹے ان گیتوں میں اس قدر محو اور مست ہو رہے ہیں کہ دنیا و مافیہا سے بے خبر ہیں اور ان سب کے پیچھے ہمارا دلدادہ قیس بن ذریح ہے جو اپنی دھن میں مست اور عشق کے ہاتھ کا مظلوم کبھی اپنے پرسوز و گداز اشعار گاتا ہے اور کبھی گاتے گاتے رک رک کر کہتا ہے ہائے وہ بڑھیا چلی گئی جس نے لبنیٰ کے سلام کو پہنچایا تھا۔ اس لق و دق میدان اس صحرائے ناپیدا کنار میں وہ کہاں سے آ گئی؟ یہ جھرجر ہنوز دور نہیں ہوتے پائی تھی کہ لبنیٰ کے دوسرے کے ساتھ نکاح کر لینے کا خیال آتا ہے اور سینہ پر دوہتڑ مار کر کہتا ہے اب میں ہمیشہ کے لئے گیا گزرا ہوا میری ساری اُمیدیں خاک میں مل گئیں وہ دین کا رہا نہ دنیا کا لبنیٰ اسے مجھے یہ امید نہ تھی' وہ اور دوسرے شخص کے نکاح میں ساتھ ہی اپنی حالت کی طرف خیال جاتا ہے اور کہتا ہے مگر مجھ سے بھی تو ایسی امید نہ تھی ہیں اور اس کے سوا دوسری لڑکی سے

نکاح کر دوں ۔ افسوس میں ایسا مجنون ہوگیا کہ اس کا بھی خیال نہ رہا کہ اس نکاح کا حال لیلیٰ سنے گی تو کیا کہے گی اور اس کے دل کو کیسا صدمہ پہنچے گا لیلیٰ مجھ پر تو جیسا ظلم چاہے کرے تجھے سب جائز ہے تجھے مجھ پر جور کرنے کا حق ہے " آپ ہی آپ یہ باتیں کرتا چلا جاتا کہ کہیں قریب ہی سے آواز آئی "صبر کرو قیس صبر کرو"

قیس :۔ (جوش وخروش سے) "نہیں ہرگز نہیں"

آواز :۔ "نہیں تمہیں صبر کرنا چاہیئے"

قیس :۔ "صبر کرنا چاہیئے ؟ میں صبر کا دشمن ہوں صبر میرے مذہب میں حرام ہے اور جو صبر کرے عشاق کے عقیدے میں کافر ہے"

آواز :۔ ہوش کی دوا کرو"

قیس :۔ یہ کبھی نہ ہوگا ۔ ہوش اور دل پُر جوش جمع ہی نہیں ہو سکتے"

آواز :۔ دنیا میں اکیلے تم ہی عاشق ہو یا کوئی اور بھی ہے ۔ ؟

قیس :۔ کوئی نہیں میرے سوا اور کوئی عاشق کا دعویٰ نہیں کر سکتا ۔

آواز :۔ غلط کہتے ہو"

قیس :۔ غلط اچھا کوئی میرے سوا عاشق ہے تو بتاؤ ۔

آواز :۔ ایک میں ہی کھڑی ہوں ۔

قیس :۔ تم بھی عاشق ہو (جوش وخروش) میرے سامنے اور دعویٰ عشق بتاؤ تو آخر ہو تم کون ؟

آواز :۔ میں وہ ہوں جس کا سینہ آتش عشق کا تنور بنا ہوا ہے ۔ مگر مجال نہیں کہ دھواں کسی کو دکھائی دے ۔ ساری ہڈیوں میں لکڑی کی طرح آنچ ہو رہی

لیکن ممکن کیا کہ ایک چنگاری کسی کو نظر آجائے عشق اسے کہتے ہیں کہ گو تن بدن ایک تنور کی طرح اندر ہی اندر پھنک رہا ہو۔ مگر منھ پر ضبط کا تو ا رکھا ہوا ہے کہ یہ پیاری اور خوشگوار سوزش اور جلن کہیں دل سے نکل نہ جائے آتش فراق کے بخارات نالہ بن کے نکلنا چاہیں مگر انھیں نکلنے نہ دے اور اندر ہی اندر دم گھٹ ہو۔ بغیر اس کے عشق میں پختگی نہیں آسکتی۔

قیس :۔ بیتاب ہو کے) ہائے تو کون ہے کہ تیرے جوش کے آگے میری آتش عشق ٹھنڈی پڑ گئی ہے خدا کے لئے اپنا نام بتاؤ۔ اور یہ کہتے ہی آنکھیں پھاڑ پھاڑ کے دیکھنے لگا کہ کس سے ہمکلام ہے۔

آواز :۔ میرا نام بھی ایک جھلسا دینے والا شعلے کا اثر رکھتا ہے تجھ میں اس کے سننے کی تاب بھی ہے یا پوچھتا ہی ہے۔

قیس :۔ (مبہوت وازخود رفتہ ہو کے) مجھ میں تو کسی بات کی تاب نہیں"

آواز :۔ تو میرا نام نہ پوچھ۔

قیس :۔ للہ بتا۔ تو نے تو دل بے چین کر دیا۔ اب اس بیتاب شکست خوردہ عاشق میں تحمل کی تاب نہیں۔

آواز :۔ تو سن میں لبنیٰ بنت حباب کعبیہ ہوں

قیس :۔ (بالکل حواس باختہ ہو کے) لبنیٰ میری لبنیٰ!

لبنیٰ :۔ ہاں ہاں لبنیٰ مگر تیری نہیں ہرگز نہیں۔

قیس :۔ آہ۔ میری ہو یا نہ ہو۔ مگر اب تو عشق نے اپنے پرائے کی تمیز نہیں باقی رکھی یہ کہتے ہی بڑھ کے جوش و خروش سے لپٹ گیا۔ اور بولا "لبنیٰ تیرے عشق

نے مار ڈالا - ہائے میں زندہ درگور ہوں قتل کا حکم ہوگیا اور کوئی قتل نہیں کرتا اس زندگی سے موت اچھی ہے - مگر کسی طرح چھٹکارا نہیں ملتا - آہ! کیا کروں؟

لیلیٰ :- وہی کرو جو میں کرتی ہوں - اکیلے میں بیٹھ کے تمھاری یاد میں روتی ہوں اور جب اوروں کا سامنا ہوتا ہے تو جیر اُدھر اُدھر اُدھر کی باتوں میں دل بہلاتی ہوں -

قیس :- آہ مجھ سے تو نہیں ہو سکتا - میری لیلیٰ اپنا یہ ہنر مجھے بھی سکھا دے -

لیلیٰ :- میں اب تمھاری نہیں اور خیر دار مجھے اپنی نہ کہا کرو - اور ہاں بتاؤ تمھارا لیلیٰ تو خیریت سے ہیں - ان کی صحبت میں تو خوب جی بہلتا ہوگا -

قیس :- لیلیٰ! خدا کے لئے اس دل صد چاک میں اور نئے زخم نہ ڈالو میں اس کی طرف متوجہ ہوا تو اسی لئے کہ اس کا نام تھا لیلیٰ - اس سے عقد بھی کیا تو اس لئے کہ ہمدردوں نے اسی میں مصلحت اور اسی طرح تجھ سے ملنے کی امید دلائی -

لیلیٰ (ہنس کے) یہ بھی عجیب امید ہے کہ دوسرے سے نکاح کروگے تو مجھ سے ملوگے - خوب کیا - جنوں کے ساتھ تم بے وقوف بھی ہوگئے ہو -

قیس :- حقیقت میں بے وقوف، بالکل بیوقوف، بیوقوف نہ ہوتا تو تم سے کیوں جدا ہوتا بیوقوف نہ ہوتا تو دوسرا نکاح کیوں کرتا، ہر مرتبہ یہی ہوا کہ لوگوں نے بنایا اور میں بن گیا مگر لیلیٰ! تجھ سے تعجب ہے کہ تو نے بھی دوسرے سے نکاح کر لیا -

لیلیٰ :- تم دوسروں کے بنانے سے بیوقوف بنے اور میں خود ہی بن گئی - مجھے ایک زمانے سے سارے قبیلے والے اصرار کر رہے تھے کہ خالد کے ساتھ نکاح پڑھ لوں - امیر المومنین کا بھی یہی حکم تھا مگر میں کسی طرح منظور نہ کرتی تھی - مگر جب یہ سنا کہ تم نے دوسری سے نکاح کر لیا تو بدن میں آگ لگ گئی اور ایسا غصہ

غصہ آیا کہ اسی دن نکاح کرلیا اور دل میں کہا ع

تو بھی ٹھنڈا نہ رہے دل کے جلانے والے

قیس :- لیلیٰ میں نے تیری اس فرزاریہ ہم نام سے نکاح تو کرلیا مگر قسم کھا کے کہتا ہوں کہ کالے ڈسیں بال اگر چھوئے ہوں، چھالیں پڑیں گال اگر چھوئے ہوں

لیلیٰ :- "تو قیس میں بھی نام ہی کے لئے خالد بن خلدہ کی جورو ہوں وہ نکاح کرکے پچھتا رہا ہے اور میری یہ حالت ہے کہ وہ سامنے آجاتا ہے تو جان دینے پر آمادہ ہوجاتی ہوں"۔

قیس :- لیلیٰ تمہارے دل میں بھی ایسا ہی جوش تھا تو پھر کبھی مجھے صورت کیوں نہ دکھائی۔ میں بیمار ہوا مرنے کے قریب پہنچ گیا۔ مگر تم عیادت کو نہ آئیں میں کوہ و صحرا میں خاک اڑاتا پھرا اور تم نے خبر بھی نہ لی"

لیلیٰ :- میں اگر تمہاری طرف کا رخ بھی کرتی تو بنی کعب تمہارے خون کے پیاسے ہوجاتے مجھے اپنی جان کا نہیں تمہاری جان کا خوف تھا۔ میری اس خموشی سے یہ نہ سمجھو کہ میرے دل کو تمہارے دل سے کوئی تعلق نہیں ہے میں تم سے زیادہ پریشان ہوں۔ دل ہی دل میں کڑھتی ہوں اور کوئی بس نہیں چلتا چپکے ہی چپکے سر دھنتی ہوں اور قسمت پہ زور نہیں چلتا۔ تم مجھ سے اچھے ہو کہ جنگل میں نکل کے دل کی بھڑاس نکال ڈالتے ہو۔ میری حالت یہ ہے ؎

مرا دردیست اندر دل اگر گویم زباں سوزد

اگر دم درکشم ترسم کہ مغز استخواں سوزد

قیس :- اور ہاں لیلیٰ تم یہاں صحرائے لق و دق میں اس وقت کہاں سے آگئیں، کہاں بنی کعب کی سرزمین اور کہاں یہ فاصلہ؟

لیلیٰ :۔ اسی قافلہ میں میں بھی ہوں اور اپنے قبیلے کے لوگوں اور اپنے ماں باپ کے ساتھ حج کو جا رہی ہوں۔ کئی دن ہوئے میں نے اپنی محمل سے تم کو شعر پڑھتے اور بیتابیاں ظاہر کرتے دیکھا۔ بے اختیار دل بول اُٹھا کہ ہو نہ ہو تم ہی ہو۔ اتفاقاً اپنے ساربان کو ایک دوسرے ساربان سے تمہارا ذکر کرتے سنا جب انھوں نے تمہارا نام لیا مجھے یقین ہو گیا کہ میرا گمان غلط نہ تھا۔ یہ معلوم ہونے کے بعد میں نے اپنے قبیلے کی ایک سن رسیدہ عورت کو اپنا ہمراز بنا کے تمہارے پاس بھیجا۔ اور اس کی معرفت سلام کہلا بھیجا۔ جس کے جواب میں تم نے اپنے اشعار میں سیکڑوں سلام کہلا بھیجے اس سلام پیام نے مجھے بیتاب کر دیا اور آخر اسی عورت کی مدد سے اس وقت رات کو جبکہ سب لوگ سو گئے اور ساربان تک نیند کے خمار میں لپٹے ساربان کو ہمراز بنا کے چھپکے سے یہاں آئی ہوں تاکہ تمہارے دل کو ذرا تسلی تو دیدوں اور اگر ممکن ہو تو اپنی لگی بھی تھوڑی بہت بجھا لوں۔

قیس ۔ اس وقت تو میرے دل کو تسلی ہو گئی ۔ ایسی تسلی کہ میں بادشاہ ہفت اقلیم سے اچھا ہوں۔ مگر تھوڑی دیر میں جب تم چلی جاؤ گی تو اس وقت کیا ہوگا ؟ لیلیٰ تم تسلی دینے نہیں عشق کی آگ بھڑکانے آئی ہو کوئی ایسی تدبیر کرو کہ دل سے یہ دھڑکا دور ہو"

لیلیٰ :۔ (حسرت سے) یہ تو دور ہو چکا۔ اب میں تمہاری ہو جاؤں یہ قیامت تک نہیں ہو سکتا۔ میں اپنے بس میں نہیں دوسرے کی ہوں جو اس کا بھی روادار نہیں کہ میں تمہاری گلی میں سے بھی ہو کے گزروں، یا تمہارا نام بھی کبھی میری زبان پر آئے۔ ہماری خوشی ہمیشہ کے لئے رخصت ہو گئی اور ہم دونوں وصال کی حسرت

قبر میں لے جائیں گے۔

قیس :۔ "تو اب کوئی تدبیر نہیں ؟"

لبنیٰ :۔ کوئی نہیں۔ بس اب میں جاتی ہوں خدا حافظ۔ کسی کو اس کے ملنے کی خبر ہو گئی تو قیامت اُٹھ کھڑی ہو گی۔ خیر وہ ساتھ جیسے چاہے پیش آئے اندیشہ تو یہ ہے کہ تمھارے دشمنوں کو کوئی صدمہ پہنچ جائے گا۔ بس اب رخصت ع پھر ملیں گے اگر خدا لایا۔

یہ کہہ کے چلی گئی اور قیس بار بار کہتا رہا "تم میری فکر نہ کرو" ایک سیکنڈ اور دم بھر میں نظر سے غائب ہو گئی۔ اس کے چلے جانے کے بعد قیس نشۂ وصال سے چونکا اور ایسا معلوم ہوا کہ گویا ایک مزہ دار خواب دیکھتے دیکھتے آنکھ کھل گئی بے اختیار زبان سے نکلا۔

یہ کس نے عین مزے میں جگا دیا ہم کو
ابھی تھے خواب میں ان کو گلے لگائے ہوئے

پھر آنکھیں مل مل کے کہنے لگا یہ میں خواب دیکھ رہا تھا یا سچ مچ پیاری لبنیٰ یہاں آئی تھی ؟ نہیں یہاں کہاں ؟ یہ فقط میرے اوہام و خیالات تھے۔ مگر جیسی باتیں وہ کر گئی ہے ان سے تو معلوم ہو رہا ہے کہ حقیقت میں وہی تھی افسوس آخر میں اس نے صاف صاف کہہ دیا کہ اب کوئی تدبیر نہیں اور وصال کی حسرت ہمارے ساتھ قبر میں جائے گی۔ ناکامی کے یقین نے ایسا ازخود رفتہ کیا کہ بالکل مجنوں کی طرح چلانے اور سر پیٹنے لگا۔

اس کے شور و شیون سے ابن عباس کی آنکھ کھل گئی جو اس کے محافظ و نگراں تھے۔ فوراً اپنے راحلہ سے اتر کے آئے اور اُسے زبردستی

لے جاکے اونٹ پر سوار کرایا اور کہا۔ بس اب تم خاموش رہنا۔ اور ساربان کو حکم دیا کہ ابھی یہ اونٹ سے اُتریں تو مجھے خبر کر دینا۔

اکیسواں باب

خوب گزرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو

حضرت ابن عباس کے کہنے کا اتنا اثر تھا کہ قیس کے دل میں اگرچہ جوش بھرا ہوا تھا اور کسی پہلو پر چین نہ پڑتا تھا۔ مگر زبردستی خاموش تھا اور اپنے کجاوے میں لیٹا ہوا کوشش کر رہا تھا کہ کسی طرح نیند آجائے اتنے میں اس کے ساربان نے اپنے حدی کے لہجے میں یہ شعر گایا۔

قضاها لغیری وابتلانی بحبها
فهلا بشیئ غیر لیلی ابتلانیا

ترجمہ:۔ اُسے تو (خدا نے) میرے سوا غیر کی قسمت میں لکھا اور مجھے اس کی محبت میں مبتلا کیا تو کیا نہ ہو سکتا تھا کہ لیلیٰ کے سوا مجھے کسی اور چیز کی (مصیبت) میں مبتلا کر دیا۔

یہ شعر سنتے ہی دل پر ایسی چوٹ لگی کہ بے اختیار اُٹھ بیٹھا اور بار بار زبان پر جاری تھا کہ

فهلا بشیئ غیر لیلی ابتلانیا

پھر جوش میں آکے بولا لیلیٰ نہیں لیتیؔ

فهلا بشیئ غیر لیتے ابتلانیا

ہاں یوں صحیح ہے کہنے والے نے کہا تو خوب ہے مگر اتنی غلطی کر گیا۔ اس کے بعد اپنے ساربان سے پکار کے کہا کیوں بھئی یہ شعر جو شعر تم نے گایا ہے کس کا ہے۔ عجب دردگیرے دل سے کہا ہے۔

ساربان:۔ تم نہیں جانتے یہ لیلائے عامریہ کے عاشق مجنون عامری کا شعر ہے جو دشت نجد میں خاک اڑایا کرتا ہے اور تمہارا سا ہی عاشق مجنوں ہے۔ اور جس طرح نام قیس اسی طرح اس کا نام بھی قیس ہی مشہور ہو گیا ہے۔

قیس:۔ تو کیا دنیا میں مجھ سا کوئی اور عاشق بھی ہے؟

ساربان" ہاں ہے تمہارے اور اس کے بارے میں لوگوں میں اختلاف پڑا ہوا ہے کوئی تمھیں دھن کا پکا کہتا ہے اور کوئی اسے لیکن سچ یہ ہے کہ ابھی تک اس کا فیصلہ نہیں ہو سکا۔

قیس:۔ تب تو مجھے اس سے ملنا چاہیئے میں اس کا بیحد مشتاق ہوں،

ساربان وہ بھی تمہارا مشتاق ہے۔

قیس:۔ تمھیں کیونکر معلوم ہوا کہ اسے میرے دیکھنے کا شوق ہے؟"

ساربان:۔ خود اس کی زبان سے سن چکا ہوں میں ایک دفعہ اس کی معشوقہ لیلائے عامریہ کے شوہر جو بنی ثقیف میں سے ہے لئے ہوئے جا رہا تھا ہم کئی آدمی مل کے اس کے قریب گئے تو وہ پتھر پھینک پھینک کے مارنے لگا میں نے کہا " ہم تمہارے اشعار سننے کو آئے ہیں' دو چار شعر سنا دو تو چلے جائیں گے یہ سن کے اس نے ڈھیلے مارنے سے ہاتھ روکا۔ اور بولا " تو آؤ سنو" اور ہمیں اپنے پر جوش شعر سنانا شروع کئے۔ انھیں میں ایک شعر یہ بھی تھا جو

ابھی تم نے میری زبان سے سُنا - اس وقت ہمارے ہمراہیوں میں سے کسی نے کہا :-
"تمھاری حالت بعینہٖ قیس عذری کی سی ہے - اس نے کہا مجھ سا کوئی عاشق حرمان نصیب اور بھی ہے ؟ اور یہ کہنے کے بعد اس نے تم سے ملنے کے لیئے بے انتہا اشتیاق ظاہر کیا تھا -

قیس :- کاش میں اس سے ملتا اور دیکھتا کہ اس کی حالت کیا ہے تمھارے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ میری طرح اس کی معشوقہ کا نکاح بھی بدقسمتی سے کسی دوسرے شخص کے ساتھ ہو گیا ہے"

ساربان :- میں نے کہا تھا کہ میں اس کے شوہر ہی کو لیئے ہوئے جا رہا تھا جب میرا ادھر سے گذر ہوا -

تضیٖا الغیر نی روایت لا فی بیجھا

ان باتوں کے بعد قیس خاموش ہو گیا اور دل ہی دل میں سوچنے لگا کہ کس طرح اس مجنوں سے ملنا چاہیئے - بس دنیا میں اگر کوئی میرا ہمدرد ہو سکتا ہے جس کے سامنے میں اپنا درد دل بیان کروں گا اور وہ اپنا درد دل مجھ سے بیان کرے گا - میں تو جاتے ہی کہوں گا - ؎

بنال بلبل اگر با منت سر یاری است
کہ ما دو عاشق زاریم و کار ما زاری است

آخر -

جوں جوں زمانہ گزرتا تھا اشتیاق بڑھتا جاتا تھا - آخر بیتاب ہو کے ساربان سے کہا مجھے حاجت ضروری کے لیئے جانا ہے خدا

کے لئے ذرا اُترنے دے۔

ساربان:۔ البتہ نہ ہو کہ آپ پھر شور و ہنگامہ مچائیں اور حضرت ابن عباس مجھ پر خفا ہوں۔

قیس:۔ نہیں میں خاموش رہوں گا۔

یہ وعدہ لے کے ساربان نے اُتار دیا۔ اور قیس نے اونٹ سے اُترتے ہی سیدھا نجد کا راستہ لیا۔ اب نہ حج کا خیال تھا۔ اور نہ اس کا کہ جس قافلہ کو چھوڑ کے آرہا ہوں اس میں پری جمال لیلیٰ بھی ہے۔ راستہ معلوم نہ تھا۔ اور نہ کوئی بتانے والا تھا۔ ستاروں پر نظر ڈال کے مشرق کی راہ لی۔ کیونکہ نجد کا علاقہ اسی طرف تھا۔ صحرا میں اور رات کے وقت شیر اور چرخ وغیرہ کا بھی ڈر ہوتا ہے۔ مگر اسے اس کی فکر نہیں اور جانتا ہے کہ اس دشت پُر خطر میں اگر انسان راستہ بھول گیا تو پھر نکلنا محال ہوتا ہے اور ہر دشت پیما بالو کے تودوں کی بھول بھلیوں میں پھنس کے پہاڑوں سے ٹکراتا ہے۔ سراب کے فریب میں آ کے ادھر ادھر دوڑتا اور تشنہ لبی کے عذاب میں مبتلا ہو کے جان دیتا ہے۔ مگر اُسے ان باتوں کی ذرا فکر نہیں جدھر منہ اٹھ گیا راہ ہو یا بے راہ قدم مارتا چلا جاتا ہے صبح ہوتے اُسے خوش قسمتی سے کسی بدوی خاندان کے خیمے نظر آئے ان میں جا کے کچھ کھایا پیا اور ان سے پتہ پوچھ کے وادی نجد کی طرف روانہ ہوا۔

ایک ہفتہ کی صحرا نوردی کے بعد ارض نجد میں پہنچا۔ راہ نوردوں سے پتہ پوچھ کے اس وادی میں گیا۔ جہاں مجنوں عامری کے جنون زار دلولو کا غلغلہ بلند تھا۔ اب یہاں جس کسی سے مجنوں کا پتہ پوچھا معلوم ہوا۔

اس کے رہنے کا کوئی خاص مقام نہیں اسی وادی کے تو دہ ہائے ریگ میں کسی جگہ وحشیان صحرا سے ہم آغوش بیٹھا ہوگا۔ کئی دن اس کی تلاش میں گزر گئے آخر ایک دن پھرتے پھرتے ایک مقام پر گیا۔ دیکھتا ہے کہ ایک نہایت ہی نزار نزار ناتوان شخص بالو کے ایک تودے کے سایہ میں بیٹھا ہوا۔ بالو کے مکان زمین پر بناتا ہے۔ اور پھر خود ہی بگاڑ دیتا ہے۔ چند آہوان صحرا پاس بیٹھے ہوئے ہیں جو خاموش بیٹھے جگالی کر رہے ہیں۔ اور وہ جب بالو میں کھیلنے سے فراغت ملتی ہے ان کی طرف دیکھ کے شوق اور محبت سے باتیں کرنے لگتا ہے۔ کپڑوں کے عوض چند چیتھڑے گلے میں پڑے ہوئے مگر اسے کچھ فکر نہیں قیس نے دیکھتے ہی دل میں خیال کیا کہ ہو نہ ہو یہی مجنوں عامری ہے۔ کیونکہ اس سے بوئے انس آتی ہے اور اس کی وحشت اور خود رفتگی میں عشق کی شان نمایاں ہے بے اختیاری کے شوق سے اس کی طرف لپکا۔ اسے آتے دیکھ کے ہرنیاں جو مطمئن بیٹھی تھیں بھڑک کے بھاگیں۔ اور اس شخص نے ایک بڑا سا پتھر اٹھایا کہ اپنے پاس حرم عشق میں بے ادبی سے قدم رکھنے والے کو اس کی گستاخی کی سزا دے۔

قیس ۔ ذرا صبر کرو۔ میں بڑی دور سے تمھارے شوق میں آیا ہوں مجنون عامری تمھیں ہو۔

مجنون :۔ اب تو نہیں ہوں۔

قیس :۔ اب تو نہیں ہوں۔ یعنی اس سے پہلے کبھی تھے

مجنون :۔ ہاں تھا مگر اب لیلائے عامریہ بن گیا ہوں۔

قیس :۔ ہاں ہاں۔ تو بس تمھیں سے اپنے درد دل کی دوا ملے گی۔

دنیا میں ہم ہی تم ہیں جو ایک دوسرے کے ہمدرد و غم گسار ہو سکتے ہیں۔
مجنوں ۔ مگر میں تو سوا وحشیان صحرائی کے کسی انسان کی صحبت میں بیٹھنے کے قابل نہیں ۔
قیس :۔ تو مجھے بھی انسان نہ خیال کرو کیونکہ میرا شمار وحشیوں ہی میں ہے
مجنوں :۔ (غضب ناک چشم و ابرو سے) آخر اے شخص تو ہے کون کچھ اپنا پتہ تو بتا ۔
قیس :۔ میں پری جمال لبنیٰ کا کعبیہ کا عاشق جانباز قیس بن ذریح ہوں
مجنوں :۔ (چونک کے) آخاہ ! تم ہی ہو ۔ تو آؤ ۔ اتنی زندگی میں تم ہی ایک صاحب ذوق ملے ہو ۔ تعارف کے ساتھ ہی دونوں ایک دوسرے سے ملے ۔ اور ایک دوسرے کو اپنے اشعار سنانے لگے ۔ ادھر لبنیٰ کے حسن و جمال کی تعریف تھی ادھر لیلیٰ کے ناز و انداز کی یہ بے مہری لبنیٰ کا شاکی تھا۔ اور بے پروائی لیلیٰ کا یہ جوش دل کا ستایا ہوا تھا اور چشم گریاں کا شاکی تھا۔ یہ نالۂ پرسوز سے دنیا میں آگ لگاتا تھا ۔ تو وہ آہ سرد سے امید و آرزو کی گرمجوشی پہ پانی پڑ ڈالتا تھا اور خاتمہ اس پہ ہوا کہ دونوں ایک دوسرے کے گلے سے لپٹ کے زار و قطار رونے لگے ۔ پھر جب ذرا سکون ہوا تو مجنوں نے کہا ۔ قیس میرا ایک کام کرو گے ۔
قیس :۔ بسر و چشم تمھاری زبان سے سن لینے کی دیر ہے ۔
مجنوں :۔ میں اگر کوئی لیلیٰ میں جاؤں تو مار ڈالا جاؤں اس لئے کہ امیر حجاز یعنی مروان ابن حکم نے بنی عامر کو میرا خون معاف کر دیا ہے۔

قیس :- اور اسی نے میرا خون بنی کعب کو حلال کر دیا ہے۔

مجنون :- تم بنی عامر میں جا کے لیلیٰ کو میرا سلام پہنچا دو

قیس :- اُسی وقت" یہ کہتے ہی فوراً اُٹھ کھڑا ہوا اور لیلیٰ کے قبیلے کی راہ لی دوسرے دن بنی عامر کے خیموں کے قریب پہنچا تو ایک جوان لڑکی کو دیکھا جو قبیلے والوں کے لئے پانی لئے جاتی تھی۔ اس کے قریب گیا اور کہا یا امتہ اللہ اگر تجھ میں کچھ نیکی ہے تو مجھے لیلیٰ عامریہ کے خیمے تک پہنچا دے۔

لڑکی :- کیوں؟ تمھیں لیلیٰ سے کیا کام ہے۔

قیس :- میں مجنوں عامری کا پیام لایا ہوں

لڑکی :- قبیلے کے اندر پہنچ کر اگر تم نے یہ بات زبان سے نکالی تو مار ڈالے جاؤ گے۔

قیس :- اس کی پرواہ نہیں ہم لوگ عشق کی ذلتیں برداشت کرنے اور جان دینے ہی کے لئے پیدا ہوئے ہیں :-

لڑکی :- (ہنس کے) ایں تمھیں بھی عشق کا دعویٰ ہے۔ عشاق کے پیامبر بھی عشاق ہی ہوا کرتے ہیں :-

لڑکی :- بے شک ہم دونوں عاشق اور دونوں دل از دست دادہ ہیں۔

قیس :- اور تمھاری معشوقہ بھی لیلیٰ ہے۔

قیس :- نہیں، میری نظر میں بنی کعب کی لبنیٰ کے حسن کے سامنے دنیا بھر کے حسن مات اور بے مزہ ہیں۔

لڑکی :- کون؟ لبنیٰ! تو تم قیس بن ذریح عذری ہو"

قیس :۔ "ہاں ہاں"

لڑکی :۔ "تو قیس کو ہماری لیلیٰ کے عاشق صادق مجنوں کے سامنے عشق کا نام نہ لینا چاہیئے۔ اس نے عشق کی حرمت میں داغ لگا دیا"

قیس :۔ کیوں ؟"

لڑکی :۔ اس لئے کہ اس نے ایک فرزار یہ لڑکی سے نکاح کر لیا عشق کا دعویٰ اور یہ حرکتیں ؟"

قیس :۔ افسوس! قیس تمھارے مجنوں کے مقابلے میں زیادہ ستایا گیا ہے۔ یہ نکاح نہیں بلکہ ایک عذاب ہے جس سے مجنوں محفوظ رہا اور میں مبتلا کیا گیا۔

لڑکی :۔ معلوم ہوا کہ تمھیں باتیں بنانا بھی خوب آتی ہیں۔ خیر ہوگا۔ میں نے سنا ہے کہ تمھارے شعر بھی بہت مزے کے اور پُر اثر ہوتے ہیں۔ اگر ان کے سُنانے کا وعدہ کرو تو میں اتنا کر سکتی ہوں کہ لیلیٰ کو یہاں تمھارے پاس بُلا لاؤں۔"

قیس :۔ میرے اشعار صرف لیلیٰ کے سننے کے ہیں لیکن خیر اپنے ہمدرد مجنوں عامری کی خاطر سے تمھیں اور تمھاری لیلیٰ کو سنا دوں گا۔"

لڑکی :۔ تو تم یہیں ان ٹیلوں میں اس ببول کے درخت کے نیچے ٹھہرو میں آج رات کو اسے تمھارے پاس لاؤں گی اور خبردار آبادی کے اندر قدم نہ رکھنا ورنہ ذلیل کر کے نکال دیئے جاؤ گے اور کوئی تعجب نہیں کہ مار ڈالے جاؤ اور پھر یہ بھی نہ ہوگا کہ لیلیٰ کی صورت دیکھ سکو۔

یہ کہہ کر وہ لڑکی چلی گئی اور قیس اسی قرب و جوار میں ادھر اُدھر کی خاک چھانتا رہا - انتظار کی گھڑیاں قیامت کی ہوتی ہیں ۔ خدا خدا کرکے اور گھڑیاں گِن گِن کے آفتاب غروب ہوا - قبیلے کے جو لوگ باہر گئے تھے سب واپس آ گئے - جابجا خیموں کے پاس آگ روشن ہوئی جس کے گرد زنان قبیلہ بیٹھی ہوئی کھانا پکا رہی تھیں اور انھیں کے قریب ہوشیار وفادار محافظ کتے اپنے مالکوں کی فیاضی کے منتظر بیٹھے ہوئے تھے - اور لومڑیاں یا گیدڑ خیموں کی طرف رُخ بھی کرتے تو بھونکتے ہوئے دوڑ پڑتے - ساتھ ہی اہل قبیلہ اُٹھ کے دیکھ لیتے کہ یہ کتے کسی تازہ وارد مہمان پر تو نہیں جھپٹے"

قیس اندھیرے کے دامن میں چھپا بیٹھا تھا اور ان کیفیتوں کو دور سے دیکھ رہا تھا - کہ ناگہاں سامنے سے دو عورتیں آتی دکھائی دیں یقین ہو گیا کہ یہ لیلائے عامریہ اور اس لڑکی کے سوا کوئی اور نہیں ہو سکتا ہے اختیار سینے میں ایک ولولے کا جوش ہوا اور نہایت ہی الجھن اور گھبراہٹ کے ساتھ دل میں یہ سوال پیدا ہوا کہ لیلیٰ کا استقبال کیوں کر کیا جائے

اس اہم مسئلے کا تصفیہ نہیں ہونے پایا تھا کہ دونوں اس ببول کے درخت کے نیچے سے قریب آئیں اور جو لڑکی دن کو وعدہ کر گئی تھی، اس نے آگے بڑھ کے کہا :-

قیس میں لیلیٰ کو لے آئی - اب تم اپنا وعدہ پورا کرو اور اپنے پھڑکتے ہوئے اشعار سناؤ تا کہ معلوم ہو کہ تم اچھا کہتے ہو یا ہمارا مجنون "

قیس :- ہاں ہاں میں سناؤں گا مگر پہلے مجھے اپنے ہمدرد و محب کا پیام تو پہنچا لینے دو۔

یہ کہتے ہوئے اُٹھ کھڑا ہوا لیلیٰ کی طرف متوجہ ہو کے کہا "اے نازنین بنی عامر تجھ پر سلام، لیلیٰ نے سلام کا جواب دے کے پوچھا "بتا مجنون کیسا ہے؟"

قیس :- سوا اس مرض کے جس کی دوا تم ہو اور کوئی شکایت نہیں اور اس کے دل میں آرزوؤں کا اس قدر ہجوم تھا کہ کچھ نہ کہہ سکا فقط اتنا کہا ہے کہ بس میرا سلام پہنچا دینا"، اس کے جواب میں لیلیٰ کچھ کہنے نہ پائی تھی کہ قیس نے کہا "اے جان ستان معشوقہ عرب اگر اجازت ہو تو میں کچھ اپنی طرف سے بھی کہوں۔

لیلیٰ "کہو"

قیس :- اپنے چاہنے والے اور اپنی صورت پر جان دینے والے کے ساتھ یہی سلوک کیا جاتا ہے۔ جو ستم غریب ستم رسیدہ مجنوں کے ساتھ کر رہی ہو افسوس اس کی حالت دیکھی نہیں جاتی۔ وادی نجد اس کی چیخوں سے گونج رہی ہے اور تمام زنان عرب اپنے خیموں میں اس کی حسرت نصیبی پر ترس کھا رہی ہیں ایک دل نہیں پسیجتا تو تمھارا۔

لیلیٰ :- میرا دل اس کی محبت میں اس کے دل سے زیادہ زخمی ہے مگر میں ضبط کرتی ہوں اور اپنے ضبط سے اپنی نہیں اس کی جان بچاتی ہوں

قیس :- (بیتاب ہو کے) آہ! یہی لبنیٰ بھی کہتی ہے تم سب ایک ہی ہو اور ایک ہی قسم کی باتیں کرتی ہو۔

لیلیٰ :- مجھے تو مجنوں سے بڑی شکایت ہے۔

قیس :- "وہ کیا ؟"

لیلیٰ :- وہ ایک شعر میں کہتا ہے ؎

انت بیلۃ بالغیل یا ام مالک ؛ لکم خیر صادق لیس بکذب

ترجمہ (ایک رات جنگل میں وہ آئی اے ام مالک (لیلیٰ کی کنیت ہے) تم لوگوں کی محبت اچھی اور سچی ہے جو جھٹلائی نہیں جا سکتی) بھلا اس سے پوچھنا تو کہ میں کب اور کہاں اس کے پاس آئی تھی ؟ یہ تو فقط بدنام کرنا ٹھہرا کہ جو لوگ طرح دے رہے ہیں وہ بھی دشمنی پر آمادہ ہو جائیں۔

قیس :- شعرا شاعری میں ایسی باتیں کہہ ہی جایا کرتے ہیں اور ان کے ذہن پر یہ نہیں ہوتا کہ جو کچھ کہہ رہے ہیں سچ ہی ہے۔

لیلیٰ :- تو شاعری اور عاشقی میں جھوٹ بولنا جائز ہے ؟ ایسا ہے تو ان کا عشق بھی جھوٹا ہو گا۔

قیس "یہ نہ کہو، آہ! تم لوگوں کو یقین ہی نہیں آتا تم بڑے سنگدل ہو۔ بڑے بے مہر ہو تم یہی سمجھ لو کہ مجنوں کی مراد تم سے نہیں بلکہ تمھاری خیالی صورت سے ہے جو روز اس کے پاس آتی ہے بلکہ ہر وقت اس کے پاس موجود رہتی ہے

لیلیٰ :- ہاں ہاں تم لوگوں کو عاشقی اختیار کر کے فقط باتیں ہی بنانا تو آتا ہے اب اس ذکر کو جانے دو اور اپنے اشعار سناؤ جس کے سننے کے لئے یہ جو مجھے لائی زیبا بیتاب ہو رہی ہیں "

قیس نے اس کے بعد اپنے پر جوش و خروش اشعار سنانا شروع کئے جن کو دونوں لڑکیاں سنتی اور ان سے متاثر ہوتی رہیں جب رات زیادہ آئی لیلیٰ نے کہا بس اب یہاں زیادہ ٹھہرنے میں بدنامی ہو گی (ساتھ والی سے) بہن چلو "

ساتھ والی "۔ اتنا اور ٹھہر کہ میں اپنے گھر سے ان کے لئے کچھ کھانے کو لے آؤں ورنہ ہمارے قبیلے کے نام کو دھبہ لگ جائے گا کہ مہمان کو بے کچھ کھلائے پلائے جانے دیا

لیلیٰ :۔ میں تو نہیں ٹھہر سکتی تم تھوڑی دیر کے بعد آکے دے جانا"

قیس :۔ (لیلیٰ سے) اگر تم چلی جاؤگی تو پھر میں یہاں نہ ٹھہروں گا"

ساتھ والی :۔ پھر کیسے بنے گا ؟ (لیلیٰ سے) میری بہن ذرا ٹھہر و میں ابھی آئی یہ کہہ کے بغیر جواب کا انتظار کئے بھاگی ہوئی چلی گئی ۔ قیس نے تنہائی میں موقع پا کے کہا "لیلیٰ خدا کے لئے مجنوں کے حال پر کچھ تو ترس کھاؤ"

لیلیٰ :۔ اُسے ضرورت ہے کہ میرے حال پر ترس کھائے اور بدنام کرنے سے زبان روکے قیس تم سے سچ کہتی ہوں کہ میری زندگی جس عذاب میں ہے خدا دشمن کو نہ نصیب کرے ۔ مجھے رونے کے لئے نہ جگہ ملتی ہے اور نہ وقت ملتا ہے جس کے گلے باندھ دی گئی ہوں ۔ اُس کی باتیں میرے اوپر قہر کی کٹاریاں ہیں، میں ہی ہوں کہ سختی و سستی کو جس طرح بنتا ہے برداشت کرتی ہوں ۔ میری طرف سے تم مجنوں کو دلاسا دینا اور کہنا کہ آدمی بن کے گھر میں بیٹھے ۔ ان جنونی باتوں سے کچھ حاصل نہ ہوگا ۔ ہمارے صبر کی خدا داد دینے والا ہے ۔ یہاں نہیں تو اس عالم میں جا کے ملے گی ۔

یہیں تک کہنے پائی تھی کہ دوسری لڑکی کچھ روٹی تھوڑا سا بھنا ہوا گوشت اور ایک تھیلی میں تھوڑے چھوہارے لئے ہوئے آئی ۔ جنھیں قیس کے سامنے رکھ کے بولی "خدا حافظ" اس خدا حافظ کے ساتھ ہی دونوں لڑکیاں چلی گئیں ۔

تھوڑی دیر کے بعد قیس نے ان کھانے کی چیزوں کو باندھ لیا اور اس صحرا کی راہ لی جہاں مجنوں خاک اڑاتا تھا۔ اس سے مل کے اسے لیلیٰ کا پیام پہنچایا اور بغیر اس کے کہ اس کے پاس ذرا بھی ٹھہرے۔ مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہوا۔ کیونکہ اب حج کا زمانہ گذر گیا تھا اور اسے یقین تھا کہ حسنین علیہما السلام سے مدینے ہی میں ملاقات ہو گی۔

بائیسواں باب

مدینہ طیبہ

روانگی کے تیسرے دن قیس آبلہ پائی کے صدمہ سہتا اور ریگ کے دریا میں غوطہ کھاتا ایک قبیلے میں پہنچا۔ جنھوں نے حسب عادت عرب اپنا مہمان بنایا۔ اور جب اس کا نام سُنا تو سب نے بڑی خاطر داشت کی، ذوق شوق سے اس کے اشعار سنے۔ اس کی حرماں نصیبی پر سب نے افسوس کیا۔ اور صبح کو جب وہ چلنے لگا تو اس قبیلے کے شیخ نے کہا "اس پیادہ پائی سے تو تم مدینے تک زندہ نہ پہنچ سکو گے۔

قیس نے کہا مجھے سواری کی ضرورت نہیں ہے بگولے مجھے اپنی پیٹھ پر بٹھا کے اڑائے جائیں گے اور ریگ رواں مجھے اس طرح بہائے جائے گی جس طرح تیز رو دریا کشتی کو بہائے جاتا ہے۔

شیخ:۔ ان باتوں سے تمھاری تکلیف نہیں دور ہو سکتی۔ میں ایک نہایت

شیخ۔ ان باتوں سے تمہاری تکلیف نہیں دور ہو سکتی ہیں ایک نہایت ہی اچھا خوبصورت اور تیزرو اونٹ تمہاری نذر کرتا ہوں جو تمہیں آرام سے بھی لے جائے گا۔ اور جلدی بھی پہنچائے گا یہ کہہ کے وہ لپک کے خاص اپنی سواری کا اونٹ لے آیا جو واقعی ایسا اچھا اونٹ تھا کہ قبائل عرب میں ایسا اونٹ ملنا دشوار تھا۔

قیس۔ برادر عرب اس اونٹ کے دے دینے سے تمہیں تکلیف ہو گی۔

شیخ۔ نہیں میرے پاس الحمد للہ اور اونٹ بھی موجود ہیں بس اب تمہیں اس کے قبول کرنے میں انکار نہ ہونا چاہیے اس لئے کہ جو چیز کے ہم دے چکتے ہیں پھر اُسے واپس نہیں لیتے۔

قیس نہایت ہی شکر گذار ہو کے اونٹ پر سوار ہوا جس پر دس بارہ دن کا زاد راہ بھی باندھ کر رکھ دیا گیا تھا اور سب سے رخصت ہو کے منزل مقصود کی راہ لی قبیلہ والوں سے راستہ بھی دریافت کیا تھا اس لئے چھ ہی سات روز میں ارض طیبہ کے قریب جا پہنچا۔ اب مدینہ ایک منزل تھا اور وہ اپنے دل میں اس آرزو کو پالے چلا جا رہا تھا کہ محترم رضاعی بھائیوں کے سامنے جا کے یوں آستاں بوس ہوں گا۔ یوں اُس کے دست و پا کو بوسہ دوں گا وہ یہ فرمائیں گے اور میں یہ کہوں گا اور آخر انہیں کی مبارک سعی سے کامیاب و بامراد ہوں گا۔

ناگہاں سامنے سے ایک سوار نمودار ہوا جس نے قریب آ کے اُسے سلام کیا اور اُس کے اونٹ کو لالچ کی نظر سے دیکھ کے ٹھہر گیا اور ایک ایک عضو پر نظر ڈالی اور کہا "یا اخا العرب" اِس اونٹ کو فروخت کرو گے؟

قیس۔ اگر یہ اونٹ تمہاری پسند ہے تو تمہاری نذر ہے"۔
سوار۔ اس نذر کو میں نہایت ہی مسرت اور شکر گذاری سے قبول کرتا ہوں مگر ایک درخواست بھی ہے جسے یقین ہے کہ میرا فیاض ہمکلام ضرور قبول کرے گا"
قیس۔ تمہاری وہ درخواست بھی قبول ہے بتاؤ کیا چاہتے ہو؟
سوار۔ وہ یہ کہ کل مدینہ طیبہ میں تم پتہ دریافت کر کے کثیر بن صلب کے مکان پر آنا اور وہاں جو پانچسو درہم تمہاری نذر کئے جائیں گے انہیں قبول کرنا۔ قیس:۔" یہ تو قیمت دینا ہوا"
سوار۔ یہ قیمت نہیں بلکہ نذرانہ ہے جو میری طرف سے تمہاری خدمت میں پیش ہوگا اور تم اسکے منظور کرنے کا وعدہ کر چکے ہو۔ خلاف وعدگی کی سند نہیں"
قیس۔ (نہایت ندامت اور اضمحلال سے) ہاں اب تو میں مجبور ہوں خیر آؤں گا"
یہ کہہ کے اونٹ سے اُتر کے مہار اس سوار کے ہاتھ میں دی اور پاپیادہ مدینہ کی طرف چلا۔
سوار نے کہا:۔ مگر تمہارا جو کچھ اسباب اونٹ پر ہو وہ تو لے لو"
قیس۔ میرا کچھ نہیں جو کچھ ہے اسی اونٹ کیساتھ ہے" یہ کہہ کے بغیر جواب کا انتظار کئے ہوئے چل کھڑا ہوا۔
سوار دم بھر تو قیس کی اس حالت سے متاثر اور اسکی باتوں پر متحیر رہا۔ اور جب دور نکل گیا تو اونٹ کو لے کر آگے کی راہ لی۔
قیس اسی رات کو صبح ہونے سے پہلے مدینہ میں پہنچا۔ اور صبح کو مسجد نبوی میں نماز ادا کر کے اِدھر اُدھر نظر دوڑا رہا تھا کہ حسنین

علیہ السلام کی مقدس و نورانی صورتیں نظر آئیں بے تحاشا دوڑ کے قدموں پر گر پڑا اور رو رو کے کہنا شروع کیا "یا فرزند رسول اللہ یا قرۃ العین اسد اللہ اپنے اِس غلام کی خبر لیجیے۔ اپنے اِس مضطرب الحال بھائی کو مصیبت سے بچا لیجیے"۔

امام حسن:۔ کون قیس بن ذریح! افسوس تم نے لبنیٰ کی محبت کی قدر نہ جانی اور اُسے طلاق دے کے دوسری عورت سے نکاح کر لیا پھر اُس کے ساتھ عشق کا دعویٰ اور شور و غوغا۔ معاویہ نے غلطی نہیں کی۔ اگر تمہارا خون ہی کعب کے لیے حلال کر دیا۔

قیس:۔ (آہ و زاری کے ساتھ) میں بے شک نالائق ہوں۔ بے عقل ہوں اور مجرم ہوں مگر یہ سب باتیں مجھ سے عمداً نہیں ہوئیں"۔

اِس کے بعد اُس نے اپنی ساری سرگذشت اوّل سے آخر تک کہہ سُنائی جسکو سن کر دونوں صاحبزادے متاثر ہوئے اور فرمایا۔ اِس سے بے شک تمہاری سادگی و بےگناہی ثابت ہوتی ہے۔ مگر تمہیں حکومت کے فیصلے سے کون بچا سکتا ہے؟ مروان نام سنتے ہی پکڑ کے قتل کر ڈالے گا یا تمہیں بنی کعب کے سپرد کر دے گا جو اُس سے زیادہ تمہارے خون کے پیاسے ہیں"۔

قیس۔ اور میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ زندگی کے عذاب سے نجات پاؤں یہیں تک گفتگو ہونے پائی تھی کہ مروان بن حکم جو مسجد میں موجود تھا قریب آیا۔ اور یہ معلوم کر کے کہ یہی شخص قیس بن ذریح عذری ہے اپنے

غلاموں کو حکم دیا کہ اسے گرفتار کر لو۔ غلام اُس کی طرف لپکنے کو تھے کہ حضرت امام حسن نے بڑھ کے قیس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ یہ ہماری امان میں ہے۔"

مروان۔ یہ سلطنت اور بنی کعب کا مجرم ہے اور میرا فرض ہے کہ میں اسے پکڑ کے بنی کعب کے پاس بھیج دوں۔

امام حسن۔ ہم اس کے موجود کر دینے کے ذمہ دار ہیں اور بنی کعب کے پاس بھی ہم ہی پہنچا دیں گے۔

اِس جواب پر مروان بن حکم خاموش ہو کے چلا گیا۔ اور قیس نے پھر اپنے محترم محسنوں کے قدم چومے۔ پھر سر اُٹھا کے کہا۔

"حضرت یا تو مجھے قتل ہونے دیجئے اور اگر قتل ہونے سے بچاتے ہیں تو اس عذاب سے نجات دلوائیے جس میں مبتلا ہوں۔

حضرت امام حسن تسلی و تشفی دیکے اپنے گھر لے گئے اور حکم دیا کہ خبردار باہر نہ نکلنا ورنہ اندیشہ ہے کہ پکڑ نہ لئے جاؤ۔"

قیس۔ یہ تو ممکن نہیں میں ایک حالت پر قرار نہیں پکڑ سکتا آؤں گا جاؤں گا ضرور اور اب یقین ہے کہ مجھ سے کوئی نہ بولے گا۔"

امام حسن۔ تمہاری لبنیٰ کا عقد خالد بن غطفانی کے ساتھ ہوا ہے۔

قیس۔ جی ہاں۔ مگر خدا کی قسم لبنیٰ اُس سے راضی نہیں ہے۔

امام حسن۔ اب تم کھانا کھا کے اطمینان سے سو رہو۔"

قیس۔ نیند تو ان آنکھوں کے لئے حرام ہے مگر میں بجا آوری حکم کے لئے لیٹ رہوں گا

اِس گفتگو کے بعد دونوں محترم بھائیوں نے اپنے شکستہ حال رضاعی بھائی کو کھانا کھلایا اور اُسے بستر پر لٹا کے چلے گئے۔ یہاں سے جانے کے تھوڑی دیر بعد دونوں صاحبزادے خالد بن خلدہ کے پاس تشریف لے گئے۔ خالد پیمبر زادوں کی پاک صورت دیکھتے ہی اُٹھ کے قدم بوس ہوا اور بہ ادب عرض کیا۔

حضور نے سرفراز فرمایا۔ اور ان پاک قدموں سے میرے گھر کی عزت ہو گئی۔ اِس سرفرازی کے بدلے میں کونسی خدمت بجا لاؤں کہ میرے دلکو اطمینان ہو۔

امام حسنؓ۔ ہم دونوں اسوقت اپنے ایک بھائی کے کام کے لیے آئے ہیں۔ جو تم سے متعلق ہے۔

خالد۔ مجھ سے متعلق! حضور جو فرمائیں گے اس کی بجا آوری میں ذرا تامل نہ ہو گا۔

امام حسنؓ۔ تو تم نے وعدہ کر لیا کہ اُسکی غرض پوری کر دو گے؟

خالد۔ میں صدق دل سے وعدہ کرتا ہوں لیکن اِس شرط سے کہ میرے امکان میں ہو۔

امام حسن۔ ہاں تمہارے امکان میں ہے۔

خالد۔ تو میں بحلف وعدہ کرتا ہوں کہ میری جانب سے آپ کسی قسم کا تامل نہ پائیں گے۔ اب وہ کام بھی ارشاد فرمائیں۔

امام حسن۔ اب تم نے پوچھنے سے پہلے ہی وعدہ کر لیا تو میں اِس کام کو اِس وقت نہ بیان کروں گا۔ آج ہی عصر کے بعد میں اسے جب

تمہارے پاس لے کے آؤں گا اسوقت اسکی غرض بھی بیان کر دوں گا۔
خالد۔ تو میں حضور کا منتظر رہوں گا ایسا نہ ہو کہ آپ تشریف نہ لائیں اور مجھے اپنی بدقسمتی پر افسوس ہو کہ حضور کی سفارش بجالانے میں مجھے ایک دن دیر ہو گئی۔
امام حسن۔ نہیں میں ضرور آؤنگا۔ اور ہم دونوں ساتھ آئیں گے۔
خالد۔ میری زہے سعادت کہ ابن بنت رسول اللہ ایک دن میں دو مرتبہ میرے مکان پر رونق افروز ہوں۔

اس کے بعد حضرت حسنین واپس تشریف لے گئے اور خالد متفکر تھا کہ یہ دونوں صاحبزادے مجھ سے کیا کام لینا چاہتے ہیں مگر کوئی بات اُس کے سمجھ میں نہیں آئی۔

ادھر قیس ظہر کے وقت تک کروٹیں بدلتا رہا مگر نیند کیونکر آتی؟ نیند اُس کے قسمت ہی میں نہ تھی بیٹھے بیٹھے وہ سوار یاد آیا جس نے اُس کا اونٹ لیا تھا اور جس سے آج ملنے کا وعدہ تھا۔ خیال آتے ہی فوراً اُٹھ کھڑا ہوا۔ وضو کیا۔ ظہر کی نماز ادا کی اور گھر سے نکل کر کثیر بن صلت کے مکان کا پتہ پوچھتا ہوا چلا۔ تھوڑی ہی دیر میں اس کے مکان پر پہنچ کر دستک دی۔ دروازہ کھلا اور وہی سوار جسے اس نے کل اپنا اونٹ دیا تھا گھر سے نکل کے باہر آیا اور گرمجوشی کے ساتھ قیس سے مصافحہ کیا اور گھر کے اندر لے جاکے نہایت ہی تعظیم و تکریم سے بٹھایا خوش ذائقہ کھانے جو پیشتر سے تیار تھے تکلف سے لا کے چنے گئے اور اس نے کہا:

" اے برادر عرب لبسم اللہ "

قیس ۔ میں بھوکا نہیں ہوں مگر چند لقمے کھائے لیتا ہوں تاکہ آپ کی دل شکنی نہ ہو ۔

یہ کہہ کے اُس نے چند لقمے کھا کے ہاتھ دھو ڈالے اب اِس شخص نے پانچسو درہموں کی تھیلی سامنے لاکر رکھ دی اور کہا ۔ لیجیے جس کا آپ سے وعدہ ہو چکا ہے "

قیس ۔ خدا کی قسم مجھے اس روپئے کی ضرورت نہیں ۔

شخص ۔ ہاں میں جانتا ہوں کہ آپ کو ضرورت نہیں مگر اپنے شریف النفس مہمان کے سامنے اِس نذر لانے کے پیش کرنے کی ضرورت ہے اور آپ اِس کے قبول کرنے کا وعدہ کر چکے ہیں "

قیس ۔ ہاں اپنے وعدے سے مجبور ہوں " اتنے میں کسی شخص نے دروازہ پر دستک دی اور وہ شخص اُٹھ کے باہر جانے لگا تو قیس نے کہا اب میں بھی جاتا ہوں "

شخص ۔ آپ ابھی ٹھہرئے مجھے ابھی آپ سے بہت کچھ پوچھنا ہے میں ذرا دروازے تک ہو آؤں " قیس کو ٹھہرا کے وہ باہر گیا اور فوراً واپس آ کے کہا " آپ ایک دو گھڑی یہاں ٹھہرے رہیں میں دم بھر میں آجاؤں گا امیر مدینہ مروان بن حکم نے بلوا بھیجا ہے اگر اُس کے حکم میں دیر ہو گی تو بدظن ہوگا ۔ اے برادر عرب معاف کیجیے گا ۔ اگر امیر کے سوا اور کوئی بلاتا تو میں آپ کو چھوڑ کے ہرگز نہ جاتا ۔ اور نہ یہ گوارا ہے کہ بغیر جی بھر کے باتیں کئے اور آپ کی کیفیت دریافت کئے آپ کو جانے دوں اِس

سنیب سے خدا کے لئے جب تک میں واپس نہ آجاؤں آپ یہیں تشریف رکھئے
قیس۔ "میں بیٹھا رہوں گا"
اس کے بعد اس نے اپنی لونڈی سے پکار کے کہا:۔
"نسیمہ میں ابھی تھوڑی دیر میں آؤں گا میرے بعد میرے مہمان کو کسی بات
کی تکلیف نہ ہو۔
یہ کہہ کے گھر سے نکل کے چلا گیا اس کے جانے کے بعد نسیمہ نے قیس کے
پاس آکے کہا۔" اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو فرمائیے"
قیس۔ کسی چیز کی ضرورت ہو تو فرمائیے"
نسیمہ۔ تو جب تک میرے مالک آئیں میں آپ ہی پاس بیٹھی ہوں۔ اور بیٹھ
کے ادھر اُدھر کی باتیں کرنے لگیں۔ ایسے باتیں کرتے چند ہی لمحے گزرے
ہوں گے کہ گھر کی بی بی منہ پر نقاب ڈالے ہوئے زنانہ مکان سے آئی۔
اور نسیمہ کی طرف مخاطب ہو کے بولی" نسیمہ بیٹھ کیوں رہی؟ تو میاں باتیں
بنا رہی ہے اور وہاں کام کاج کا حرج ہو رہا ہے" یہ کہتے ہوئے اُس
خاتون کی نظر قیس پر پڑی تو ٹھٹک کر کھڑی رہ گئی اور نسیمہ کو قریب بلا
کے کہا "ذرا ان سے پوچھو تو ان کے چہرے کی رنگت کیوں زرد ہے؟ اور
آپ کی حالت ایسی خستہ و خراب کس لئے ہے؟ نسیمہ نے جیسے ہی سوال
کیا قیس نے بڑے زور شور سے ٹھنڈی سانس لی اور بولا:۔
جو اپنے پیاروں سے بچھڑا ہوا ہو اُس کی یہی حالت ہوتی ہے۔
خاتون۔ اچھا نسیمہ ان کی سرگذشت تو پوچھو"
نسیمہ نے سوال کیا تو قیس نے اپنی حالت معشوقہ کی بے پروائی دلے اچھی

اپنی مجبوری و پریشانی سب حال کہہ سُنایا۔
یہ داستان غم بڑی دیر میں ختم ہوئی۔ مگر جیسے ہی ختم ہوئی اس خاتون نے اپنے چہرے سے نقاب الٹ دی۔
نقاب الٹنا تھا کہ معلوم ہوا اس نے قیس پر جادو کردیا۔ نہ آنکھ جھپک سکتی اور نہ لب ہل سکتا تھا۔ نیچے کی سانس نیچے تھی اور اوپر کی سانس اوپر تھی۔ کئی لمحوں کے بعد دم بخود ہو کے بولا۔
"آہ لبنیٰ تو یہاں کہاں؟ میں کہاں ہوں اور کیا خواب دیکھ رہا ہوں اور اس کے بعد کچھ ایسی بدحواسی طاری ہوئی کہ بے اختیار اس مکان سے نکل کے بھاگا۔
مگر دروازہ سے نکل رہا تھا کہ صاحب خانہ آگیا۔ جس نے اسے پریشان دیکھ کے پکڑ لیا۔ اور بولا۔ کیوں آخر کیوں بھاگے جاتے ہو؟
قیس۔ "اب مجھے جانے دو میں اپنے اختیار میں نہیں ہوں"
شخص۔ ہاں مجھے دیر ہوگئی اور آپ کو شاید ضروری کام ہوگا مگر دو باتیں کر کے چلے جانا"
یہ کہہ کے زبردستی پکڑ دھکڑ کے پھر اسے مکان کے اندر لایا۔ مگر جیسے ہی اندر قدم رکھا اس خاتون نے پکار کے کہا:۔ تم نے کیا غضب کیا؟
شخص:۔ "غضب کیا غضب؟
خاتون:۔ جانتے بھی ہو یہ کون ہے؟
شخص۔ نہیں بالکل نہیں جانتا۔ کل راستے میں ملاقات ہوئی تھی اور انہوں نے ایسی فیاضی سے اپنا اونٹ مجھے دے دیا کہ اس کا کچھ نہ کچھ

معاوضہ کرنا ضرور تھا۔ اِس لیئے آج بُلا کے تھوڑا بہت اظہار شکر گذاری کر دیا۔

خاتون۔ آہ تم نہیں جانتے۔ یہ قیس بن ذریح ہے۔

شخص۔ قیس بن ذریح عذری" اور یہ الفاظ زبان سے نکالتے ہی وہ اِس طرح قیس کی صورت دیکھنے لگا کہ جیسے اُس سے ڈرتا ہے۔ دیر تک خوف و دہشت کی نگاہوں سے اُس پر نظر جمائے رہنے کے بعد اُس کی زبان سے یہ الفاظ نکلے "قیس بن ذریح عذری اور تم! ہیں اور تمھارا احسان مند! تم اور میرا گھر! تمہیں اور ہمیں بُلا کے اپنے گھر لاؤں! تمہاری اور میں دعوت کروں"! یہ فقرے کہہ کے خاموش ہو گیا۔ اور قیس سے کہا۔ اچھا تو اب بیٹھو۔ میں خدا کی قسم نہیں جانتا تھا کہ تم کون ہو؟"

قیس۔ تو اب مجھے بھی بتا دیجئے کہ آپ کون ہیں؟۔

شخص۔ ابھی تک نہیں سمجھے؟ میں لبنیٰ کا شوہر خالد بن خلدہ غطفانی ہوں۔ اب تو سمجھ گئے۔

قیس۔ تو پھر سوچتے کیا ہو۔ مجھے پکڑ کے مروان کے حوالے کر دو پھر ہمیشہ کے لیئے اطمینان ہو جائے گا"۔

خالد۔ ہاں ہاں میں یہی کرتا۔ بلکہ اسوقت مروان نے بلا کے مجھ سے یہی کہا کہ قیس مدینے میں آیا ہوا ہے۔ اُسے گرفتار کر کے بنی کعب میں بھیج دو اور میں اُس سے وعدہ کر کے آیا تھا مگر اِس کو کیا کروں کہ تم نے اپنے احسانات کی زنجیر میں میرے ہاتھ پاؤں جکڑ دئے ہیں اس کی خبر نہ تھی کہ جس مجرم اور جس دشمن کی جان کا خواہاں ہوں اُسے خود اپنے گھر

میں لا کے اپنی امان میں لے لیا۔ یہ کہتے ہی جوش و خروش کے ساتھ لپک کے لبنیٰ کے پاس گیا۔ اور اُس سے پوچھنے لگا۔ "لبنیٰ سچ سچ بتا تو میرے پاس رہنا چاہتی ہے یا قیس کے پاس؟ لبنیٰ نے اُس کا کچھ جواب نہیں دیا بلکہ منہ چھپا کے زنانہ مکان میں چلی گئی۔ لیکن خالد کو اطمینان نہیں ہوا۔ اُس کے پیچھے وہ بھی اُس دوسرے مکان میں دوڑ اگیا اور بولا۔ "لبنیٰ تو مجھ سے الگ رہتی ہے کبھی اپنے پاس بیٹھنے نہیں دیتی گو ہم میاں بی بی ہیں مگر دنیا میں ایسے میاں بی بی کم ہوں گے جن میں ہماری سی مغائرت اور بے تعلقی ہو۔ اِس برتاؤ کے لئے تو ہمیشہ طرح طرح کے عذرات پیش کرتی رہی۔ تو نے اپنا یہ خیال ظاہر کیا کے قیس کی بدسلوکی کے بعد سے تجھے مردوں سے نفرت ہو گئی ہے۔ اور اِسلئے کسی مرد کی ہو کے رہنا نہیں چاہتی میں نے تیرے اِن عذرات کو سچ جانا مگر اب دل میں ایک خلجان پیدا ہو گیا ہے۔ اور میں تجھے خدا کا واسطہ دلا کے پوچھتا ہوں لبنیٰ اپنے دین و ایمان کا خیال کر کے اور خدا کو حاضر و ناظر جان کر بتا کے تیرا دل کسے زیادہ پسند کرتا ہے۔ مجھے یا قیس کو؟

لبنیٰ۔ خالد مجھے قسمیں نہ دلاؤ۔ اور سوالات کا جواب دینے پر مجبور نہ کرو خُدا کا حکم ہے:۔ اور وہ لوگو جو ایمان لائے ہو، وہ چیزیں نہ پوچھو، جو اگر ظاہر ہو جائیں تو تمہیں بری لگیں اِس لئے خالد خدا کے واسطے باتیں نہ پوچھو

خالد۔ نہیں مجھے اب بغیر پوچھے چین نہ آئے گا۔ اور میں وعدہ کرتا ہوں کہ اگر تو آزادی سے صاف صاف کہہ دے گی تو مجھے ملال نہ ہو گا۔

لبنیٰ۔ اب تم مجبور ہی کرتے ہو تو سنو۔ میرا یہ جسم تمہارا ہے اور میں

تمہاری ہوں اس لیے کہ خدا نے ہی مجھے تمہارا بنا دیا۔ میں عہد کرتی ہوں کہ کبھی میرے قدم کو لغزش نہ ہوگی اور کبھی تمہارے حکم اور اطاعت سے انحراف نہ کروں گی اس لیے کہ تم میرے مالک ہو میری جان کے مالک ہو اور شریعت کے قاعدے سے مجھے اپنا بنا چکے ہو۔ مگر دل آہ دل! اس پر قابو نہیں یہ اپنے بس میں نہیں۔ یہ اپنے بس میں نہیں۔ اور اس کا رجحان قیس ہی کی طرف ہے جانتی ہوں کہ قیس نے مجھے دغا دی۔ مجھے ذلیل کر کے چھوڑ دیا۔ اور پھر دوسری شادی بھی کر لی۔ مگر باوجود ان سب باتوں کے دل اس کی طرف کھنچا جاتا ہے۔ خالد تم مجھے معاف کر دو کہ میں دل میں تمہاری گناہ گار ہوں اور خائن ہوں لیکن افسوس اس کمبخت پر کوئی زور نہیں چلتا۔

خالد۔ مجھے اسکا پہلے ہی سے گمان تھا خیر آج معلوم ہوگیا۔

لبنیٰ۔ مگر خالد یہ میرا راز ہے جسے میں نے آج تک کسی کے سامنے سینے سے باہر نہیں نکالا۔ تم نے مجبور کر کے اور ایمان کا واسطہ دلا کے پوچھا ہے تو اس کے تم راز دار ہو اور تمہارا فرض ہے کہ کسی اور کو معلوم نہ ہو۔

خالد۔ نہیں میں کسی کے سامنے زبان سے نہ نکالوں گا۔ اور جیسی اس کی احتیاط تم نے کی ہے میں بھی کروں گا۔

اس کے بعد خالد آ کے قیس کے پاس بیٹھا مگر اب دونوں کی یہ حالت تھی کہ کسی کو سوجھتا ہی نہ تھا کہ کیا باتیں کرے۔ اب خالد قیس کی صورت دیکھ کے رہ جاتا اور قیس خالد کی۔

اتنے میں پھر دروازے سے کسی کے دستک دینے کی آواز آئی خالد اٹھ

کے باہر گیا تو دیکھا حسنین علیہما السلام حسب وعدہ تشریف لائے ہیں
امام حسینؑ نے اس کی صورت دیکھ کے فرمایا۔ خالد معاف کرنا مجھے دیر
ہو گئی۔ ہمارا وہ بھائی کہیں گیا ہوا ہے دیر تک اس کے آنے کا انتظار کیا
اور جب دیکھا کہ اسکا کہیں پتہ نہیں اور تم سے خلاف وعدگی ہوتی ہے
تو ہم ہی دونوں چلے آئے۔
خالد۔ (قدمبوس ہو کے) تشریف لائیے تو سرفراز فرمایا۔ اور میری
عزت بڑھادی۔ اب گھر میں اندر قدم رکھنے سے پہلے ہی فرمادیجئے تاکہ
فوراً اُسے بجالاؤں"
امام حسن۔ اگرچہ تم نے وعدہ کرلیا ہے مگر ہم تمہیں اختیار دیتے ہیں
مجبور نہیں کرنا چاہتے اگر تمہیں گوارا نہ ہو تو بے تکلف انکار کردینا۔
خالد۔ حضور ارشاد تو فرمائیں"
امام حسنؑ۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ تم سے اگر ہو سکے تو اپنی بی بی لبنیٰ کو
طلاق دے دو۔ خالد۔ بس اسی قدر"
امام حسنؑ۔ ہاں بس یہی"
خالد۔ ایک بی بی کیا ہے اگر سو بیبیاں ہوں تو وہ بھی حضور پر
قربان ہیں اور میں حضور کے سامنے بہ صحت نفس و ثبات عقل عرض
کرتا ہوں کہ میں نے لبنیٰ کو تین طلاقیں دیں" اور یہی آخری جملہ تین
بار دہرایا تاکہ طلاق بائن ہو جائے۔
حضرت امام حسنؑ اس طلاق کے دینے پر بے انتہا محظوظ ہو کے اور فرمایا:۔
"تو میری ایک اور درخواست بھی قبول کرو"

خالد۔ میں نے تو عرض کر دیا کہ حضور کا حکم بلا تامّل بسر و چشم بجا لاؤں گا۔
امام حسنؑ۔ تو اس کا بھی وعدہ کرتے ہو؟
خالد۔ جی ہاں وعدہ کرتا ہوں۔
امام حسنؑ۔ تو اپنے اس احساس کے عوض میں مجھ سے ایک لاکھ درہم قبول کر لو جن کو میں اپنے راس المال سے ادا کر دوں گا۔
خالد۔ اس حکم کے ماننے کو جی نہیں چاہتا۔ مگر کیا کروں انکار کرنے کی مجال نہیں۔
امام حسنؑ۔ خالد تمہاری اس اطاعت و فرماں برداری اور خلوص عقیدت سے بے انتہا جی خوش ہوا۔
خالد۔ یہ میری خوش نصیبی ہے مگر حضرت مجھے ایک بات عرض کر دینی ضرور ہے۔ لیلیٰ کو میں نے طلاق تو دے دی مگر وہ حضور کے کام کی نہیں اُس کا دل کسی اور کی محبت میں اٹکا ہوا ہے۔
امام حسنؑ۔ (مسکرا کے) تم یہ سمجھتے ہو کہ میں نے تم سے اس لئے طلاق دلوائی ہے کہ اس سے خود عقد کر لوں گا۔ استغفر اللہ یہ غیر ممکن ہے میرا ایک رضاعی بھائی ہے وہ اُس کے حسن و جمال پر فریفتہ ہے۔
خالد۔ تو وہ اُن صاحب کے کام کی بھی نہیں۔ خیر اب آپ اندر تشریف لے چل کر میرے کاشانہ کو سرفراز فرمائیے۔ دونوں حضرات نے اس کے ساتھ اندر قدم رکھا اور وہاں اپنے وہم و گمان کے خلاف قیس بن ذریح کو بیٹھے دیکھا تو متحیر ہو کے چونک پڑے اور دونوں حضرات نے فرمایا۔
"ایں! تم یہاں بیٹھے ہو؟"
قیس۔ "جی ہاں یہ بھی اپنی قسمت کا چکر ہے۔"

امام حسنؑ ۔(خالد سے) یہی ہمارے رضاعی بھائی ہیں۔ اور ان ہی کے لئے ہم نے تمہارا احسان لیا ہے۔

خالد ۔ وہ بزرگ یہی ہیں تو پھر میں نے جو عرض کیا تھا وہ غلط ہے۔ لبنیٰ دنیا میں کسی کی نہیں اور ہے تو بس ان کی وہ ان کے لئے ہے اور یہ اس کے لئے ہیں۔

امام حسینؑ ۔(قیس سے) خالد کے شکر گزار ہو کہ انہوں نے لبنیٰ کو طلاق دے دی اور اب تمہیں اور اُسے باہم عقد کر لینے کا اختیار ہے۔

یہ سنتے ہی قیس دوڑ کے امام حسنؑ کے قدموں پر گر گیا۔ پھر اُٹھ کے اظہار شکر گزاری میں خالد کے ہاتھ چوم لئے اور اس کے بعد اپنی اور خالد کی عجیب و غریب ملاقات اور ناداشتگی کے لطف و مدارات کا حال اوّل سے آخر تک بیان کر دیا۔ جس کو سن کر دونوں صاحبزادے بہت محظوظ ہوئے۔

خالد ۔ یا امام اب میری خوشی یہ تھی کہ اسی صحبت میں قیس و لبنیٰ کا عقد بھی ہو جاتا۔

امام حسنؑ ۔ یہ کیونکر ممکن ہے؟ ابھی لبنیٰ کو عدت کا زمانہ کاٹنا ہے اور نیز اس کے عقد کے لئے مجھے بنی کعب اور لبنیٰ کے باپ کی رضامندی حاصل کرنی ہے

خالد ۔ تو اب لبنیٰ کو آپ اپنے گھر میں لے جا کے رکھیے۔ اُس کا یہاں رکھنا مناسب نہیں ہے اور نہ اب میں اُسے ایک گھڑی کے لئے اپنے پاس رکھنا پسند کرتا ہوں۔

اس تجویز کو امام حسنؑ نے پسند فرمایا۔ حکم دیا کہ نسیمہ اُسے ساتھ لے جا کے آپ کے مکان میں پہنچا دے اور خود قیس کو لے کے اپنے

گھر واپس تشریف لے آئے۔

امام حسنؑ نے اس واقعے کے دوسرے ہی روز ایک لاکھ درہم کی رقم خالد بن خالدہ کے پاس بھیج دی اور اسی دن سردار بنی کعب خباب کو خط بھیج کے اپنے پاس بلوایا۔ یقین تھا کہ مہینہ ڈیڑھ مہینے میں بنی کعب کے لوگ آجائیں گے اور قیس و لبنیٰ کے عقد کا تصفیہ ہو جائے گا لیکن قیس کو آئے کوئی ڈیڑھ مہینہ گزرا ہوگا کہ ایک دن قیس صبح گھر سے نکل کے سیر کو گیا تو شام ہو گئی اور واپس نہ آیا حضرت امام حسنؑ نے بہت تلاش کرایا مگر کہیں پتہ نہ لگا کہ کیا ہوا اور کدھر غائب ہو گیا۔ جناب امام اس واقعہ سے بہت متردد ہوئے۔ اور لبنیٰ جو آپ ہی کے مکان میں تھی حد سے زیادہ حیران و پریشان تھی۔ آخر جب کسی طرح قیس کا سراغ نہ لگا تو رو رو کے بارگاہ امامت میں عرض کیا:-

وہ جوش جنون میں خدا جانے کدھر نکل گیا اور آہ میری مٹی خراب ہوئی۔

جناب سبط اکبر نے اسے تسلی دی اور فرمایا:-

گھبراؤ نہیں وہ جہاں ہوگا ہم پتہ لگائیں گے پہلے تم اپنے والد سے تو تصفیہ ہو لینے دو۔

○

تیئسواں باب

دربار شام

قیس بن ذریح پر یہ واقعہ گزرا کہ وہ امام علیہ السلام کے گھر سے نکل کے مدینہ کی ایک سنسان گلی میں چلا جاتا تھا کہ ناگہاں چند حبشی غلاموں نے اُسے گھیر کے پکڑ لیا اور اس طرح اُس کا منہ بند کردیا کہ وہ شور و غل کر کے اپنی مدد پہ بھی نہ بلا سکا۔ آخر اُن غلاموں نے اُسے لے جا کے مروان بن حکم کے سامنے کھڑا کر دیا۔ جس نے اُس کی صورت دیکھتے ہی برہمی کے ساتھ کہا:۔

اس دن میرے ہاتھ سے نکل گئے۔ مگر بھلا مجھ سے بچ کے تم کہاں جا سکتے تھے؟

قیس:۔ یا امیر مجھے آپ کے حکم سے انکار نہ تھا بلکہ میں تو یہاں اسی خیال سے آیا تھا کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کے عرض کروں گا کہ یہ سلطنت کا مجرم کھڑا ہے اور اس سے جو چاہے سلوک کیجئے۔

مروان۔ خیر اب میں تم کو امیرالمومنین معاویہ بن ابی سفیان کے دربار میں بھیجتا ہوں وہ جو چاہیں گے کریں گے بغیر اُن کے حکم کے تم کو آزادی نہیں مل سکتی۔

قیس۔ جو حکم ہو۔ اس کے بعد مروان نے بنی امیہ میں سے ایک شخص کو بلا کے حکم دیا کہ میرے غلاموں میں سے دس جوانوں کو

تم ساتھ لو اور اُس شخص کو لیجا کے امیرالمومنین کی خدمت میں حاضر کرو۔ امیرالمومنین سے کہنا کہ یہی قیس بن ذریح ہے جس نے سرزمین عرب میں عشق کا ہنگامہ مچا رکھا ہے اور جس کی نسبت قتل کا حکم ہو چکا ہے۔ ہاں راستہ میں اِس کا خیال رکھنا کہ یہ شخص کسی سے ملنے نہ پائے علی الخصوص مدینے میں ایسی خاموشی کے ساتھ نکل جانا کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو کیونکہ اگر بنی ہاشم کو خبر ہو گئی تو وہ اُس کے چھڑانے کی کوشش کریں گے اور ہنگامہ ہوگا۔

شخص:- بہت خوب "اِس کے بعد اس شخص نے قیس کو لے جا کے رات بھر اپنی حراست میں رکھا اور آخر شب کو کچھ رات رہے دمشق کی طرف روانہ ہو گیا۔

چند ہی روز کے سفر میں یہ لوگ دارالخلافت عرب میں داخل ہو گئے۔ اور قیس پابہ زنجیر اِس زبردست با شان و شوکت دربار میں پیش کیا گیا۔ قیس کو یہاں کی دھوم اور شان و شوکت دیکھ کر حیرت ہو گئی۔ عربی دربار میں اتنے دنوں میں وہ تزک و احتشام اور ایسے ٹھاٹھ پیدا کر دئے تھے کہ ان کی آب و تاب کسی عربی نژاد کی آنکھیں چکا چوند کر دینے کے لئے کافی تھی۔ قیس صحرائے عرب سے باہر نہیں نکلا تھا۔ یہاں یہ عالم تھا کہ ایک ایک چیز کو حیرت سے دیکھ کے عش عش کرجاتا نظر جہاں پڑ جاتی وہیں پڑے رہ جاتی۔ آخر حاجب دربان نے معاویہؓ کو خبر کی اور وہ فوراً سامنے بلایا گیا اور پر تکلف قصر و ایوان کی شان و شوکت دیکھتے دیکھتے قیس کی آنکھیں ایک ایسے صاحب وقار شخص سے دوچار ہو کے ادب سے نیچے جھک گئیں جو شاہانہ ساز

و ساماں میں گھرے ہونے کے ساتھ حلم و بردباری اور فروتنی وانکساری
کی مجسم تصویر تھا۔ امیر المومنین معاویہ رضی اللہ عنہ نے پہلے اس
اموی شخص سے گفتگو کی اور کہا "قیس کو گرفتار کر کے میرے والی مدینہ
مروان بن حکم نے بھیجا ہے۔

اموی۔ "جی حضور"

معاویہ۔ مگر میرے پاس بھیجنے کی کیا ضرورت تھی؟ اسے تو بنی کعب میں
پہنچا دینا چاہیے تھا وہ جو چاہتے کرتے۔ کیونکہ یہ خلافت کا نہیں بلکہ ان
کا مجرم ہے پھر خود قیس ہی کی طرف دیکھ کے کہا "قیس" بنی عذرہ کا نام
تو پہلے ہی سے مشہور تھا۔ مگر تم نے اُسے خوب چمکا دیا کیا لبنیٰ بڑی
خوبصورت ہے؟ میں سمجھتا ہوں کہ یہاں ایسی پری جمال عجمیہ اور
رومیہ لونڈیاں موجود ہیں کہ لبنیٰ کیا معنی عرب کی کوئی عورت ان کے
حسن و جمال کا مقابلہ نہیں کر سکتی اگر کہو تو میں تمہیں یہاں کا حسن
دکھاؤں اور اگر لبنیٰ سے دست بردار ہو جانے کا وعدہ کرو تو میں ان
میں سے جو حسین و نازنین لڑکی کہو گے تمہیں دے دی جائے گی"

قیس۔ (برہمی سے) میں اور لبنیٰ کو چھوڑ دوں آہ دنیا میں کوئی بھی
چہرہ ہے جو لبنیٰ کے رخ زیبا کے سامنے ٹھہر سکے۔ امیر المومنین
آپ کی یہ دولت وحشمت آپ کا یہ کرو فر سب اُس کی ایک ادنیٰ ادائے
دزدیدہ نگاہی کے سامنے جو برابر وقعت نہیں رکھتا"

معاویہ۔ اچھا ایسا ہے تو تم نے دوسری فرازیہ لبنیٰ سے کیوں
عقد کیا ہے؟"

قیس۔ امیر المومنین یہ عقد نہ تھا بلکہ ایک عذاب الہی تھا جو مجھ پر

نازل ہوا تھا۔" یہ کہہ کے اپنی ساری سرگذشت اول سے آخر تک کہہ سنائی
اس کے بعد بولا سارا زمانہ مجھے بے وفا کہتا ہے مگر یا امیرالمومنین آپ
کے ہاتھ انصاف ہے کہ میں بے وفا ہوں یا مظلوم"
معاویہؓ۔ میں نے تمہاری شاعری کی بہت تعریف سنی ہے اپنے کچھ
اشعار تو سناؤ"
قیس۔ بہت خوب" یہ کہہ کے اس نے اپنا قصیدہ عینیہ جو شعرائے عرب
کے مشہور ترین قصائد عشقیہ میں ہے درد و حسرت کی آواز اور بیکمال
بے تابی و اضطراب کے لہجہ میں گا گا کے سنانا شروع کیا اور معاویہؓ کی
حالت تھی کہ آنکھوں سے آنسو جاری تھے بار بار زبان سے آہ نکل جاتی
کبھی بے اختیار کلیجہ پکڑ لیتے اور کبھی سر تھام لیتے۔ جب قصیدہ ختم ہوا تو
قیس کی بے انتہا تعریف و توصیف کی اور فرمایا قیس تم عرب کے بہترین
شعراء میں سے ہو"
قیس نے موقع پا کے ایک قصیدہ معاویہ کی مدح میں فی البدیہہ تصنیف
کرکے سنایا جس کی معاویہؓ کے ساتھ اہل دربار نے بھی داد دی۔
ان باتوں سے معاویہ بہت خوش ہوا اور اس سے کہا۔
اب تم کیا چاہتے ہو؟ تمہاری یہ مرضی ہے کہ لبنیٰ کے ساتھ تمہارا عقد ہو
قیس۔ امیرالمومنین یہ امر لبنیٰ ہی کی مرضی کی پر موقوف ہے مگر حضور
سے میں اتنا چاہتا ہوں کہ مجھے جان کی امان اور آزادی ملے تو جہاں چاہوں
جاؤں اور جہاں جی میں آئے رہوں"
معاویہؓ۔ یہ تو کوئی بڑی بات نہیں۔ میں قتل کا حکم منسوخ کرکے تمہیں
آزادی دیتا ہوں۔ اور یہاں تک آزادی دیتا ہوں کہ اگر خاص بنی کعب

میں بھی جا کے اظہار عشق کروں تو کوئی مزاحم نہ ہو سکے۔"

قیس۔ بس یہی میری آرزو ہے اور یہی میری تمنا ہے" اب معاویہ کے حکم سے قیس کی بیڑیاں کٹوا دی گئیں۔ اور معاویہ نے اُسے بہت کچھ انعام واکرام دینا چاہا۔ مگر اُس نے انکار کیا اور کہا "مجھے روپیہ کی ضرورت نہیں ہے۔ فقط اتنا انتظام فرمایا جائے کہ مدینہ طیبہ پہنچ جاؤں اسی وقت اُس کی روانگی کا سامان نہایت اعلیٰ پیمانوں پر کر دیا گیا۔ تھوڑا تھوڑا سا لشکر حفاظت کے لئے اس کے ساتھ کیا گیا۔ اور مروان کے نام اس مضمون کا فرمان جاری ہوا کہ خبردار اب کوئی قیس سے مزاحمت نہ کرے وہ آزاد ہے اور اُسے اختیار ہے کہ چاہے تو خاص بنی کعب کے خیموں میں کھڑے ہو کے جوش و خروش سے عشق لبنیٰ کا اظہار کرے۔ بلکہ اگر اُس کے خلاف کوئی شخص برسر پرخاش نظر آئے تو سلطنت کی طرف سے اُس کی حفاظت کی جائے۔

ان تمام کارروائیوں کے بعد قیس سلام کر کے دربار سے باہر نکلا اور دو چار دن تک دمشق میں رہا۔ عزت و حرمت سے خاص خلافت کا مہمان رہا۔

امیر المومنین معاویہ نے اور بھی کئی مرتبہ اپنے سامنے بلوایا اور اُس کے پرسوز و گداز شعر سنے اور آخر اُسے بہت ہی لطف و مرحمت کے ساتھ رخصت کیا۔

چوبیسواں باب

انجام

یہاں مدینے میں کسی کو خبر نہ تھی کہ قیس کہاں ہے۔ اور کس آفت میں پھنس گیا ہے حضرت امام حسن و حسین علیہما السلام دونوں نہایت متفکر ہوئے کہ وہ یکایک کہاں غائب ہو گیا اور اُن سے زیادہ پریشان لبنیٰ تھی جسے نہ کسی طرح چین پڑتا تھا اور نہ کسی حال پر قرار آتا تھا۔

اب اُسے غائب ہوئے دو مہینے ہو گئے اور لبنیٰ کا باپ حباب اپنے قبیلے کے چند معززین کے ساتھ حسب الطلب حضرت امام حسین کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا کہ یا امام بنی کعب میں آجکل ایسے جھگڑے چھڑے ہوئے تھے کہ مجھے حاضر ہونے میں دیر ہو گئی۔ اب آستاں بوسی کو حاضر ہوں اور ارشاد ہو کہ حضور نے مجھے کس ضرورت سے یاد فرمایا ہے"

امام حسنؑ۔ کیا کہیں اب تو کچھ کہتے بھی بن نہیں پڑتا۔ ہم نے چاہا تھا کہ قیس اور لبنیٰ کے معاملے کا تصفیہ ہو جائے۔ اسی غرض سے خالد بن خلدہ سے ملے اور اُس نے اپنی مہربانی سے ہمارے کہنے کا ایسا خیال کیا کہ فوراً لبنیٰ کو طلاق دے دی"

حباب۔ دیدی! تو اب لبنیٰ زندگی بھر کے لئے گئی گذری ہوئی۔ یہ بھی زبردستیوں اور حکومت سے دباؤ ہو گیا ہے۔ ورنہ لبنیٰ تو راضی ہی نہیں

ہوتی تھی۔اب خالد کے طلاق دینے کے بعد اُس کا کیا حشر ہو گا؟

امام حسن:۔ ہم پھر اُس کا عقد قیس کے ساتھ کر دیتے۔"

حباب:۔ مگر یا حضرت وہ قیس کے پہلے ہی سلوک سے اِس قدر افسردہ خاطر اور ملول ہے کہ اب تو میرا خیال ہے کہ اُس کا جینا بھی دشوار ہو جائے گا۔

امام حسن:۔ بے شک قیس نے بدسلوکی کی مگر اُس کی حالت اور مجبوریوں کو بھی تو دیکھو۔ورنہ تم خود ہی دیکھ رہے ہو کہ لبنیٰ کے فراق میں اُس کی کیا حالت ہو گئی اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ خود لبنیٰ قیس کے سوا کسی سے راضی نہیں۔

حباب:۔ میں تو جانتا ہوں کہ اُسے قیس کے نام سے نفرت ہے اور اگر وہ خود قیس سے راضی ہے تو مجھے کوئی عذر نہیں۔اور آپ کے فرمانے پر تو میں ہر طرح حاضر ہوں جو حکم ہو گا بسر و چشم اور اپنی سعادت سمجھ کے اس کی تعمیل کروں گا۔"

امام حسن۔ لیکن یہ سب باتیں فضول ہیں خود اسی کا پتہ نہیں سمجھ میں آتا کہ کہاں چلا گیا۔

اتنے میں ایک نو وارد شخص نے آ کے پوچھا "حضرت حسینؑ کا کا شانہ یہی ہے؟"

امام حسن۔ ہاں میں ہی حسن بن علی ہوں۔اور یہ میرا ہی مکان ہے۔

یہ سنتے ہی وہ شخص جو ایک خوشرو نوجوان تھا آگے بڑھا اور السلام علیک یا ابن رسول اللہ کہہ کے دست بوسی کے لیے سر جھکا دیا۔ امام عالی مقام نے دریافت فرمایا اور تمہارا نام؟

نوجوان۔ یہ خادم عامر بن حارث انفزاری ہے اور حضور ہی کے پاس حاضر ہوا ہے۔

امام حسن۔ مرحبا مجھ سے تمہارا کوئی کام ہو سکتا ہو تو بہ خوشی سے پورا کردوں۔

عامر۔ یا امام قیس بن ذریح عذری چند روز ہمارے قبیلہ میں رہا تھا۔ ہم نے اس کی قابلیت اور اس کی لیاقت اور صلاحیت دیکھ کے اپنی بہن لبنیٰ بنت حارث فزاریہ کا عقد اس کے ساتھ کر دیا۔ اگرچہ عقد کے بعد وہ لبنیٰ سے الگ ہی رہا اور کبھی اُن دونوں میں زن و شوہر کے سے تعلقات نہیں رہے مگر بدنصیب لبنیٰ کا دل اس کی طرف اس قدر مائل ہو گیا ہے کہ اُسے کسی حال میں قرار نہیں آتا۔ قیس ہم لوگوں سے اپنے ماں باپ کے لانے اور لڑکی کے رخصت کرائے جانے کا وعدہ کر کے گیا تو ایسا غائب ہوا کہ آج تک اس کا کہیں پتہ نہیں کوئی پندرہ روز ہوئے ہوں گے ہم نے ایک شخص سے سنا کہ قیس فی الحال مدینہ طیبہ میں ہے اور حضور کا مہمان ہے یہ سنتے ہی میری بہن بے قراری سے یہاں آنے پر تیار ہو گئی میں نے سمجھایا کہ میں پہلے آکے میں پہلے آکے پتہ لگا لوں تب تم چلنا مگر

اس نے کسی طرح نہ مانا اور مجبوراً اُسے اپنے ساتھ لے کے حاضر ہوا ہوں
امام حسن۔ مگر وہ لبنیٰ فزاریہ بھی تمہارے ساتھ آئی ہے؟
عامر۔ جی ہاں آئی ہے اور وہ بھی قدمبوسی کی آرزومند ہے۔"
امام حسن۔ تم ٹھہرے کہاں ہو؟
عامر۔ ابھی ابھی تو سفر سے چلا آتا ہوں سیدھا اسی آستانِ رحمت پر حاضر ہوا ہوں۔"
امام حسن۔ اور لبنیٰ کو کہاں چھوڑ آئے؟
عامر۔ حضور وہ اپنے محمل میں ہے اور اس کا ناقہ ذرا اِدھر آڑ میں کھڑا ہے۔
امام حسن۔ تو اُسے فوراً لا کے میرے گھر میں اُتروا دو۔ اور تم دونوں میرے مہمان ہو۔"
عامر۔ لیکن ابھی مجھے پتہ نہیں معلوم ہوا کہ قیس یہاں ہیں بھی یا نہیں؟
امام حسن۔ قیس دو مہینے سے یہاں سے یک بیک غائب ہو گیا اور اس وقت تک پتہ نہیں کہ کہاں ہے؟ لیکن میرا بھائی ہے اور تم اس گھر کو اسی کا گھر تصور کرو۔
عامر۔ ان کی کسی بات کا اعتبار نہیں۔ ہمارے یہاں سے بھی یونہی غائب ہو لیے تھے اس کے بعد لبنیٰ فزاریہ اسی مکان میں اُتاری گئی جس میں لبنیٰ بنت حباب ربعہ ٹھہری ہوئی تھی۔ لبنیٰ بنت حباب نے ایک حسین نوعمر اجنبی نوجوان کو اپنے پاس آکے بیٹھتے دیکھ کر پوچھا اے خاتون عرب تم کون ہو اور کس قبیلے سے تعلق رکھتی ہو۔

لبنیٰ فزاریہ۔ بنی فزاریہ کی ایک بدنصیب عورت ہوں اور میرا نام لبنیٰ بنت حارث فزاریہ ہے"

لبنیٰ۔ (حیرت زدہ ہو کے) لبنیٰ بنت حارث فزاریہ! قیس بن ذریح کی بی بی؟

لبنیٰ فزاریہ۔ "ہاں وہی"

لبنیٰ۔ "تو بدنصیب کیوں؟ خوش نصیب کہو"

لبنیٰ فزاریہ۔ (ایک ٹھنڈی سانس بھر کے) یہ خوش نصیبی ہے کہ میرا جس کا ساتھ ہے وہ ایک دوسری لبنیٰ پر فریفتہ ہے اور اس قدر فریفتہ ہے کہ اس کے پیچھے مجنوں بنا ہوا ہے مجھ سے دکھانے کے لئے شادی تو ہو گئی مگر آج تک اس نے میرے جسم کو ہاتھ تک نہیں لگایا۔ میرے پاس بیٹھنے سے وحشت کھاتا ہے پہلی ہی رات کو اس نے مجھ سے اپنی مجبوری و معذوری ظاہر کی تو میں نے راز داری کرنے اور اس حال میں بھی نباہ لینے کا وعدہ کیا۔ مگر اس پر بھی مجھے بھول گیا مجھ سے یہ کہہ گیا کہ میں اپنے اعزہ کو لینے جاتا ہوں تاکہ وہ آ کے تمہیں رخصت کرا لے جائیں۔ میں نے خوشی سے اجازت دے دی مگر وہ گھڑی ہے اور آج کی گھڑی ہمارے قبیلے سے نکلا تو نہ اپنے ہی گھر گیا اور نہ ہمارے ہی قبیلے میں واپس آیا۔ آخر ایک زمانے کے بعد معلوم ہوا کہ یہاں مدینے میں ہے اور میں یہ خبر سنتے ہی اس سے ملنے کے لئے دوڑی آئی"

لبنیٰ۔ کیا شادی سے پہلے تمہیں نہیں معلوم تھا کہ وہ ایک دوسری عورت کے عشق میں دیوانہ بنا پھرتا ہے؟"

لبنیٰ فزاریہ۔ معلوم کیوں نہ تھا مجھ سے اس سے تو ملاقات ہی اس طرح ہوئی کہ ایک تالاب کے کنارے مجھے دیکھ کے اُس نے میرا نام پوچھا میں نے کہا لبنیٰ، اور وہ یہ نام سنتے ہی غش کھا کے گر پڑا بڑی مشکلوں سے اُسے ہوش میں لائی اور اسی وقت سمجھ گئی کہ قیس بن ذریح ہے کیونکہ اس کے عشق کا حال پہلے ہی سن چکی تھی۔

لبنیٰ۔ (حیرت سے) پھر ایسے سے تم نے شادی کیوں کی؟

لبنیٰ فزاریہ۔ اپنی بے وقوفی کے سوا اور کیا کہوں یہ سوال خود میں اپنے دل سے کرتی ہوں اور اُس سے کوئی جواب نہیں بن پڑتا۔ حقیقت یہ ہے کہ لبنیٰ کا نام سنتے ہی غش کھا جانے کی ادا مجھے کچھ ایسی بھا گئی کہ اِس کے سوا سب کی طرف سے دل ہٹ گیا اور دل میں عہد کر لیا کہ چاہے عمر بھر کنواری بیٹھی رہوں مگر میں شادی اُسی سے کروں گی۔

لبنیٰ۔ ایسی عورت تو دنیا میں تمہارے سوا اور کوئی نہ ہوگی۔

لبنیٰ فزاریہ۔ اب آپ فرمائیے کہ آپ کون ہیں اور اگر جانتی ہوں تو یہ بھی بتائیے کہ قیس یہاں ہیں یا نہیں؟

لبنیٰ۔ قیس تو دو مہینے ہوئے یہاں سے ایسے غائب ہوئے کہ کہیں پتہ نہیں اتنے میں معلوم ہوا کہ جناب امام حسن تشریف لاتے ہیں دونوں لبناؤں نے اپنے چہروں پر نقاب ڈال لی اور تعظیم کے لئے سروقد کھڑی ہو گئیں حضرت امام حسن نے آتے ہی پوچھا، تم میں کون لبنیٰ فزاریہ ہے؟ اور تو وارد نازنین نے بڑے ادب سے سر جھکایا۔

امام حسن۔ مجھے تمہارے آجانے سے بڑی خوشی ہوئی قیس کا ابھی پتہ

نہیں ہم تلاش کرا رہے ہیں جب تک وہ آئیں تم میری مہمان ہو اور یہ بھی جانتی ہو کہ یہ جو تمہارے پاس کھڑی ہیں کون ہیں؟

لبنیٰ فزاریہ۔ حضور! ابھی تک مجھے معلوم نہیں میں نے پوچھا تھا اور یہ جواب نہیں دینے پائیں تھیں کہ حضرت تشریف لے آئے۔"

امام حسن۔ یہ تمہارے شوہر کی مشہور معشوقہ لبنیٰ بنت حباب کعبیہ ہیں۔"

لبنیٰ فزاریہ۔ (بڑی زور سے چونک کے) یہی ہیں؟ اے ہے مجھے کیا خبر تھی انہوں نے مجھ سے سب باتیں پوچھ لیں اور اپنا حال کچھ نہ بتایا اور میں کمبخت یہ بھی نہ سمجھ سکی کہ کس سے باتیں کر رہی ہوں۔"

امام حسن۔ تو اب بتاؤ کے تم ان کے ساتھ رہنا پسند کرتی ہو یا تمہارے ٹھہرنے کا الگ انتظام کیا جائے؟"

لبنیٰ فزاریہ۔ حضرت یہ تو ان کی خوشی پر منحصر ہے مجھے کوئی عذر نہیں بلکہ میں تو اپنے آپ کو ان کی لونڈی سمجھتی ہوں اور ان کی خدمت کرنا ہی میری زندگی کا فرض ہے۔"

لبنیٰ۔ مجھے بھی ان کے ساتھ رہنے میں کوئی عذر نہیں۔"

امام حسن۔ تم دونوں سے یہ جواب سن کے مجھے بڑی خوشی ہوئی اور اب امید ہوتی ہے کہ ایک گھر میں دونوں کا نباہ ہو سکے گا۔" یہ فرما کے حضرت امام حسن چلے گئے۔ اور لبنیٰ فزاریہ نے لبنیٰ کی طرف متوجہ ہو کے کہا "بہن! مجھے تمہارا نام پہلے سے معلوم نہیں ہوا ورنہ میں تمہارا بڑا ادب کرتی۔ میں نے پہلی ہی رات کو قیس سے کہہ دیا تھا کہ مجھے تم اپنی بی بی نہیں بلکہ اپنی پیاری لبنیٰ کی لونڈی سمجھو اور اسی عہد پر آج

تک قائم ہوں۔" مجھے تم سے ملنے کی بڑی تمنّا تھی اور یہ تمنّا آج خدا نے پوری کر دی۔"

لیلیٰ۔ جیسی میں ویسی تم مجھے تم پر کسی قسم کی فوقیت نہیں صورت شکل میں تم مجھ سے اچھی ہو اور خدا نے تمہیں اخلاق بھی اچھا دیا ہے میں تو یہ سمجھتی تھی کہ تم مجھے اپنے برابر بیٹھنے کے قابل بھی نہیں جانتی ہوگی۔ مگر اب تمہیں دیکھا تو معلوم ہوا کہ تم نہایت ہی شریف اور نیک بی بی ہو۔"

لیلیٰ فزاریہ۔ یہ تمہاری عنایت ہے مگر تم سے ہاتھ جوڑ کے میری اتنی التجا ہے کہ مجھے اپنے پاس پڑا رہنے دو اور قیس کو اس بات کا الزام نہ دو کہ تم عاشق ہونے کے دعوے کے ساتھ اس نے میرے ساتھ نکاح کر لیا اس میں اس کا کوئی قصور نہیں بلکہ اصل میں میری خطا ہے اور اس سبب مجھے جو سزا چاہو دو۔ میں اس کی سزاوار ہوں۔"

لیلیٰ۔ میں تم سے صاف ہوں اور جو دعوے تمہیں ہے مجھے نہیں ہو سکتا۔ تم قیس کی بی بی ہو اور مجھ سے اُن سے کوئی تعلق نہیں۔"

لیلیٰ فزاریہ۔ بس یہی نہ کہو اور جو چاہو سزا دو۔ مگر یہ سزا نہ دو جو کچھ ہو تم ہو میں کوئی چیز نہیں۔ میں قیس کی نہیں بلکہ تمہاری لونڈی ہوں۔ یہ کہہ کے اس نے لیلیٰ کے قدم چوم لیے۔ لیلیٰ نے اُسے اٹھا کے گلے سے لگایا۔ اور تسلی دی پھر ایک ٹھنڈی سانس بھر کے بولی یہ سب تو بہن بعد کی باتیں ہیں ابھی تو قیس کا ہی پتہ نہیں طرح طرح کے اندیشے ہوتے ہیں۔ قسم قسم کی ہولیں دل میں آتی ہیں یہاں کا حاکم مروان ان کا دشمن تھا۔

ایسا نہ ہو کے وہ اس کے ہاتھ لگ گئے ہوں۔ میں نے اس وقت تک یہ بات
کسی کے سامنے زبان سے نہیں نکالی۔ مگر مجھے اگر دھڑکا ہے تو اسی بات کا۔
یہ سچ ہے کہ ان کی حالت بڑی سودائیوں کی سی ہے۔ ممکن ہے کہ جوش میں
آکے بیابان کی راہ لی ہو۔ مگر اتنے دنوں تک پتہ نہ لگنے سے اس میں شک
ہوتا ہے کیونکہ جہاں کہیں ہوتے اب تک پتہ ضرور لگ گیا ہوتا۔ اتنے میں
باہر شور وغل سنا گیا۔ اور دونوں اُٹھ کے دروازے کے پاس گئیں۔ جہاں
ایک کھلے ہوئے دیوانخانہ میں حضرت امام حسن اور امام حسین جناب کعبی
عامر بن حارث فزاری اور چند دیگر معززین بنی کعب کے پاس بیٹھے
باتیں کر رہے ہیں جھانک کر دیکھا تو نظر آیا کہ چند شامی سواروں کے ساتھ
قیس بن ذریح عذری ایک عمدہ اونٹ پر سوار آیا اور اونٹ سے اُترتے
ہی دونوں اماموں کے قدموں پر گر پڑا۔ اس کی صورت دیکھتے ہی کل
حاضرین نے ایک نعرہ مسرت بلند کیا۔ اور امام حسن نے پوچھا "قیس
تم یک بیک کیسے غائب ہو گئے تھے۔ مگر آئے خوب موقعہ پر۔"

قیس۔ حضرت میں اس روز یہاں سے نکل کے سیر کو گیا تو ایک گلی میں
مجھے مروان کے غلاموں نے گرفتار کر لیا اور مروان نے اسی کے دوسرے ہی
دن رات ہی کو نہایت خاموشی کے ساتھ مجھے پابہ زنجیر کر کے ارض شام
کی طرف روانہ کیا۔ وہاں میں معاویہ کے دربار میں پیش کیا گیا۔ مگر یا تو
معاویہ ہی بڑے رحمدل خلیفہ ہیں یا خدا نے ان کے دل میں میری طرف
سے رحم ڈال دیا۔

امام حسن۔ معاویہ کو میں خوب جانتا ہوں وہ نہایت ہی بردبار اور

رحمدل شخص ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ ہمارے اور اُن کے خاندانی تعلقات نہایت نازک ہیں۔ وہ اگر سنگدل ہیں تو صرف بنی ہاشم کے حقوق اور دعوئے خلافت کے لیے۔ ورنہ یوں بڑے رحمدل آدمی ہیں۔

قیس۔ میرے حال پر تو انہوں نے بڑی عنایتیں کیں اور ساتھ ہی سفر کے کل حالات بیان کر دیے۔

امام حسن۔ تمہارے متعلق کوئی حکم بھی دیا ہے؟"

قیس۔ جی ہاں انہوں نے قتل کا حکم منسوخ کر دیا اور مروان کو حکم بھیجا ہے کہ خاص بنی کعب کے خیموں کے پاس بھی کھڑا ہو کے اگر میں لبنیٰ کا عشق ظاہر کروں تو بھی مزاحمت نہ ہو اور سلطنت کی طرف سے میری حفاظت کی جائے۔"

حباب جو قریب بیٹھا ہوا تھا۔ اس پر اُس نے بگڑ کے کہا۔
"خدا کی قسم یہ نہیں ہو سکتا۔"

اب امام حسنؑ نے فرمایا:۔
"تمام مراحل طے ہو گئے۔ قیس اب سلطنت کا مجرم نہیں خالد نے لبنیٰ کو طلاق دے دی اور لبنیٰ کو عدت کا زمانہ بھی گزر گیا اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ آپ بھی اپنے چند معززین قبیلہ کے ساتھ یہاں آ گئے ہیں۔ کیا مناسب نہ ہو گا کہ اسی صحبت میں قیس و لبنیٰ کا عقد کر دیا جائے۔"

حباب۔ مجھے حضور کے ارشاد میں کسی قسم کا عذر نہیں۔"

آخر حضرات حسنینؓ کی موجودگی ہیں اور حضرت امام حسنؓ کے ایجاب و قبول کرانے سے عقد خوانی رسم ادا ہو گئی۔ اور دونوں عاشق و معشوق کامیابی اور مقصد وری کے ساتھ بے اندیشۂ فراق و خوف رقیب ایک دوسرے کی صحبت سے لطف اٹھانے لگے۔ عقد کے بعد عامر فزاری نے بارگاہ امامت میں عرض کیا کہ ابھی ہماری بہن کا جھگڑا باقی ہے حضرت امام حسنؓ نے قیس سے مشورہ کیا اور ارشاد فرمایا قیس کی حالت اور لبنیٰ کعبیہ پر اس کی فریفتگی تم جانتے ہو ان امور کا لحاظ کر کے میں تمہاری بہن لبنیٰ فزاریہ کو حکم دیتا ہوں کہ چاہے قیس ہی پاس رہے اور قیس کی بدسلوکیوں کو برداشت کرے یا چاہے اس سے طلاق لے کے کسی اور شریف عرب سے عقد کرے جس کا انتظام میں خود کردوں گا۔

مگر لبنیٰ فزاریہ نے قیس کے پاس رہنے کو ترجیح دی چنانچہ قیس نے اپنے محترم بھائیوں کے قدم چومے اور کہا بیبیوں کو ساتھ لیا اور تربت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے رخصت ہو کے ہنسی خوشی اپنے وطن کی راہ لی اور اس پر حسن و عشق کے مصائب کا خاتمہ ہو گیا

تمام شد